

﴿وَالْهَكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرة/۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی بہت رحمت والا مہربان ہے۔

# حقیقتِ توحید

اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید قرآن و حدیث اور علماء اُمت  
کے ارشادات کی روشنی میں

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلیہ پورہ۔ حیدرآباد۔ اے پی)

بہ نگاہ کرم حضور شیخ الاسلام و المسلمین رئیس المحققین امام المسکونین محدث کبیر مفتی اعظم  
شہزادہ حضور محدث اعظم ہند نائب غوث الثقلین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

نام کتاب	حقیقت توحید
تصنیف	ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی
تصحیح و نظر ثانی	خلیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
قیمت	60 روپے

(۹۲۸) صفحات پر مشتمل محققانہ جائزہ۔ مطاشیان راہ حق کے لئے ملک التحریر کا پیش قیمت تحفہ

## فتنہ المحدث:

غیر مقلدیت اس دور کا سب سے خطرناک فتنہ ہے

جس نے ائمہ اربعہ بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (اور حضرات خلیفہ) کے خلاف  
بدزبانی، طعن و تشنیع اور جہت طرازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ اہل حدیث کے نام  
سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں، اپنے سوا سب کو مشرک سمجھتے ہیں، تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں،  
ان کے عقائد و مسائل سے واقفیت کے بعد غیر مقلدیت سے طبعاً وحشت و نفرت ہوتی ہے  
ان کی صحبت جذامی اور ایڈس کے مریض سے زیادہ خطرناک ہے، ان کی صحبت ایمان  
کے لئے خطرہ ثابت ہوتی ہے۔ ائمہ مجتہدین، محدثین امت اور اسلاف صالحین سے  
مروی معتبرہ مستند ہزار ہا احادیث کو ضعیف، موضوع، من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں  
لہذا یہی اولین درجہ کے 'منکرین حدیث' ہیں۔ یہ فرقہ تمام (۷۲) گمراہ فرقوں کا مفلوج  
ہے یہ لوگ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ  
میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتے ہیں یہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو  
بدعتی، مشرک اور کافر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بذات خود بدعتی ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صَلِّ عَلَى نَبِيِّنَا صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 صَلِّ عَلَى شَفِيعِنَا صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 مَنْ عَلَيْنَا رُبُّنَا إِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا  
 اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا  
 آيِدْهُ بِأَيِّدِهِ أَيَّدْنَا بِأَحْمَدَا  
 اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی  
 أَرْسَلَهُ مُبَشِّرًا أَرْسَلَهُ مُنْجِدًا  
 اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور ہلاکت بٹانے والا بھیجا  
 صَلُّوْا عَلَيْهِ ذَاتُ مَا صَلُّوْا عَلَيْهِ سَرْمَدًا  
 اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو  
 صَلِّ عَلَى نَبِيِّنَا صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

آپے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ نام ہوا لیاہ کے ساتھ شہر ہوا نبیاء کے ساتھ  
 نقل وہ ہو کہ نقل میں گروے ہمیں خدا کے ساتھ پڑھئے درود مجہوم اگر سید خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلَى نَبِيِّنَا صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 اے میرے مولیٰ کے چارے نور کی آنکھوں کے چارے  
 اب کے سید پکارے تم ہمارے ہم تمہارے  
 یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محمد ﷺ اقصیٰ عالم سید محمد اشرافی بیلائی قدس سرہ)

## ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے

خدا نے برتر و بالا ہمیں پتہ کیا ہے      ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے  
 جنین حضرت جبریل پر کف پا ہے      ہے ابتداء کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے  
 خدا کی شانِ جلال و جمال کے مظہر      ہر ایک سمت ہے تو ہی تیرے سوا کیا ہے  
 کوئی بلال سے پوچھے خُصیب سے کچھ      سزائے اُلفت سرکار کا مزا کیا ہے  
 بشر کے بھیں میں لا کا بشر کی شان رہی      یہ معجزہ جو نہیں ہے تو معجزہ کیا ہے  
 نعم فراقِ نبی میں جو آنکھ سے نکلے      خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے  
 فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور      ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے  
 کھڑا اخترِ عاصی درِ مقدس پر      حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے

(حضور شیخ الاسلام رئیس المصنفین صاحب غوث الثقلین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی)



## فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۱	ربوبیت عامہ اور خاصہ	۷	اللہ جل مجدہ
۶۰	اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے	۹	لفظ 'اللہ' کی خصوصیات
۶۹	اللہ ہی سب کا معبود ہے	۱۱	لفظ 'اللہ' سے متعلق مسائل
۸۹	وہیہ آیت کریمہ	۱۲	لفظ 'اللہ' کے خواص اور فوائد
۱۰۲	اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو نظام عالم تباہ ہوتا تھا	۱۳	اسماء حسنی باری تعالیٰ عزوجل
۱۰۴	سورۃ اخلاص (سورۃ توحید)	۱۴	توحید الہی
۱۱۷	بشریت و عہدیت مصطفیٰ ﷺ	۲۱	دلیل کی کیفیت
۱۲۳	اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی تمام انبیاء کی رحمت ہے	۲۲	حشر کا منظر
۱۳۳	کیا خدا موجود ہے ؟	۲۸	شان کبریائی اور منصب رسالت
۱۳۷	مخلوق و دلیل خالق	۳۰	وحدت و توحید میں فرق
۱۳۹	سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کا ایک منظرہ	۳۲	حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور عقیدہ توحید
۱۴۱	سیدنا امام مالک کا استدلال	۳۹	اللہ ہی سب کا خالق ہے
۱۴۲	سیدنا امام شافعی کی دلیل	۴۷	اللہ ہی سب کا رازق
۱۴۳	عالم اکبر 'عالم اصغر'		و پروردگار ہے
۱۴۵	وحدانیت	۴۷	معارف اسم رب
۱۴۸	توحید کے عقلی دلائل	۴۹	خالق اور مخلوق کی پرورش میں فرق
۱۵۰	دلائل توحید	۵۰	عقیدہ توحید اور عیسائیت

## فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۲۴	عقائد	۱۸۱	قرآن کا مشرکین کو پہنچ
۲۲۴	اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے	۱۹۰	صفات الہی
۲۳۱	لقاء الہی (دیدار الہی) پر ایمان	۱۹۷	اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور بندوں کی
۲۳۳	کیا دنیا میں دیدار الہی ممکن ہے؟		عطائی صفات
۲۳۴	دنیا میں دیدار الہی حضور ﷺ کے	۲۰۲	ذاتی اور عطائی علم غیب
	ساتھ خاص ہے	۲۰۹	اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو
۲۳۴	خواب میں دیدار الہی		ملانا ایمان ہے
۲۳۶	عبادت کے معنی	۲۱۳	اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو
۲۳۶	اسلام میں عبادت کا تصور		الگ کرنا کفر ہے
۲۴۱	عبادت کے متعلق مودودی صاحب	۲۱۵	ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے
	کا نظریہ	۲۱۷	فتاویٰ سے متعلق امام الہند حضرت
۲۴۲	عبادت و تعظیم میں فرق		شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی توضیح
۲۴۳	عبادت اور استعانت	۲۱۸	توحید اور شفاعت
۲۴۵	غیر خدا کو مجتہد تعظیم حرام ہے	۲۱۹	شفاعت کون کرے گا؟
۲۴۷	دوسرے مازم اور سرسوتی وندنا	۲۲۰	شفاعت کی قسمیں
	مسلمانوں کے عقیدہ توحید کے	۲۲۰	شفاعت کب ہوگی؟
	خلاف ہے	۲۲۱	باذن اللہ بندہ کا عمل اللہ کا عمل
۲۴۸	حقیقت مقام عبدیت	۲۲۳	عقیدہ توحید اور جشن میلاد النبی کا
۲۴۹	حضور نبی کریم ﷺ کا مقام عبدیت		باہمی تعلق
		۲۲۴	ایمان باللہ



## اللہ جل مجدہ

اللہ کے معنی : اللہ : ذات باری کا عَلَمُ (نام) ہے اور یہ لفظ اُن تمام صفات کا جامع ہے جو متعدد صفاتی ناموں میں الگ الگ پائی جاتی ہیں رب تعالیٰ کے سارے نام صفاتی ہیں اور اللہ اسم ذات ہے۔ اسی لئے قادر، علیم، رحیم، عزیز، حی، سمیع وغیرہ مخلوق کو بھی کہہ سکتے ہیں مگر اللہ کسی کو نہیں کہہ سکتے۔

خیال رہے کہ رب تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کی جلی مخلوق پر نہیں پڑی اور اُن کو کسی معنی سے مخلوق کے لئے استعمال نہیں کر سکتے جیسے واجب الوجود، معبود، خالق، قدیم۔ بعض کے نزدیک رحمن بھی اور بعض صفات وہ ہیں جن کی بھلک مخلوق پر ڈالی گئی اور مخلوق پر بھی ان کا بول دینا درست ہے جیسے حی، سمیع، بصیر، مالک، عزیز، رؤف، رحیم۔۔۔۔۔ یہ صفات مجازاً بندے کے لئے بھی بولی جاتی ہیں مگر مخلوق کے لئے ان ناموں کے معنی دوسرے ہی ہوں گے۔

حق تعالیٰ کے دو سو ایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں۔ مدارج النبوت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے رب تعالیٰ کے ایک ہزار نام گنائے ہیں۔ لفظ 'اللہ' الہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں سکون اور چین اور قرار۔ چونکہ حق تعالیٰ کے ذکر سے سب کو چین اور قرار آتا ہے اس لئے اس کا نام اللہ ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ لفظ ولہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں حیرانی۔ چونکہ تمام مخلوق اس کی ذات و صفات میں حیران ہے۔ محرومین تو جہالت کی تاریکیوں میں پھنسے ہیں اور واصلیں الی اللہ بجز تجلیات نورانی کچھ نہ پاسکے اور اس کی حقیقت کو نہ پہنچ سکے۔

حق تعالیٰ کی ذات تمام ممکنات سے بلند و بالا تر ہے اس لئے اس کو اللہ کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لفظ اللہ لاہ سے بنا ہے جس کے معنی حجاب کے ہیں (یعنی پردہ) چونکہ حق تعالیٰ کی ذات نظر، خیال، گمان، وہم، عقل سب سے وراء ہے اس لئے اللہ کہتے ہیں۔



شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔۔

اے ہر تراز قیاس و خیال و گمان و وہم      وز ہر چہ گشت اند و شنیدیم و خواندیم ایم  
لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات زیادتی ظہور کی وجہ سے چھپ گئی اور کمال نور کی وجہ  
سے نظر نہ آ سکی۔

بے جا بانی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار      اس پہ جو گھٹ ہے کہ صورت آجک ہادیہ ہے  
بعض فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ اس الہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں عاجزی و زاری کرنا۔  
چونکہ تمام بندے اسکی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرتے ہیں لہذا اُسے اللہ کہتے ہیں کبھی  
کبھی انسان اسباب پر نظر کر لیتا ہے لیکن پھر بھی اس کی انتہا مسبب الاسباب پر ہی ہوتی ہے  
بعض لوگوں نے کہا ہے کہ لفظ اللہ اس الہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں گھبرا کر آنا۔  
چونکہ تمام مخلوق ہر مصیبت میں آخر کار رب کی طرف پناہ پکارتی ہے اس لئے اس کا نام اللہ ہے  
صاحب تفسیر کبیر نے اسی معنی کے ماتحت فرمایا کہ مقروض قرض خواہ کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔  
لیکن پروردگار ایسا کریم ہے کہ اس کے مقروض بندے اسی کی بارگاہ کی طرف بھاگتے ہیں  
بلکہ وہ خود بلارہا ہے۔ فرماتا ہے ﴿فَقِرُّوا إِلَى اللَّهِ﴾ (بھاگ کر آؤ اللہ تعالیٰ کی طرف)  
بادشاہ مالدار فقیر سے اپنے دروازے بند کرتے ہیں تاکہ فقیر ہمارے پاس نہ آئیں لیکن  
رب تعالیٰ وہ غنی ہے کہ جس کا دروازہ ہر وقت ہر ایک کے لئے کھلا ہے اور تو بھاگتے ہیں مگر  
وہ اپنے دروازے کی طرف بلاتا ہے۔ فرماتا ہے ﴿ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (اے  
بندے! مجھ سے مانگو میں تمہاری بات مانوں گا)

حکایت: دو بھائی تھے۔ ایک متقی پرہیزگار دوسرا فاسق و بدکار۔ جب فاسق مرنے لگا تو  
متقی بھائی نے کہا: دیکھا تجھے میں نے بہت سمجھایا مگر تو اپنے فسق و فجور سے باز نہ آیا اب بول  
تیرا کیا حال ہوگا؟ اس نے جواب دیا اگر قیامت کے روز میرا رب میرا فیصلہ میری ماں کے  
سپر دکر دے تو بتاؤ کہ ماں مجھے کہاں بھیجے گی؟ دوزخ میں یا جنت میں؟ پرہیزگار بھائی نے  
کہا: ماں تو واقعی جنت میں بھیجے گی۔ گنہگار نے جواب دیا: میرا رب میری ماں سے زیادہ



مہربان ہے۔ یہ کہا اور انتقال ہو گیا۔ بڑے بھائی نے خواب میں نہایت خوشحال دیکھا۔  
 مغفرت کی وجہ پوچھی کہا کہ میری اسی مرتے وقت کی بات نے میرے تمام گناہ بخشوا دیئے۔

ہم مہربانوں پہ خیری مہربانی چاہئے  
 سب مہربانوں کا پیٹنے رحمت کا پانی چاہئے  
 مہربانوں پہ ہنسنے والوں نہ یوں کسی کا مذاق اڑاؤ  
 نہ جانے جسے میں کس کے آئے خدا کی رحمت کا شامیانہ

لفظ اللہ کی خصوصیات: تفسیر کبیر شریف میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ لفظ اللہ میں بے شمار خصوصیات ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ اللہ رب کی ذات پر دلالت کرنے میں حرفوں کا محتاج نہیں۔ الف کو اگر اوتو لیلہ رہتا ہے۔ وہ بھی ذات کو بتا رہا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾۔ اگر اسکا پہلا لام بھی مگر ا دو تولہ کی شکل پر رہتا ہے یہ بھی اسی ذات کو بتا رہا ہے فرماتا ہے ﴿لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَكْمُ﴾۔ اگر دوسرا لام بھی گرا دیں تو فقط ا باقی رہتا ہے۔ وہ بھی ذات کو بتا رہا ہے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ جس طرح سے کہ اس کا نام حروف کا محتاج نہیں ایسے ہی اس کی ذات کسی کی محتاج نہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسماء خاص خاص صفتوں پر دلالت کرتے ہیں لیکن لفظ اللہ ساری صفتوں پر جس نے اللہ کہہ کر پکار لیا اس نے گویا ساری صفتوں سے پکارا کیونکہ اللہ وہی ہے جس میں ساری صفتیں موجود ہوں۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ کلمہ طیبہ میں لفظ اللہ ہی داخل ہے جس کو پڑھ کر کافر مومن بنتا ہے۔ اگر کوئی لا الہ الا الرحمن کہہ دے یا اس کے دیگر سارے اسموں سے کلمہ پڑھ لے مومن نہ ہوگا۔ مگر لا الہ الا اللہ کہتے ہی دولت ایمان سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ لفظ محمد میں قریب قریب یہ ساری خصوصیتیں موجود ہیں اور اس میں بہت عجیب عجیب نکات موجود ہیں لیکن یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں صرف ایک نکتہ عرض کرتا ہوں۔ لفظ اللہ بولتو ہونٹ ملتے نہیں۔ مگر لفظ محمد کے بولتے ہی نیچے کا ہونٹ اوپر والے سے دوبارہ مل جاتا ہے۔ معلوم



ہوا کہ ان کا نام بچوں کو اوپر والے سے ملانے والا ہے اور ان کی ذات مخلوق کو خالق سے ملانے والی ہے۔ تو ان کا نام ان کے کام بتا رہا ہے۔ (تفسیر نمبر ۱)

تیری ذات تجھ سے ہے اے خدا تیری شان جل جلالہ!

نہیں تجھ سا کوئی تیرے سوا تیری شان جل جلالہ!

اے اللہ! تیرا نام اللہ ہے جو تیرے سوا کسی اور کے لئے نہیں اور یہ صرف تیرے لئے ہی ہے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی اللہ ہو سکتا نہیں۔۔۔ تیرا نام اسم اعظم ہے اور لفظ اللہ کا ایک ایک حرف کامل ہے اور تیری ذات پر دلالت کرتا ہے۔۔۔ اللہ وہ ہے کہ جسے روزِ ازل میں ہر روح نے مانا کہ تو ہمارا اللہ ہے۔۔۔ اے اللہ! تو اس لئے اللہ ہے کہ ہر کوئی تیرا طالب ہے اور تو اس کا مطلوب ہے کوئی تجھے کسی نہ کسی رنگ میں اپنا محبوب بنائے بیٹھا ہے۔۔۔ اے اللہ! تو اس لئے اللہ ہے کہ ہر کوئی تیری تلاش میں شام و سحر سرگرداں ہے۔۔۔ اے اللہ! تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ ہر بندے کی منزل تو ہی ہے ہم تیرے ہیں اور تو ہمارا ہے۔۔۔ اے اللہ! تو اس لئے اللہ ہے کہ تجھے اللہ کہنے سے دل سکون کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور ایسا سکون پاتا ہے جو تیرے سوا اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔۔۔ اے اللہ! جسے تو نے چاہا اپنی معرفت سے مالا مال کر دیا۔ تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ تیرا نام لینے سے دل بے قرار قرار پاتا ہے ہر دل تیرا شیدا ہے ہر روح تجھ پر شیفہ اور فریفتہ ہے تیری شانِ اعلیٰ ہے اتنا حسین و جمیل ہے ہمارے فہم و ادراک سے بلند و بالا ہے۔۔۔ تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ تو ہمارا معبود اور ہم تیرے بندے ہیں کیونکہ تیرے سوا اور کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ ہر چیز تیری تسبیح خواں ہے اور ہر چیز تیری بارگاہِ ہی میں سجدہ ریز ہوتی ہے۔۔۔ اللہ وہ ہے جو احد اور واحد ہے اس کی ذات میں کوئی دوسرا اُس کا شریک نہیں۔ وہ کائنات کی ہر شے کا خالق ہے ہر شے کا رب اور ہر شے کا مالک ہے۔۔۔ اللہ وہ ہے کہ زمین و آسمان کے خزانے اسی کے قبضہ میں ہیں کیونکہ وہ ارض و سماء کا مالک ہے۔۔۔ اللہ وہ ہے جو ہمارے دلوں کی آنکھیں ہوئی چیزوں اور سینوں میں ڈھکے ہوئے رازوں کو جانتا ہے۔۔۔ اللہ وہ ہے جو تختِ العزلیٰ اور فوقِ ثریا تک کی تمام پوشیدہ حقیقتوں کو جاننے والا ہے۔۔۔ اللہ وہ ہے جو رات کو دن



میں اور دن کو رات میں بدلتا ہے۔۔ اللہ وہ ہے جو آسمانوں سے بارش برسا کر زمین سے  
 بہرہ اگاتا ہے۔۔ اللہ وہ ہے جو خاک کی بندوں کو اپنے نوری ملائکہ سے بڑھ کر شان عطا فرما  
 دیتا ہے۔۔ اللہ وہ ہے جو سالکوں کو راہ حق دکھاتا ہے اور طالبیوں کی طلب پوری کرتا ہے  
 ۔۔ اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے ہر چیز کو پال رہا ہے اور اپنے رحم سے اپنے بندوں پر فضل  
 و کرم کی بارش کرتا ہے۔۔ اللہ وہ ہے کہ اپنے ملک میں جیسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس  
 سے چاہتا ہے عزت چھین لیتا ہے جسے وہ عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے  
 وہ چھینے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ وہ اپنے ملک کی ہر چیز کا مالک ہونے کے ساتھ محافظ بھی  
 ہے۔۔ اللہ وہ ہے کہ جب کسی چیز کو کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے 'کُنْ' تو پس  
 'فَیَکُنْ' وہ اسی وقت جس طرح چاہتا ہے ہو جاتی ہے۔

### مسائل :

- (۱) اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ (۲) اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے  
 بارے میں بدھن (بوڑھے) کا لفظ استعمال کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔
- (۳) کوئی شخص یا ر نہیں ہوتا یا بہت بدھا ہے مرنے نہیں اس کے لئے یہ نہ کہا جائے کہ اللہ  
 تعالیٰ اسے بھول گئے ہیں۔
- (۴) جن لوگوں کا نام عبدالحق، عبدالرزاق، عبدالرحمن، عبدالغفار، عبدالقیوم، عبد اللہ  
 ہے ان کو خالق، رزاق، غفار، قیوم، اللہ..... وغیرہ کہہ کر پکارنا حرام ہے
- (۵) اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا نام مقرر کرنا جو قرآن وحدیث میں نہ آیا ہو یہ بھی ناجائز ہے  
 جیسے کہ سخی یا رفیق کہنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ ہیں یعنی شرع میں موقوف۔ یوں ہی  
 اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ایسا نام مقرر کرنا جو اس کے مرتبے سے فرودتر ہوں یا جن سے محبوب و  
 محتاج اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں جائز نہیں۔ مثلاً اسے رام یا پرما کہنا۔ اسی طرح  
 اس پر ایسے ناموں کا اطلاق جائز نہیں جن کے معنی معلوم نہیں ہیں اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ  
 جلال الہی کے لائق ہیں یا نہیں (بخاری، ابن المرقان)



**خواص اور فوائد :** اللہ تعالیٰ کے صفات و افعال بہت ہیں اس لئے اس کے نام بھی بہت ہیں نیز اس کے بندوں کی حاجتیں بھی بہت ہیں لہذا رب تعالیٰ کے نام بھی بہت ہیں کہ بندہ جو حاجت لے کر آئے اسی نام سے اسے پکارے۔ ہمارے پکارے یا شا فی الامراض۔ گنہگار پکارے یا غفار۔ بدکار پکارے یا ستار۔۔۔۔۔ وغیرہ۔ خیال رہے کہ جتنے نام رب تعالیٰ کے ہیں اتنے ہی نام رسول اللہ ﷺ کے بھی ہیں جیسا کہ کتب تصوف دیکھنے والوں پر ظاہر ہے خدائے قدوس کا کمال مصطفیٰ کے جمال میں نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ کی ذات مظہر ذات ذوالجلال ہے۔ (دیکھیں ہماری کتاب 'مظہر ذات ذوالجلال') اسمائے حسنی کا عمل کرتے وقت اس اسم کے لفظ اور ترجمہ پر پوری توجہ رکھیں تاکہ عمل میں جلد سے جلد کامیابی ہو جس نام کا عمل شروع کریں اس کو یا کے ساتھ پڑھیں جیسے یا اخی یا قیوم یا رشید یا صبور وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے نانوے ناموں کے علاوہ بھی سینکڑوں نام ہیں مگر یہ مشہور نام لکھے ہیں جن کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے ان کے علاوہ بہت سے مشہور اسمائے حسنی ہیں مثلاً الرب السطار الغافر العقیق۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اس کے خزانوں میں سے کسی خزانہ کی کنجی ہوا کرتا ہے جب کوئی شخص کسی اسم الہی کا ورد کرتا ہے تو اس شخص کی روح اور اس اسم میں ایک خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جو رفتہ رفتہ بندے کو ذات خداوندی کے قریب کر دیتی ہے اس وقت اس بندہ پر انوار الہی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور حسب استعداد وہ فیضان حاصل کرتا ہے۔ (روح البیان)

اسم اللہ چونکہ اسم اعظم ہے اس لئے اس کا ورد تمام اسرار و رموز کا خزانہ ہے ہر قسم کے فیوض و برکات کا منبع ہے اس لئے جو اس اسم کا ہمیشہ ورد کرے اسے دین و دنیا میں کسی چیز میں کمی نہ رہے گی یہ اسم جمال کا مظہر ہے۔



## اسمائِ حسنیٰ باری تعالیٰ عزوجل :

قرآن پاک میں ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَلَا تَمْنُونَهَا﴾ اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اس کو ان ناموں سے پکارو۔

حدیث شریف میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان اللہ تسعة وتسعين اسما من احصاها دخل الجنة (بخاری، مسلم) جبکہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو کوئی ان کو یاد کرے وہ جنتی ہو گیا۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ننانوے میں مختصر نہیں ہیں۔ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ ان ناموں کے پڑھنے اور یاد کرنے سے انسان بھنتی ہو جاتا ہے۔

حصولِ برکت، رزق میں وسعت، جسمانی و روحانی صحت اور دین و ایمان کی سلامتی کیلئے بہترین طہر و خلیفہ ہے۔ نماز فجر کے بعد تلاوت کلام پاک سے فارغ ہو کر ایک مرتبہ اسمائِ حسنیٰ ورد کرنا چاہئے۔ خود نہ پڑھ سکتے ہوں تو کسی سے پڑھا کر سن لیجئے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ التَّلَكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُتَعَزِّزُ  
الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ  
الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْغَلِيمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ  
الْمُذِلُّ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ الْحَلِيمُ الْعَظِيمُ  
الْغَفُورُ الشَّكُورُ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ الْحَفِيفُ الْمُقِيتُ الْحَمِيدُ الْجَلِيلُ الْكَرِيمُ  
الرَّقِيبُ الْمُجِيبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيمُ الْوَدُودُ الْمَجِيدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيدُ الْحَقُّ  
الْوَكِيلُ الْقَوِيُّ الْقَبِيضُ الْقَبِيضُ الْقَبِيضُ الْقَبِيضُ الْقَبِيضُ الْقَبِيضُ الْقَبِيضُ  
الْمُيَتُّ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاحِدُ الْوَاحِدُ الْوَاحِدُ الْوَاحِدُ الْوَاحِدُ الْقَابِضُ  
الْمُقْتَدِرُ الْمُتَّقِدُ الْمُؤَخَّرُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالِ الْبَرُّ  
التَّوَّابُ الْمُتَعَمِّقُ الْعَفْوُ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الرَّبُّ  
الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِي الْمَنَاعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّورُ الْهَادِي الْبَدِيعُ  
الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ



## توحید الہی

اسلام کے سارے نظام فکر و عمل کی بنیاد توحید پر ہے۔ زمین و آسمان کی اس کائنات میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔ عقیدہ توحید جو اسلام کا سب سے پہلا بنیادی عقیدہ ہے۔ یہ صرف ایک نظر یہ نہیں بلکہ انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانے کا واحد ذریعہ ہے جو انسان کی تمام مشکلات کا حل اور ہر حالت میں اس کے لئے پناہ گاہ اور ہر غم و فکر میں اس کا غمگسار ہے۔ کیونکہ عقیدہ توحید کا حاصل یہ ہے کہ عناصر کے کون و فساد اور ان کے سارے تغیرات صرف ایک ہستی کی مشیت کے تابع اور اس کی حکمت کے مظاہر ہیں۔

ہر تغیر ہے غیب کی آواز ہر تجدد میں ہی ہزاروں راز

اور نکا ہر ہے کہ جب یہ عقیدہ کسی کے قلب و دماغ پر چھا جائے اور اس کا حال بن جائے تو یہ دنیا ہی اس کے لئے جنت بن جائے گی سارے بھگڑے فساد اور ہر فساد کی بنیادیں ہی منہدم ہو جائیں۔

اس عقیدہ کا مالک دنیا سے بے نیاز ہر خوف و خطر سے بالاتر زندگی گزارتا ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو کلمہ توحید کہلاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ توحید کا محض زبانی اقرار اس کے لئے کافی نہیں بلکہ سچے دل سے اس کا یقین اور یقین کے ساتھ استحضار ضروری ہے اقوال باللسان و تصدیق بالقلب۔ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے تو آج دنیا میں کڑوروں ہیں اور اتنے ہیں کہ کسی زمانے میں اتنے نہیں ہوئے لیکن توحید کا رنگ ان میں کما کھڑا چاہیں اور نہ ان کا بھی وہی حال ہوتا جو پہلے بزرگوں کا تھا کہ نہ کوئی بڑی سے بڑی قوت و طاقت ان کو مرعوب کر سکتی تھی اور نہ کسی قوم کی عددی اکثریت ان پر اثر انداز ہو سکتی تھی اور نہ کوئی بڑی سے بڑی دولت و سلطنت ان کے



قلوب کو خلاف حق اپنی طرف جھکا سکتی تھی۔ ایک نئی ساری دنیا کو لاکار کر کہہ دیتا تھا کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تم کید و نسی فلا تفظرون۔ انبیائے کرام کے بعد صحابہ عظام و تابعین کرام جو تھوڑی سی مدت میں دنیا پر چھا گئے ان کی طاقت و قوت اسی حقیقی توحید میں مضمر تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو یہ دولت نصیب فرمائے (آمین بجا و سید المرسلین)

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں یہی کلمہ توحید ہے جسے پڑھ کر انسان صاحب ایمان بنتا ہے یہی کلمہ توحید بندے کی طرف سے توحید اور رسالت کو دل سے قبول کرنے اور زبان سے اظہار کا اقرار ہے اسی کلمہ توحید کے اقرار کے لئے اللہ تعالیٰ نے عرش معلیٰ پر لکھ دیا۔

کلمہ توحید کے دو جز ہیں پہلا جزء لا الہ الا اللہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔ اسلام کے سارے نظام فکر و عمل کی بنیاد توحید پر ہے زمین و آسمان کی اس کائنات میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔ کلمہ طیبہ کا دوسرا جزء محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت ہے یعنی توحید کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار و تصدیق کرنا اور شہادت دینا ہے۔ ان دونوں جزیں کو دل و جان سے قبول کرنے کا نام ایمان ہے۔

حضور شیخ الاسلام سید الخطباء رئیس المتکلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں: اسلام کا دعویٰ ہے لا الہ الا اللہ اور اس دعوے کی دلیل ہیں محمد رسول اللہ۔ توحید دعویٰ ہے رسالت دلیل ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا﴾ (النساء ۷۷) اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور (محمد رسول اللہ ﷺ) کو نازل کیا۔

دعوے کو سمجھانے کے لئے دلیل کو سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ منکرین کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ دعوے کو اگر نہیں ماننا چاہا تو دلیل کا انکار کیا جاتا ہے۔ دلیل میں نقص نکالتے ہیں



کہ یہ کیسی دلیل دی ہے یہ تو بہت کمزور دلیل ہے یہ دلیل اس سے ٹوٹتی ہے اس میں یہ عیب ہے اس میں یہ کمی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ دعوے سے کوئی نہیں الجھا کرتا الجھتے ہیں تو دلیل سے الجھتے ہیں۔ لڑتے ہیں تو دلیل سے لڑتے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں لا الہ الا اللہ سے کوئی کلمہ گو نکراتا ہوا نظر نہیں آتا ہے بلکہ جو نکراتا رہا ہے وہ محمد رسول اللہ سے نکل رہا ہے۔ جو الجھ رہا ہے محمد رسول اللہ سے الجھ رہا ہے۔ اگر دلیل ٹوٹ گئی تو دعویٰ بھی ٹوٹ جائے گا۔ شیطان کو بھی دعوے سے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ جب تک دعویٰ اس کے کان تک تھا اس وقت تک اسے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ لا الہ الا اللہ کا منکر شیطان کبھی نہیں تھا۔ لا الہ الا اللہ کا منکر وہ پہلے ہی سے ہوتا تو گردہ ملائکہ میں کیسے شامل کیا جاتا۔ لا الہ الا اللہ کا گردہ پہلے ہی سے منکر ہوتا تو جنت کی ہوائیں کیسے اُس تک پہنچ سکتیں۔ لا الہ الا اللہ کا منکر وہ کبھی نہ تھا۔ جب امتحان کی منزل آئی تو کہا گیا تم دعویٰ لا الہ الا اللہ کو دلیل محمد رسول اللہ کی روشنی میں مانتے ہو کہ نہیں دوا نکال کر گیا۔ ظاہر ہو گیا کہ محمد رسول اللہ دلیل اور لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے۔ لہذا جو دلیل کا منکر ہوا وہ دعوے کا منکر سمجھا گیا۔ قرآن نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔ دلیل کو پہلے منوایا ہے ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا اذعا رکھتے ہو میری اتباع کرو۔ میری پیروی کرو محبت ہو خدا سے پیروی ہو مصطفیٰ کی۔ امتحان ایسا ہی لیا جاتا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت کا دعویٰ نہ کرے۔ مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی محمد رسول اللہ کو مانے اور اللہ تعالیٰ کو نہ مانے۔ ایسی کوئی نظیر ہی نہیں مل سکتی ایسی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول کو چاہے اور اللہ تعالیٰ کو نہ چاہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحابہ اور اہل بیت کو چاہے اور رسول خدا کو نہ چاہے۔ یہ ناممکن ہے کہ احمد مجتہدین کو مانے والا صحابہ و تابعین کو نہ مانے۔ یہ ناممکن ہے کہ غوث جیلانی، خواجہ ابھیری، داتا گنج، حضرت شاہ نقشبند اور بزرگان دین کو ماننے والا امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل کو نہ مانے۔

ظاہر ہو گیا کہ دعوے کو نہ ماننے والا اس کی دلیل ہی میں الجھا کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے



﴿بُذِّعَ بَيْنَ رَّبِّكُمْ﴾ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے۔ اب اس دلیل کو توڑنے کے لئے یا تو رب تعالیٰ کے برابر علم لے آو یا رب تعالیٰ سے بڑھ کر علم لے آؤ اور جب دونوں چیزیں محال ہیں تو اس دلیل کے اندر عیب و نقص کا ہونا بھی محال ہے۔ اس لئے کہ یہ رب تعالیٰ کی دلیل ہے۔ بتاؤ اگر قادر مطلق یہ چاہے کہ اس کی دلیل ٹوٹنے نہ پائے تو کون توڑ سکے گا۔ جسے خُدا استوار ہے اُسے کون بگاڑ سکتا ہے۔ ﴿بُذِّعَ بَيْنَ رَّبِّكُمْ﴾ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے۔ تم بگاڑنے کی کوشش کرو گے لیکن نہیں بگاڑ سکو گے۔ تمہارا مقدر تو بگاڑ سکتا ہے مگر یہ دلیل نہیں بگاڑ سکتی۔۔۔ تو لا الہ الا اللہ اسلام کا دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے۔ اسی لئے دلیل کو سمجھایا جاتا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ کرام نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تابعین نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ہم بھی یہی پڑھ رہے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ قیامت تک آنے والا ہر مومن یہی پڑھے گا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ لفظ 'ہیں' یہ بتا رہا ہے کہ وہ موجود ہیں۔ یہ تو کلمہ اس کا ہے جو رسول کے وجود کو مانتا ہو اور جو نہیں مانتا اُسے چاہیے کہ مُردوں والا کلمہ پڑھے۔ یہ تو زندوں والا کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔۔۔۔۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر اور نفاق کیا ہوگا کہ کہتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور مانتے ہیں محمد اللہ کے رسول تھے۔ ارے کم سے کم زبان کو دل کے مطابق تو کر لو۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کلمہ تو حید کہتے ہیں حالانکہ اس کلمہ طیبہ میں تو حید اور رسالت کا سبق ہے۔ لا الہ الا اللہ کا مطلب ہے 'نہیں ہے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا' نہیں ہے کوئی الوہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا' نہیں ہے کوئی الہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ظاہر ہو گیا کہ میرا خُدا وہ ہے جو اپنی الوہیت میں وحدہ لا شریک ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام کلمہ تو حید کیوں رکھا؟ کلمہ رسالت کیوں نہیں رکھا؟ کلمہ تو حید و رسالت کیوں نہیں رکھا؟ لا الہ الا اللہ میں بھی تو حید ہے اور محمد رسول اللہ میں بھی تو حید ہے۔ لا الہ الا اللہ نے ہمیں یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی الہیت اور الوہیت میں لا شریک ہے اور



محمد رسول اللہ نے سمجھایا کہ حضور ﷺ اپنے کمالات رسالت و نبوت میں وحدہ لا شریک ہے۔ تو وہاں تو حید الہیت ہے اور یہاں تو حید رسالت ہے۔ معلوم ہوا کہ مشرک کی دو قسمیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرے وہ بھی مشرک اور جو رسول کی ذات و صفات میں کسی غیر رسول کو شریک کرے وہ بھی مشرک۔

لا الہ الا اللہ دعوت ہے محمد رسول اللہ داعی ہیں۔ لا الہ الا اللہ کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو سمجھایا اور اپنے کو منوایا۔ حضور ﷺ نے چالیس سال تک خاموشی اور مثالی زندگی گزاری اور اس کے بعد فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو نکالا اور پوچھا کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو۔ سب نے کہا صادق و امین۔ سچے دیا مقدار..... الغرض بہت تعریف کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمہیں تباہ کر دیتا چاہتا ہے۔ میرے کہنے سے مانو گے۔ سب نے کہا کہ آپ کبھی ٹھوٹے نہیں بولے آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ میرے رسول نے فرمایا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خدا کو مان لو۔ قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ لا الہ الا اللہ کہو فلاح پا جاؤ گے۔ حضور ﷺ نے لا الہ الا اللہ کی دعوت پیش کرنے سے پہلے اپنی ذات کو سمجھایا اور منوایا۔ اس لئے کہ لا الہ الا اللہ دعوت ہے محمد رسول اللہ داعی ہیں۔ لا الہ الا اللہ ہدایت ہے محمد رسول اللہ ہادی ہیں۔ لا الہ الا اللہ ذکر ہے محمد رسول اللہ ذکر ہیں۔ لا الہ الا اللہ ارشاد ہے محمد رسول اللہ مرشد ہیں۔ لا الہ الا اللہ کلام ہے محمد رسول اللہ مکلم ہیں۔۔۔ جو داعی کو نہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کو نہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔ جو قائل کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔ جو ذاکر کو نہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔

لا الہ الا اللہ یہ رسول کا ذکر ہے اور محمد رسول اللہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ لا الہ الا اللہ یہ رسول کا کلام ہے اور محمد رسول اللہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن نے بھی کہا ہے : ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝﴾



اے محبوب تم کہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے تم کہو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تم کہو کہ نہ وہ کسی کی اولاد نہ اُس کی کوئی اولاد ہے وہ ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ ہے۔ تم کہو یعنی یہ تمہاری بات ہے۔ مرضی الہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام تو ہمارا ہو اور زبان تمہاری :

قل کہہ کے اپنی بات بھی حد سے ترے سنی اتنی ہے گفتگو ترے اللہ کو پسند  
ہماری صفات تو تم دنیا کو بتاؤ۔ اور فرما دو ﴿اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ اور تمہاری صفات ہم  
ارشاد فرماتے ہیں ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ لا الہ  
الا اللہ تم کہو محمد رسول اللہ میں کہوں۔ جو لا الہ الا اللہ کہے گا وہ سنت مصطفیٰ ادا  
کرے گا اور جو محمد رسول اللہ کہے گا وہ سنت کبریٰ ادا کرے گا۔ جب تک سنت  
مصطفیٰ نہ پاؤ گے قصص آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملے گی۔ اگر کوئی انسان آپ کی غلامی  
کے بغیر ہماری صفات کو جانے مانے ہرگز عارف یا موجد نہیں۔ جب تک کہ آپ کی بتائی  
ہوئی توحید آپ کے دامن پاک سے لپٹ کر نہ مانے۔ رسالت کی دھجیری کے بغیر صحیح  
توحید حاصل نہیں ہوتی۔

جب تک انسان دلیل کو نہیں سمجھتا دعوے پر ایمان نہیں لاتا۔ جب جادوگروں  
نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تھا جب مجھڑنے جادو کو شکست دی تھی اور اس کے  
بعد نتیجے میں وہ جادوگر ایمان لارہے ہیں ﴿اٰمَنَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوسٰی وَهٰارُوْنَ﴾  
ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا  
مجھڑہ و کمال دیکھا اور ایمان لارہے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر۔۔۔ معلوم  
ہوا کہ یہ دلیل وہ دعویٰ۔ جو دلیل کو ماننا ہے اس کو دعوے کو ماننا پڑے گا۔ اور جب تک تم  
دلیل سے دور رہو گے دعویٰ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب  
دلیل کو سمجھ لیا تو دعوے کو ماننا پڑ گیا۔ غزوہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے صفوان ابن امیہ اور عمیر  
ابن وہب یہ دونوں عظیم کعبہ کے پاس بیٹھے کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ اُن دونوں کے سوا کوئی  
قیصر نہیں ہے۔ عمیر کا لڑکا وہب جنگ بدر کے قیدیوں میں جا چکا ہے عمیر اپنے اضطراب



و بے چینی کا اظہار کر رہا ہے کہ اگر میں اہل دنیا والاندہ ہوتا اگر میرے اوپر بار قرض نہ ہوتا تو میں محمد عربی کا کام تمام کر دیتا۔ صفوان ابن امیہ نے کہا کہ ہم تمہارے بچوں کی کفالت کا عہد کرتے ہیں تمہارے قرض کو ادا کر دیں گے۔ مگر اس راز کو کسی تیسرے پر ظاہر نہ کرنا۔ منصوبے کے تحت عمیر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار رسالت ﷺ نے پوچھا کہ عمیر تم کس لئے آئے ہو؟ تو کہا کہ اپنے بچے کی رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں اور صفوان ابن امیہ میں یہ بات نہیں ہوئی؟ کئے کے احمد کہجے کے قریب، عظیم کے پاس؟ کیا اس نے تمہارے بچوں کی کفالت نہیں لی؟ کیا اُس نے تمہارے قرض کو ادا کرنے کا وعدہ نہیں لیا؟ سہو عمیر۔ تمہارے اور میرے مابین خدا کا ارادہ حاکم ہے۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اتنا سنا تھا کہ عمیر کے دماغ میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہو گیا۔ ایک تحریک پیدا ہوئی کہ بات تو ہوئی تھی کئے میں مدینے والے نے کیسے جان لیا۔ بات تو ہوئی تھی دو میں تیسرے نے کیسے جان لیا۔ فوراً پڑھا: اشہد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله ﴿﴾ حکمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے۔ اب میں تم سے ایک سوال کروں کہ حضرت عمیر کو جو ایمان کی دولت ملی اس کی تحریک کہاں سے پیدا ہوئی؟ اس کا محرک کون تھا؟ کس نے یہ انقلاب پیدا کیا کہ ایمان لاء؟ یہی بات تو تھی کہ رسول نے غیب کی بات بتادی۔ ان کے دل میں ایمان کی تحریک پیدا ہو گئی۔ رسول کے علم غیب کو جب انھوں نے سمجھ لیا تو وہ ایمان لانے مجبور ہو گئے۔ زمانہ کتاب بدل چکا ہے۔ ابھی رسول کے علم غیب کو لوگ مان کر مومن بنتے تھے۔ آج انکار کر کے ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ تو دیکھو جب تک عمیر رسول سے دور تھے ایمان نہ لاسکے۔ لا اله الا الله کو مان نہیں سکے اور جب قریب ہو گئے تو مان لیا۔ ظاہر ہو گیا لا اله الا الله دعویٰ ہے اور محمد رسول الله دلیل۔ جب تک تم دلیل کو نہیں سمجھو گے دعوے کو نہیں مان سکتے۔



## دلیل کی کیفیت:

دلیل کا کام اطمینان دینا ہے اور دعوے کا کام ہے اضطراب دینا، بے قراری دینا۔۔۔ ہم نے ایک دعویٰ کیا، آپ پریشان ہو گئے۔ یہ کیسے؟ ہم نے دلیل دے دیا۔ آپ دلیل سے مطمئن ہوئے اور معاملہ سمجھ گئے۔ دعوے نے مضطرب بنا دیا، دلیل نے سکون دیا۔ حدیث میں ہے کہ جب عرش پر لا الہ الا اللہ لکھا گیا تو ہیبت جلال الہی سے عرش کا پٹے لگا اور جب محمد رسول اللہ لکھ دیا گیا تو اس کو سکون ہو گیا۔ دعوے کا کام مضطرب کر دینا، دلیل کا کام ہے سکون دے دینا۔ ہر ہر منزل میں دیکھو۔ دعویٰ اگر اضطراب دیتا ہے تو دلیل سکون بخشتی ہے۔

انسان کے ساتھ نزع کی کیفیت بہت سخت مرحلہ ہے۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ بس ایسا محسوس کرو کہ بول کے کانٹے پر بھیگی ہوئی ہلکی چادر ڈال کر کھینچ لو تو ریٹے ریٹے کی حالت خراب نظر آتی ہے، عجیب و غریب کیفیت ہوگی۔ ایسا محسوس ہوگا جیسے جسم کے ہر حصے سے کوئی کانٹے کو کھینچ رہا ہو۔ میرے رسول نے کیا کہا؟۔ مومن کی روح ایسا نکلے گی جیسے بھول سے خوشبو نکل جاتی ہے۔ دعوے نے تو بہت ہیبت دے دی تھی۔ دلیل نے سکون دے دیا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک بزرگ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو پوچھ لیا، حضور نزع کی تکلیفیں تو بہت ہیں مگر آپ کہتے ہیں کہ روح ایسا نکلے گی جیسے بھول سے خوشبو نکل جائے۔ سرکار آپ کا یہ کلام بلاغت نظام ہماری سمجھ میں نہ آ سکا۔ سرکار رسالت ﷺ نے فرمایا سورہ یوسف میں غور کرو۔ جب انھوں نے سورہ یوسف دیکھا تو یہ منظر ان کے سامنے آیا کہ جمال یوسفی، مصر کی عورتوں کے سامنے بے حجاب ہوا تو سارے ہوش و حواس ان کے جمال یوسفی میں گم ہو گئے۔ اور انھوں نے لیموں کے بجائے اپنی انگلی کاٹ لی۔ جب کوئی انگلی کاٹتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے مگر یقین جانو کہ مصر کی عورتوں کو احساس بھی نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ ان کے حواس جمال یوسفی میں گم ہو گئے تھے۔۔۔ درد ہوا لیکن محسوس نہ ہوا۔ تکلیف ہوئی، احساس نہ ہوا۔۔۔ سارے احساس اوھر متوجہ ہو گئے۔



رسول اپنے کرم سے فرمانا چاہتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلے گی تو جمال مصطفیٰ نکلے گا۔ اور سامنے ہوگا سارے ہوش و حواس گم ہو جائیں گے روح نکل جائے گی پتہ نہ چلے گا۔ درد ہوگا محسوس نہ ہوگا۔ تکلیف ہوگی احساس نہ ہوگا۔۔۔ لا الہ الا اللہ نے ایک اضطراب پیدا کیا تھا جمال مصطفیٰ نے سکون دے دیا۔ دلیل کا کام ہی سکون دینا ہے۔ جہاں دعوے کا جلال و صیبت ہو وہاں دلیل جمال و رحمت ہو۔ مگر ایک بات خیال رہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول ہمارے سامنے آسکتے ہیں انھیں کے سامنے آئیں گے۔۔۔ اور جو کہتے ہیں کہ نہیں آسکتے معلوم ہوتا ہے نزع کی ساری تکلیفیں انھیں کے لئے مقدر ہو چکی ہیں۔ دوسری منزل قبر کی ہے وہاں بھی جہاں دعویٰ ہے وہیں دلیل ہے۔

**حشر کا منظر :** قیامت کے دن رسول بھی جہنم کے دروازے پر دکھائی دے رہے ہیں کبھی پل صراط پر ہیں کبھی میزان کے سامنے ہیں۔ بیٹھ کر تاجداروں کی طرح یہ حکم نافذ کر سکتے تھے۔ اے ملائکہ دیکھو میرا کوئی امتی اگر جہنم میں جائے اس کو نکالنے کا بندوبست کرو۔ میزان کی بھی خبر رکھو۔ پل صراط کو دیکھو مگر ایسا نہیں کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے رسول کو تو ایک عجیب منظر پیش کرتا ہے۔ انھیں جہنم کے دروازے پر بھی رہنا ہے انھیں پل صراط پر بھی رہنا ہے انھیں میزان کے پاس بھی رہنا ہے۔ صرف حکم دینے پر وہ اکتفا نہیں فرما رہے ہیں۔ اس لئے کہ جب میری امت کے گنہگار جہنم کی طرف لائے جائیں گے اس وقت ان کے قدم ڈلگاد رہے ہوں گے ان کے دل میں اضطراب ہوگا اور جب جہنم کے دروازے پر مجھے دیکھیں گے تو انھیں سکون ہو جائے گا۔ میرا نکالنے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ میرا بچانے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے لا الہ الا اللہ نے بے قرار کیا تو محمد رسول اللہ نے اطمینان دے دیا۔ دلیل کا کام ہی اطمینان دینا ہے۔ ایسے ہی جب تم گناہوں کی گٹھری کو لے کر لرزتے ہوئے قدم دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میزان کی طرف بڑھو گے تو کتنی پریشانی ہوگی؟ کتنا اضطراب ہوگا؟ مگر وہاں تم رسول کو دیکھ لو گے تو تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ رحمۃ اللعالمین تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ جب تم پل صراط سے



گزر رہے ہوں گے اس وقت تمہارے قدم تمہاری لغزش کا کیا عالم ہوگا؟ مگر جب تم رسول کو دیکھ لو گے تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ آپ میری لغزش پا مجھے گرا نہیں سکتی۔ میرا بازو تمہارے والا پہلے ہی سے موجود ہے۔۔۔ جہاں جہاں دعوے کا جلال ہے وہاں وہاں دلیل کا جمال ہے۔ جہاں جہاں دعوے کی ہیبت ہے وہاں وہاں دلیل کی رحمت ہے۔  
لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ دلیل ہے (خطبات برطانیہ)

جس کلمہ سے مومن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے۔ اسے پڑھ کر کافر مومن ہوتا ہے اس سے دل کی زنجیر دور ہوتی ہے اس سے غفلت جاتی ہے دل میں بیداری آتی ہے۔ یہ حمد الہی و نعت مصطفویٰ کا مجموعہ ہے صرف لا الہ الا اللہ تو بہت موحّد کفار بلکہ اہل بیت بھی پڑھتا ہے وہ مشرک نہیں موحّد ہے یعنی اہل بیت اللہ تعالیٰ کو واحد کیلئے مانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عبادت کے لائق سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک اور برداشت نہیں کرتا۔ ابلیسی و شیطانی تو حید کی شدت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی نبی کی تعظیم و توقیر برداشت نہیں کیا۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیسی کرنے سے انکار کر دیا۔ نبی کی توہین کرنے اور بشر دشمنی کہنے کے جرم میں مردود قرار دے کر زمین پر پھینک دیا گیا۔ شیطان لعنتی اور مردود بن کر زمین پر رہنا پسند کیا لیکن تو بہ کرتے ہوئے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کا اقرار نہیں کیا یہی ابلیسی تو حید ہے۔ نبی کی تعظیم کو شرک و بدعت تصور کیا اور یہی دوسو سے انسانی ذہنوں میں ڈال رہا ہے۔

کتاب و سنت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فلاح و فوز اخروی کا ضامن صرف اسلام ہے اور اسلام نام ہے حضور سید عالم ﷺ کی دینی دعوت کو قبول کرنے کا۔ حضور ﷺ کی دینی دعوت کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین و ایمان کے متعدد اجزاء ہیں۔ ایمان باللہ ایمان بالرسول ایمان بالملائکہ۔ ایمان بالقدرہ و غیرہ۔۔۔ تو ایمان کے تمام اجزائے ضروریہ پر ایمان لانے والا مومن ہے اور اس کے کسی ایک جزء کا بھی انکار کرنے والا کافر مٹھا ایک شخص مائیکہ (فرشتوں) کے مخلوق الہی ہو نیکا منکر ہو یا ملائکہ اور ایمان کے



دوسرے اجزاء کا تو قائل ہو مگر حضور نبی کریم ﷺ کے ختم الرسل ہونے کا انکار کرے تو ایسا شخص ایمان کے تمام اجزاء پر ایمان رکھنے کے باوجود صرف اس کے ایک جز کے انکار کی وجہ سے بالاتفاق کافر قرار پائے گا اور نجات کا ہرگز ہرگز حقدار نہ ہوگا۔ جب یہ قاعدہ ہمیں کتاب سنت کی نصوص صریحہ سے معلوم ہو گیا تو اب وہ احادیث جن میں ایمان کے کسی ایک جزء کا بیان ہوگا اس سے حضور ﷺ کی پوری دینی دعوت قبول کرنا اور تمام ضروریات دین پر ایمان لانا مراد لیا جائے گا۔ حدیث میں صرف یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا نجات پائے گا لیکن مراد اس سے صرف توحید پر ایمان لانا نہیں بلکہ پورے کلمہ پر ایمان لانا ہے اور یہاں کلمہ کے جزء اول لا الہ الا اللہ کو جزء ثانی محمد رسول اللہ کا علم قرار دیا گیا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ ﴿قل هو اللہ احد﴾ پڑھو تو اس سے مقصود صرف اتنے ہی لفظ نہیں بلکہ پوری سورۃ پڑھوانا منظور ہے۔ ایسے ہی یہاں توحید پر ایمان لانے سے مراد رسالت پر بھی ایمان لانا ہے اور اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعد تو بلاشبہ یہ طے ہو جاتا ہے کہ جو کچھ کتاب و سنت سے ثابت ہو اس کا اقرار اور تصدیق کی جائے۔

آج کل بعض لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ نجات کے لیے صرف لا الہ الا اللہ کافی ہے محمد رسول اللہ کی کچھ حاجت نہیں اور اس پر حدیث من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة پیش کرتے ہیں۔ اپنی محفلوں، اجتماعات اور گفتگو کے دوران صرف لا الہ الا اللہ پر ہی زور دیتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر حضور ﷺ کو عام انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں حضور ﷺ کے مرتبہ مقام اور منصب کا خیال بھی نہیں کرتے بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ کے کفار کی طرح بشر بشر کا باطل نعرہ لگاتے ہیں جنہیں من کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ ان کا اس نبی ﷺ سے قلبی تعلق نہ سہی رہی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حدیث حق ہے اور زعم ضیث کفر۔ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اگر کوئی کہے الحمد سات بار کہو یا قل هو اللہ گیارہ بار کہو۔ کیا اس سے صرف لفظ الحمد یا قل هو اللہ مراد ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔



بلکہ چوری سورتیں جن کے یہ مختصر نام ہیں۔

کلمہ طیبہ کا اختصار لا الہ نہیں ہو سکتا تھا (نہیں ہے کوئی اللہ) یہ کلمہ کفر ہے اسی لئے

لا الہ الا اللہ اختصار ہوا۔

بے شک صرف لا الہ الا اللہ نجات کا ضامن ہے اور یہ کہنا کہ محمد رسول اللہ کی

معاذ اللہ حاجت نہیں کفر خالص ہے۔ لا الہ الا اللہ سے صرف الفاظ مراد نہیں بلکہ اس

کے معنی کی تصدیق سچے دل سے ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو تمام مخلوقوں و کمالات کا

مجموعہ ہے عیب و نقص سے پاک ہے وہی معبود اور لا شریک ہے جس نے سچی کتابیں انکار میں

'سچے رسول بھیجے' محمد رسول اللہ ﷺ کو افضل الرسل و خاتم النبیین کیا وہ جس کے کلام کا ایک

ایک حرف یقینی قطعی حق ہے جس میں جھوٹ یا بھول یا غلطی کا اصلاً کسی طرح امکان نہیں۔

جس نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا اسی نے اللہ تعالیٰ کو جانا اسی نے لا الہ الا اللہ مانا اور

جسے ضروریات دین سے کسی بات میں شک یا شبہ ہے اس نے نہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو جانا اور نہ

ہی لا الہ الا اللہ کو مانا۔ مثلاً جو شخص لا الہ الا اللہ پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور محمد رسول اللہ

ﷺ کو نہ مانے وہ ایسے کی توحید کی گواہی دیتا ہے اور ایسے کو اللہ سمجھا ہے جس نے محمد رسول

اللہ ﷺ کو نہ سمجھا اور وہ ہرگز اللہ نہیں بلکہ اس نے اپنے خیال میں ایک باطل تصور

بنا کر اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے یہ اللہ پر مومن نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مشرک ہے اللہ یقیناً وہ

ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان وہی لائے گا جو

حضور ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اس پر تمام ضروریات دین کو قیاس کر لو (فرشتوں اللہ تعالیٰ کی

کتابوں رسولوں قیامت تقدیر کی اچھائی و برائی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر

ایمان نہ لانا اور انکار کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کا انکار ہے اور یہ یقیناً کفر ہے)

جو اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر جانا ماننا ہے کافر نہیں ہو سکتا اور جو کافر ہے اللہ تعالیٰ کو ہرگز

جان نہیں سکتا۔ (المملووظ مرتبہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ)

بد قسمتی سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو رسالت پر ایمان لانے کا دعویٰ تو کرتے

ہیں مگر حضور اکرم ﷺ کو ایک عام انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں رسول کریم ﷺ کے



مرتبہ و مقام اور منصب کا کوئی خیال بھی نہیں کرتے اور حضور ﷺ کے زمانہ کے کفار کی طرح ﴿مَنْزَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ ہم تو تم کو اپنے جیسا بشر ہی دیکھتے ہیں کا باطل نعرہ لگاتے ہیں۔ کفار تو کہا کرتے تھے ﴿مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلَنَا﴾ نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر نبی کو بشر اور مٹی کہنے والا سب سے پہلے ابلیس (شیطان) ہے ﴿قَالَ لَمْ أَكُنْ لَآ سَجْدَ لِشَيْءٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ﴾ میں گوارہ نہیں کرتا کہ سجدہ کروں اس بشر کو جسے تو نے پیدا کیا مجھے والی مٹی سے ﴿أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾۔ ابلیس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا آج بھی یہی ابلیسی باطل نعرے مختلف جماعتوں کی جانب سے لگائے جا رہے ہیں۔

اور آیت مبارکہ ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾ کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے نبی اور غیر نبی میں صرف وحی کا فرق ہے باقی تمام اوصاف میں وہ عام انسانوں کے برابر ہیں۔ نبی اخلاقی، روحانی، دماغی، قلبی، علمی، عملی حیثیت سے عبادہ جو کرا انسانوں سے بہت بلند اور علاوہ ممتاز ہوتا ہے۔ نبی آمرنا ہی، مقرر کی، حاکم، نور، ہادی، شارح اور داعی الی اللہ ہوتا ہے۔ نبی کی ذات کو اللہ تعالیٰ کا کلمات کے لیے روشنی کا مینار بناتا ہے اور نبی کا قول، عمل، سیرت و کردار، دین اور شریعت قرار پاتے ہیں۔ وحی والے اور بے وحی والے انسانوں میں خود وحی اور عدم وحی کے سینکڑوں لوازم و خصائص اور اوصاف کا فرق پیدا ہوتا ہے۔ جب صحابہ کرام بھی حضور ﷺ کے اتباع میں کئی کئی دن متصل نفل روزے رکھنے لگے تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا ایکم مثلی تم میں کون میرے مثل ہے؟ یطعمنی ویسقنی (بخاری) میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ تو کیا عام انسانوں کو بھی یہ روحانی غذا اور روحانی سیرابی میسر آتی ہے؟ اور کیا وحی کے علاوہ دوسری حیثیتوں سے بھی مشیت کی اس میں نفی نہیں ہے؟

غیند کی حالت میں نبی کے قلب اطہر اور اس کے احساسات کا غافل نہ ہونا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا۔ کیا یہی کیفیت عام انسانوں کے دل کی بھی ہے؟



لوگوں کو نماز کی صفوں کو درست رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں بخدا تمہارے رکوع وسجود اور خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں ہیں کیا عام انسانوں کی قوت بصارت کا یہی عالم ہے؟

جبکہ کتاب مجید میں فرمایا ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۚ لَقَدْ زَاہَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ﴾ (النجم/۱۷) (حضور ﷺ کی نگاہیں نہ ٹھہری ہوئی اور نہ بڑھی) (نہیں جھکی) بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں) کیا اسی شان سے اللہ تعالیٰ کی نشانوں کا مشاہدہ کسی اور آنکھ کو حاصل ہوا؟

حضور سرور انبیاء علیہ السلام کی نسبت سے امہات المؤمنین کو جو مرتبہ و مقام اور شرف حاصل ہوا ہے وہ عام عورتوں کو حاصل نہیں ہوا ہے امہات المؤمنین سب سے ممتاز ہیں۔ ﴿يُنْفِسُ إِلَيْنَا الْنَّبِيُّ لَسْتُ لَكَ أَحَدٌ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (الاحزاب/۳۴) اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کے مانند

النساء: میں صنف نازک کا ہر فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ جس سے ثابت ہے کہ ازواج النبی کا درجہ ہر ایک عورت سے بالاتر اور شان خاص کا حامل ہے۔ دنیا جہاں کی عورتوں میں کوئی ان کا ہمسر نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی مصاحبت کے باعث ان کا اجرد نیا بھر کی عورتوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ان کے درجات اور احکام جدا گانہ ہیں۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں تو خود حضور ﷺ تو بدرجہا اس کے سزاوار ہیں 'کاحد من الرجال' ہیں یعنی آپ ایسے نہیں ہیں جیسے ہر مرد اپنے خصائص و کمالات میں عام انسانوں سے بدرجہا بلند تر اور ممتاز ہیں اور حضور ﷺ کی بیویاں تمام جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ یہاں النساء میں کوئی قید نہیں۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے اپنے وقت کی عورتوں سے افضل تھیں لیکن حضور ﷺ کی ازواج پاک ہر زمانہ کی بیویوں سے افضل و بہتر ہیں جیسے کہ بنی اسرائیل کے لئے فرمایا گیا کہ ﴿فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ ہم نے تم کو تمام عالم والوں پر بزرگی دی تو اس زمانہ کے لوگوں پر واقعی وہ افضل تھے اور اب غلامان مصطفیٰ علیہ السلام سب امتوں سے افضل۔



﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ (سورہ فرقان)  
 بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہانوں کو ڈرسانے  
 والا ہے۔

### شان کبریائی اور منصب رسالت :

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ  
 كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (التوبہ/۳۳ 'الف/۲۱) وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا  
 اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں  
 پر اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مشرکوں کو۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ  
 بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (فتح/۲۸) وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو  
 (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر اور  
 (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے اپنی پہچان اور تعارف اپنے محبوب علیہ السلام کے ذریعہ  
 سے کرائی ہے۔ اے مسلمانو! اگر اللہ تعالیٰ کو جاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ وہ ہے  
 جس نے اپنے رسول علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت 'علم' کرم 'رحمت'  
 اور تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا چاہیے آپ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات  
 و صفات کے مظہر ہیں۔

حضور ﷺ رب تعالیٰ کی شان بھی ہیں اس کی رحمت بھی۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ  
 اے میرے بندو! اگر تم مجھے جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا  
 رحمت والا کرم فرمانے والا ہے کہ اُس نے اپنے رسول 'رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ  
 کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ مصنوع ہیں کہ دست قدرت کو بھی  
 اُن پر ناز ہے۔ بلاشبہ یوں سمجھو کہ ایک اعلیٰ درجہ کا کارنگہ کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس



نے فلاں ثمارت بنائی ہے یا قابل استاد کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں شاگرد کو قابل بنایا۔ اگر میری قابلیت علمی دیکھنا ہے تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھو کہ میرے علم و ہنر کا نمونہ ہے۔ دست قدرت بھی آج اس انوکھے اور نرالے بندہ خاص پر ناز فرماتا ہے کہ اگر میری قدرت 'میرا علم' میری سخاوت 'میرا کرم' غرض کہ میری تمام صفات کا اظہار کرتا ہے تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی، لیکن اگر زمین شیشہ میں سورج کا عکس لیا جائے اور اس شیشہ میں نظر کی جائے تو جمال آفتاب نظر آتا ہے۔ یہ ذات پاک بھی قدرت الہی دیکھنے کا گہرے رنگ والا شیشہ ہے۔ اس کو دیکھا تو رب تعالیٰ کی صفات کو دیکھا۔ اگر کوئی رب تعالیٰ کی ذات و صفات کو زمین و آسمان کے ذریعہ جانے وہ مؤجد ہے مگر مومن نہیں۔ اگر رب تعالیٰ کو پہچانا ہو تو یوں پہچانو کہ رب وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ لہذا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مظہر ہیں اور معرفت الہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ حضور ﷺ 'اللہ تعالیٰ کا نور ہیں کسی کے بجائے سمجھ نہیں سکتا۔

یہ نور نبی نور خدا ہے واللہ جو دیکھتا ہے کہتا ہے واللہ واللہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و شان کبریائی اور اپنے نبی مکرم ﷺ کے مقام رفیع اور منصب عالی کا ذکر فرمایا ہے کہ انھیں یہ منصب رسالت پر فائز کرنے والا میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سارے رسول بھیجے ہیں لیکن اس رسول کو جو نسبت ہے اس کی شان ہی نرانی ہے۔ برقی غضب بن کر باطل کو خاکستر کرنے کے لئے نہیں آیا، بلکہ ابر رحمت بن کر بیاسی دنیا کو سیراب کرنے کے لئے آیا ہے۔ اے کفار! تم نے میرے محبوب کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ منادینے پر اصرار کیا۔ اس ورق سے تو تم نے محو کر دئے لیکن لوح محفوظ عرش و کرسی کے بلند نگروں 'جنت کے ایوانوں اور اہل ایمان و محبت کے دلوں پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہیں گے' وہاں سے تم نہیں مٹا سکتے۔

مٹ گئے ملتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء حیرے نہ مٹا ہے نہ مٹنے کا کبھی جہ چا تیرا



### وحدت و توحید میں فرق :

اللہ تعالیٰ کی یکمائی کا اقرار اگر واسطہ رسالت کے بغیر ہو تو وہ وحدت کہلاتی ہے مثلاً اپنی عقل و فہم اور سمجھ و بصیرت سے خدا کو ایک جانا جائے۔ وحدت عقیدہ توحید میں اس وقت بدلتی ہے جب زبان رسالت پر یقین کرتے ہوئے اس کی یکمائی کو مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ واسطہ رسالت کے بغیر اقرار وحدت کو قرآن مجید منافقت قرار دیتا ہے :

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ ۚ رَأَيْتُ الْمُنَافِقِينَ يَصُطُّونَ عَنْكَ صُطُوتًا﴾ (النساء/ ۶۱) اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اللہ کی نازل کردہ کتاب کی طرف اور رسول کی طرف تو تم دیکھو گے منافق تم سے من موز کر پھر جاتے ہیں۔

اے حبیب ! آپ دیکھیں منافقین (میری کتاب کی حاکمیت کے سامنے جھکنے سے نہیں گھبراتے) بلکہ صرف آپ کی بارگاہ میں آنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ شاید واسطہ رسالت کے بغیر ہمارا دعویٰ توحید شرف قبولیت پائے گا حالانکہ واسطہ رسالت کے بغیر ان کا یہ دعویٰ توحید مردود ہے اور ان کا ایمان بالتحید ایمان نہیں بلکہ منافقت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر زبان ناطق ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پیارے ہم چاہتے ہیں کہ توحید کا مضمون بیان کرنے کے لئے وہ زبان استعمال ہو کہ جو کچھ اس سے نکلے میری ہستی پر دلالت کرے۔ فرمایا ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پیارے ! فرمادے کہ وہ اللہ ایک ہے کیونکہ میرے ایک ہونے کا مضمون اتنا بلند ہے کہ اس کی ادائیگی کا حق میری زبان سے ہی ادا ہو سکتا ہے۔ یوں تو جاننے والے اپنی فہم سے مجھے ایک جانتے رہیں گے لیکن آپ (ﷺ) اپنی زبان سے فرمادیں کہ میں ایک ہوں۔ سننے والے آپ (ﷺ) کی زبان سے سن کر آپ (ﷺ) کو مان کر مجھے ایک جانیں گے تو پھر وحدت توحید بن جائے گی۔ گو یا عقیدہ توحید وجود میں آتا ہے جب اس کے ایک ہونے کی معرفت زبان رسالت ﷺ سے ہو۔



اگر اپنی عقل پر اعتماد کرنے کی بجائے اُسے اس لئے رب مانتے ہیں کہ زبان نبوت نے اعلان کر دیا۔ اس کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ جن میں نبوت اُس کے سامنے جھک گئی تو پھر ان کے ممکنے کا امکان اور شائبہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی توحید کے بیان میں سب سے پہلے لفظ 'قُلْ' کہا کہ پیارے اپنی زبان سے کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے اس لئے اگر تو نہ کہے تو کوئی میرے ہونے کی خبر کس طرح پائے پھر میرے ایک ہونے کی سند کس طرح پائے۔ آج تک کسی نے مجھے دیکھا تک نہیں۔ کسی نے میرا کلام سنا تک نہیں۔ کسی نے میرے جلال کا عالم حسی میں مشاہدہ نہیں کیا۔ کسی نے میرے کمال کا روبرو آنکھوں سے نہیں دیکھا تو جو کوئی مجھ سے واقف نہیں براہ راست مجھے ایک کیسے مانے گا۔ اس لئے کہ میں تو غائب ہوں کا بھی غائب ہوں اور جو چیز غائب ہو اس پر ایمان کبھی نہیں لایا جاسکتا۔ اس پر ایمان جب ہی لایا جاسکتا ہے جب کوئی ایسی ہستی خبر دے جو اس غائب سے مطلع ہو۔

### حقیقتِ شرک : ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب عبادت واستعانت اور شرک کی جاہلانہ تفریح۔ وہ تمام آیات قرآنی جو شرکین مکہ اور کفار عرب کے حق میں نازل ہوئیں سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بد مذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب۔۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

### عہدیتِ مصطفیٰ ﷺ : اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید عالم حضور نبی کریم ﷺ کو جن

کمالات و امتیازات سے نوازا ان میں سب سے بڑا امتیاز و کمال عہدیت کا مقام ہے۔ کتاب میں نہایت مستند و مدلل انداز میں قرآن و حدیث کی روشنی میں حضور رحمة للعالمین سید المرسلین نبی مکرم ﷺ البشر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ عہدیت، حقیقتِ مقامِ عہدیت، مقامِ عہدیت و رسالت، شانِ عہدیت و عہدیتِ حضور ﷺ کی خلقت اور عبادت میں اولیت کو بیان کیا گیا ہے۔



## حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ توحید

شرکاء نہ عقائد سے متعفن ماحول میں ایک جاہل اور قاہر حکمران کے دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انہیں ایسا ذہن و سماجیت فرمایا جس نے آپ کے گم کردہ راہ اہل وطن کے بھولے معبودوں کا طلسم توڑ دیا۔ جب پہلی دفعہ چمکتا ستارہ نظر آیا تو آپ نے اپنے دل سے پوچھا کیا یہ میرا خالق ہے؟ جب وہ ڈوب گیا تو آپ اپنے فہم خدا داد سے اس حقیقت کو فوراً پا گئے کہ جو ڈوب جایا کرتا ہے وہ خداوند برحق نہیں ہوا کرتا۔ پھر چودہویں کا چاند نظر آیا جس کی صوفیائوں سے سارا عالم متور ہو رہا تھا تو آپ نے اپنے آپ سے استفسار کیا؟ کیا یہ میرا رب ہے؟ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اس راز کو پالنے میں انہیں ذرا دیر نہ لگی کہ جو غروب ہو جائے جسے خود قرار نصیب نہ ہو وہ کائنات کا خالق و مالک نہیں ہو سکتا پھر آفتاب عالم تاب کی روشن کرنوں نے آپ کے دامن توجہ کو اپنی طرف کھینچا تو اس کے بارے میں اپنے دل سے سوال کیا کہ یہ تو پہلے دونوں سے بڑا بھی ہے اور روشن تر بھی کیا یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب چند گھنٹے اپنی ضیاء پاشیوں کی بہار دکھانے کے بعد وہ بھی افق کے اندھیروں میں گم ہو گیا تو آپ نے پورے یقین سے اس کی خدائی کا انکار کر دیا ﴿قَالَ يَنْقُومُ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ آپ نے فرمایا اے میری قوم! میں جزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک سمجھتے ہو۔ (الانعام: ۷۸) اور اعلان کر دیا ﴿إِنِّي وَجْهَتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا﴾ بے شک میں نے پھیر لیا ہے اپنا رخ اس ذات کی طرف جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو یک سو ہو کر (الانعام: ۷۹)

میرا خدا تو وہ ہے جو ان تمام انوار کے سرچشموں کو پیدا کرنے والا اور ان کو روائے نور پہنانے والا ہے۔

دنیا کے دوسرے آدمیوں کی طرح اپنی رعایا کے رزق کے جملہ وسائل کو ضرور دیکھتے



قبضہ میں لئے ہوئے تھا جو اس سے رزق کی بھیک مانگتا تو پہلے وہ اس سے اپنی خدا کی کا اقرار کراتا تب ان کو بخشنے کا حکم دیتا۔

علامہ ابن جریر طبری زید بن اسلم سے نقل کرتے ہیں۔

دنیا میں سب سے پہلا جاہل (آمر مطلق) نمرود تھا۔ لوگ اس کے پاس حاضر ہوتے وہ ان کے کاسے گدا کی میں کچھ ڈال دیتا۔ ایک روز ایسے لوگوں کی معیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تشریف لائے جو ابھی نوخیز جوان تھے۔ جب روزی کے طلب گار جھولیاں پھیلائے اس کے سامنے حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا۔

مَنْ رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار کون ہے؟

قَالُوا أَنْتَ تو وہ کہتے کہ تو ہمارا رب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی باری پر اس کے سامنے آئے تو اس نے آپ سے بھی یہی سوال پوچھا کہ مَنْ رَبُّكَ آپ نے بر ملا جواب دیا رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

نمرود نے کہا یہ میری صفت ہے جس کو میں چاہتا ہوں زندہ چھوڑ دیتا ہوں اور جس کو چاہوں موت کی نیند سلا دیتا ہوں قَالَ أَنَا أَحْيِي وَأُمِيتُ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ کہ میرا خدا سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اسے مغرب کی طرف سے طلوع کر کے بتا۔

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ تو کافر مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خالی ہاتھ واپس کر دیا۔ آپ واپس گھر لوٹے تو مٹی کے ایک ڈھیر کے پاس سے آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے اپنی چادر میں اس ڈھیر سے کچھ مٹی ہاندھ لی تاکہ چادر میں کچھ بندھا ہوا دیکھ کر گھر والوں کو اطمینان ہو جائے آپ نے ٹھٹھری رکھی اور سو گئے آپ کی اہلیہ نے اسے کھولا۔ اُس میں مٹی نہیں تھی بلکہ بہترین قسم کی گندم تھی۔ اُسے ڈیساروٹی پکائی آپ جاگے تو روٹی پیش کی۔ آپ اُسے دیکھ کر اپنے رب کی قدرت اور اس کی عنایت پر اس کا شکر ادا کرنے لگے۔ (تاریخ طبری جلد اول)



آپ اپنی قوم کو بے انتہا سمجھاتے کہ ان بے بس اور بے اختیار بتوں کو چھوڑ دو اور اس کی عبادت کرو جو معبود حقیقی ہے لیکن آپ کی باتیں ان کی سمجھ سے بالاتر تھیں وہ انہیں سمجھ نہ سکتے اور اپنی ضد پر اڑے رہتے۔ آپ نے ان کے بتوں کی بے بسی کو آشکارا کرنے کے لئے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا جس نے ان سب کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا۔ ایک دفعہ ان کا قومی جشن تھا۔ بڑے صنم کدہ کو بڑی شان و شوکت سے سجایا گیا تھا۔ چھوٹے بڑے بتوں کے سامنے لذیذ اور تازہ مٹائیوں کے قہال بھر کر رکھ دیئے گئے تھے ساری قوم ہادیمش دینے کے لئے شہر سے باہر کسی کھلے میدان میں جمع ہو گئی بت کدہ اپنے پہاڑیوں اور پروبتوں سے خالی ہو گیا تو حیدالہی کا سب سے بڑا علمبردار ہر قسم کے خوف و ہراس سے اپنے دل کو پاک کر کے اپنے خالق کی تائید و نصرت پر بھر و سر کئے ہوئے بتوں کی خدا کی کا جنازہ نکالنے اور ان پر ضرب کاری لگانے کے لئے بت کدہ میں داخل ہوا ایک وزنی اور تیز کلہاڑا ان کے ہاتھ میں تھا۔ ان چھوٹے خداؤں پر آپ حقارت بھری نظر ڈالتے ہیں کسی کا کان، کسی کی ناک، کسی کا بازو، کسی کی ٹانگ کاٹتے چلے جاتے ہیں۔ آخر میں ان کے سامنے رکھی ہوئی مٹائیوں کے قہال اٹھا کر بڑے بت کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور کلہاڑا اس کے کندھے پر سجا دیتے ہیں۔ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد واپس تشریف لاتے ہیں اور کفر کی طاغوتی قوتوں کے رد عمل کا سامنا کرنے کے لئے قوم کی واپسی کا انتہار کرنے لگتے ہیں۔ شام کو جب بت کدے کے خدمت گار اور پروبت واپس آتے ہیں اور اندر داخل ہوتے ہیں تو اپنے بتوں کی یہ حالت دیکھ کر ان پر سخت کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح چشم زدن میں سارے شہر میں پھیل جاتی ہے ایک حشر بپا ہو جاتا ہے۔ اپنے خداؤں کی یہ درگت دیکھ کر ان کے حواس باختہ ہو جاتے ہیں مجرم کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے نظریات سے کون وقف نہ تھا فوراً ذہن ان ہی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور سوال ہوتا ہے کہ:

﴿مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (الانعام/ ۵۹)

ہمارے بتوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے۔ بیشک وہ بہت بڑا ظالم ہے۔



﴿قَالُوا صَبِغْنَا فَتَى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ﴾ کہنے لگے ہم نے ایک جوان کے بارے میں سنا ہے کہ وہ ان کا ذکر کرتا رہتا ہے اور اس کا نام ابراہیم ہے۔ (الانبیاء/ ۶۰)  
 نمرود اور اس کے اعمیاء مملکت کو بھی اس حادثہ فاجدہ کی اطلاع مل جاتی ہے شاہی فرمان جاری ہوتا ہے۔

﴿فَاتُّوا بِهِ عَلَى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ﴾ (الانبیاء/ ۶۱) کہنے لگے پھر پکڑ کر لاؤ اسے سب لوگوں کے روبرو شائد وہ اس کے متعلق کوئی شہادت دیں۔  
 آپ کو پکڑ کر لایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے۔

﴿ثَانَتْ فَعَلْتَ هَذَا بِالْهَيْتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ﴾ (الانبیاء/ ۶۲)  
 کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ اے ابراہیم! تو نے یہ حرکت کی ہے۔  
 آپ نے فرمایا اے عقل کے اندھو! مجھ سے کیا پوچھتے ہو کیا تم دیکھتے نہیں سارے مصیبتی کے قتال بڑے بت نے ان کے سامنے سے اٹھا کر ان پر خود قبضہ کر لیا ہے۔  
 کلہاڑا آلہ جرم اس کے کندھے پر اب بھی موجود ہے۔ اسی نے ان کی یہ درگت بنائی ہوگی!  
 مجھ سے کیا پوچھتے ہو اس سے پوچھو۔ وہ اگر حقیقت سے پردہ اٹھا سکتا ہے تو اٹھا دے گا۔  
 ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ﴾ کے جواب کی کاٹ اس کلہاڑے کی ضرب سے بھی ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ کچھ دیر دم بخود ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔

﴿ثُمَّ نَكْسُوا عَلَى رُءُوسِهِمْ﴾ آخر کار یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔  
 ﴿لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطَلِقُونَ﴾ اے ابراہیم! آپ جانتے ہیں کہ یہ نہیں بول سکتے۔  
 (الانبیاء/ ۶۵)

ان کے ہاں بت پرستی اگر عقیدہ کا مسئلہ ہی ہوتا تو اس روز کے بعد شائد ان میں سے کوئی ایک بھی ان بتوں کو خدا مانتے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ لیکن یہاں نمرود کے سیاسی مفاد پر زور پڑ رہی تھی اس کا تحت شاہی ڈولنے لگا تھا اس نے فوراً اپنے آمرانہ اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے آتش کدہ بھڑکانے کا حکم دیا حکم شاہی کی فورا تعمیل کی گئی۔ آپ کی منگیلیں کس دی گئیں آپ کو تنہیق میں باندھ کر آتش کدے میں پھینکنے کے منصوبے کو آخری شکل دی جانے لگی۔



عالم بالا میں شور مچ گیا۔ فرشتوں نے عرض کی الہی! اے قادر مطلق! کیا تیرے اس بندے کو یوں بھڑکتے شعلوں کی نذر کر دیا جائے گا۔ کیا تو حید کا یہ چراغ بھی گل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے حضرت جبرئیل امین بارگاہِ ظلیل میں حاضر ہوئے اور اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا ﴿أَمَّا إِلَيْكَ فَلَا﴾ مجھے تیری امداد کی ضرورت نہیں۔ پھر عرض کیا اپنے رب سے دعا ہی مانگو فرمایا ﴿كَفَنَاسِي وَعَلَّمَهُ بِخَلْقِ مِنْ سُؤَالِي﴾ جب وہ میرے حالات کو جانتا ہے تو پھر سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب آپ کو آتشِ کدہ میں پھینکا گیا تو اب وہاں آگ کے سرخ انگارے نہیں تھے بلکہ گلاب کے پھولوں کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ بھسم کرنے والے شعلے نسیمِ صبح بہار میں تبدیل ہو گئے۔ اتنے بڑے معجزہ کو دیکھنے کے باوجود نمرود ایمان نہ لایا بلکہ آپ کی اذیت رسائی میں اضافہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک حقیر پتھر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ (پارہ ۱ طبری۔ جلد اول انبیاء علیہ السلام۔ جلد اول)

ملکِ تحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

## جماعتِ احمدیہ کا فریب : جماعتِ احمدیہ کا نیا دین

### احمدیہ اور شیعہ مذہب

احمدیہ دو روہنید کا ایک نہایت حق پر فتن بدعتیہ و بدعت گرد و وحشت ناک اور بدعتی فرقہ ہے۔ اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے انگریزوں نے جاگیرِ مناصب اور فوجی دے کر اس باطل فرقے کے ہاتھ میں آزادیِ مذہب اور عدم تقلید کا جھنڈا اٹھا دیا تھا۔ احمدیہ کا بنیادی مقصد اسلامی اقدار و نظریات و افکار اور صحابہ کرام تابعین عظام، محدثین طہ، فقہائے ائمہ، اولیاء اللہ، ائمہ دین، مجتہدین و مجددین اسلام اور اسلاف صالحین کے خلاف اعلانِ بغاوت ہے۔ تفسیرِ بارائے احادیث مبارکہ کی من مانی تفسیر، خود ساختہ عقائد و مسائل، انکارِ حق اور انکارِ رسول و عظم سیدنا ابیہ خنیفہ نعمان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے ادبی و تکبر اس فرقہ کا خصوصی وصف ہے۔

مذہبِ احمدیہ کے خصوصی عقائد و مسائل اور پوشیدہ رازوں سے واقفیت کے لئے مندرجہ بالا چیزوں کا مطالعہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔



## اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق ہے

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ جَنِينَ نِّثًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (بقرہ/۲۹) وہی اللہ ہے جس نے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب پھر قصد فرمایا آسمانوں کی طرف تو ٹھیک سات آسمان بنائے۔ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کے شرف اور اس کی عظمت کو بیان فرما رہا ہے کہ زمین اور اس کے حکم میں یہاں بے پایاں اور بیش قیمت خزانے لہلہاتے ہوئے کھیت اور ریلے اور ریلیں پھلوں سے لدے ہوئے سرسبز باغات اور نچے پھاڑ اور گہرے دریا رنگ برنگ پرندے اور گونا گوں گوں چوپائے یہ سب کچھ انسان کی خدمت گزاروں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اسے چاہئے کہ ہر چیز کو اپنے تصرف میں لائے۔ اس سے فائدہ اٹھائے اور اپنی خدمت لے۔ لیکن جادہ حق سے جھکے ہوئے انسان کی ہستی کا کیا کہنا کہ اس نے مخدوم ہوتے ہوئے اپنے چاکروں کو اپنا مطلوب بنایا بلکہ بعض نے تو انہیں خدائی تخت پر بٹھایا اور ان کو اپنا مخدوم اور مطاع بنا کر ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی بے انصافی کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ اس آیت میں انسان کو اپنے بلند مقام سے آگاہ کیا اور اس خود فراموش کو جھجھوزا تا کہ وہ اپنے چہرہ سے ذلت و رسوائی کی گرد صاف کرے۔

﴿بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (الانعام/۱۰۱) موجد ہے آسمانوں اور زمین کا کیوں کر (کیسے) ہو سکتا ہے اس کا کوئی لڑکا حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی اور پیدا فرمایا ہے اس نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

بدیع اس پیدا کرنے والے کو کہا جاتا ہے جس نے کوئی نمونہ سامنے رکھے بغیر کسی چیز کو پیدا کیا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اسی نے آسمان اور زمین کو بغیر کسی سابقہ



مثال اور نمونہ کے تخلیق فرمایا۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اس کی مخلوق ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف عبودیت اور بندگی کا ہی رشتہ ہے 'فرزندگی یا قرابت کا کوئی رشتہ نہیں۔ کیونکہ جس نے محض اپنی قدرت سے زمین اور آسمان کو پیدا کر دیا اسے اب بیٹوں اور دوسرے رشتہ داروں 'سہاروں کی ضرورت نہیں۔ اور اگر تم اپنے اجد پنے سے اس کی اولاد بنانے پر مصر ہو تو پہلے یہ بتاؤ کہ اس کی بیوی کون ہے؟ جس کے طعن سے اس کی یہ اولاد ہوئی اور جب اس کی بیوی ہی نہیں تو اولاد کہاں سے آگئی؟

ان بے وقوفوں نے یہ نہ سمجھا کہ اولاد نسل کی بھاکے لئے ہوتی ہے۔ جو خود باقی ہے اُسے نسل کی کیا حاجت۔ دیکھو چاند سورج 'تارے قیامت تک باقی ہیں ان کی کوئی اولاد نہیں۔ تو رب تعالیٰ جو ہمیشہ ہمیشہ باقی ہے وہ اولاد والا کیسے ہو سکتا؟ اولاد وہ جو بیوی سے پیدا ہو۔ لہذا حضرت حوا 'حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹی نہیں۔ کیونکہ بیوی سے نہیں پیدا ہوئیں۔ اسی لئے وہ بیوی بنائی گئیں۔ خیال رہے کہ اولاد باپ کی جنس سے ہوتی ہے انسان کا بچہ بکری نہیں ہوتا' لہذا خالق کا لڑکا لڑکی مخلوق کیسے ہو سکتی ہے۔ یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور مخلوق اپنے خالق کی اولاد نہیں ہو سکتی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم اپنے اعمال کے خالق نہیں' ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں کہ نہ بیٹے کے دو باپ ہو سکتے ہیں نہ بندے کے دو معبود۔ معبودیت ایک ہی کے لائق ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے لہذا تم سب اسی کی عبادت کرو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' اس کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ تمہارا صرف خالق نہیں' اس نے تم کو پیدا فرما کر یوں ہی آوارہ بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ ہر دم تمہارا نگران بھی ہے حفیظ بھی تمہاری ہر ضرورت کی خبر رکھتا ہے اور پوری فرماتا ہے تم بھی ہر وقت اس کے عابد و ساجد رہو۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کا مثل ناممکن ہے وہ ہر شئی کا خالق ہر شئی کا مالک ہر شئی السموات والارض ہے یوں ہی حضور ﷺ کا مثل ناممکن ہے نہ خدا وہ ہو سکتے ہیں نہ مصطفیٰ ﷺ وہ ہو سکتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ ساری مخلوق میں اول ہیں: اول ما خلق اللہ نوری اور سارے نبیوں کے بعد ہیں' خاتم النبیین۔۔۔ سارے عالم کے لئے رحمت ہیں' سارے



انسانوں کے شفع ہیں کہ بعض شفاعتیں نبیوں کے لئے ہیں اور بعض شفاعتوں سے کفار بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ سارے عالم کی اصل ہیں یہ اوصاف قدود (گفتی و شمار) کے لائق نہیں۔ حضور شیخ الاسلام امام المسکین رئیس المتکلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی دہلوی فرماتے ہیں:

وہ میری جان بھی جان کی جان بھی میرا ایمان بھی روح ایمان بھی

مہبط وحی آیات بھی اور قرآن بھی روح قرآن بھی  
 ہو ترا مثل کوئی بھی اور کہیں رب نے رکھا نہیں اسکا امکان بھی  
 کوئی مثل ان کا ہو کس طرح وہ ہیں سب کے مبتداء و منجہا  
 نہیں دوسرے کی یاں جگہ کہ یہ وصف وہ کو ملا نہیں

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے ہر ماسوئی اس کا بندہ ہے مگر بندے بندے میں فرق ہے ہم لوگ ایسے بندے ہیں کہ ہم کو اس پر ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے مگر حضور ﷺ کے ایسے بندے ہیں کہ دست قدرت کو ان کی بندگی پر ناز ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ میرے بندے ہیں۔

﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ (سورہ النعام/۱۰۲) خالق وہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار جس اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

اے مومنوں عبادت کرو کہ پرہیزگار بن جاؤ اے پرہیزگار و عبادت کرو کہ اخلاص اختیار کرو اے مخلصو عبادت کرو کہ قرب الہی میں ترقی کرو اے غریبو عبادت کرو کہ نماز و روزہ کی پابندی کرو اے امیر و عبادت کرو کہ حق و زکوٰۃ دو اے بند و عبودیت کرو کہ میری رضا پر صابر و شاکر رہو کبھی میری شکایت نہ کرو۔ حضور ﷺ کی جسمانی اداؤں کا نام ہے عبادت۔۔ قلبی اداؤں کا نام ہے عبودیت۔۔ اللہ تعالیٰ نے حقوق کو پیدا فرما کر یوں ہی بے یار و مددگار نہ چھوڑ دیا بلکہ وہ ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ کا حافظ اس کا مثالی اس کا نگہبانی فرمانے والا ہے کہ ہر وقت ہر چیز اور اس کی ہر ضرورت کی خبر رکھتا ہے (روح المعانی، خازن)



ہم اسے بھول جائیں مگر وہ ہم کو نہ بھولتا ہے نہ چھوڑتا ہے۔ خیال رہے کہ حقیقی نگہبان صرف رب تعالیٰ ہے مجازی نگہبان بہت سے بندے ہیں۔ چنانچہ فوج ملک کی نگہبان پولیس شہر کی نگہبان فرشتے ہمارے نگہبان ﴿وَيُؤَيِّسُ لَّكُمْ حَفِظَةً﴾ (الانعام/۶۱) اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔۔۔ یہاں حقیقی نگہبانی مراد ہے۔ سب کے رزق، موت، عمل، اجل سب اس کی نگہبانی میں ہیں اس کے باوجود ہم کو حکم ہے کہ کفار سے بچاؤ کے اسباب اختیار کرو۔ مصیبت کے وقت حکام، حکیم کے پاس جاؤ کیونکہ یہ لوگ رب تعالیٰ کی نگہبانی کے مظہر ہیں۔ ایسے ہی ضرورت کے وقت حاجت روائی کے لئے نبی ولی کے دروازے پر جانا ضروری ہے توکل کے خلاف نہیں۔

مسئلہ: اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز کا خالق و رب ہے مگر ادب یہ ہے کہ اس کو اعلیٰ بندوں کی نسبت سے یاد کیا جائے یہ کہو یا رب محمد ﷺ یہ نہ کہو کہ یا رب الشیطان کہ اس میں سخت بے ادبی ہے۔

مسئلہ: اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حافظ و وکیل ہے مگر اس کے باوجود ہم کو بھی اپنی حفاظت و غیرہ کا حکم ہے مجازی مددگاروں کی مدد و حقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی مدد ہے خلاف توکل نہیں۔

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾ (التخل/۴)

اس نے پیدا فرمایا انسان کو نطفہ سے پس اب وہ بر ملا جھگڑالو بن گیا ہے۔

یہ حضرت انسان جس کے حسن و کمال کے سامنے چاند اور پھول نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں جس کی ہیبت سے جنگل کے شیر لرزہ براہد ام ہیں جس کی تسخیری قوتیں اب ستاروں پر کندیں ڈال رہی ہیں۔ اس کا اصل کیا ہے؟ پانی کی ایک بوند یہ رعنائی و دلبری یہ زور و مندی یہ قلب اور یہ دماغ کیا اس ایک قطرہ میں سوئے ہوئے تھے۔ جس ہستی نے ان حیرت انگیز گونا گوں صلاحیتوں کو یوں سمیٹا اور پھر جس طرح ان کو پھیلا یا اور ان کی نشوونما کی اس کے آستانہ عظمت پر سر نہ جھکایا جائے تو کہاں جھکایا جائے؟ لیکن یہ انسان نہ اپنے اصل میں غور کرتا ہے اور نہ اس مربی کریم کے لطف و کرم کا اعتراف کرتا ہے بلکہ اس



سے اور اسکے فرستادوں سے بات بات پر الجھتا ہے اور جھگڑتا ہے۔ ایک دن ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کیا آپ اس ہڈی کے متعلق ہمیں کہتے ہیں کہ اسے پھر زندہ کیا جائے گا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے تو یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر مظہری)

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۚ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝﴾  
(الفرقان/۵۴) اور وہ وہی ہے جس نے پیدا فرمایا انسان کو پانی (کی بوند) سے اور بنا دیا اسے خاندان والا اور سسرال والا۔ اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔

ان دلائل کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے جو انسان کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ پہلے بتایا کہ اپنے خور و ہونے اور قیامت بلند پر اترانے والے ذرا دیکھ ہم نے تجھے پانی کی ایک بوند سے پیدا کیا ہے۔ کہاں وہ قطرہ آب اور کہاں یہ حیرا حسین و جمیل سراپا۔ یہ تہذیبی اور یہ تدریجی ارتقاء کس کی حکمت کاملہ کی شہادت دے رہا ہے۔ ذرا مزید غور کرو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صنف ہی (مرد یا عورت) پیدا نہیں کیا بلکہ دونوں کو پیدا فرمایا۔ دونوں کے ظاہری اعضاء میں واضح اختلاف ہے ان کے ذہنی رجحانات اور قلبی احساسات و جذبات میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن اس میں تفاوت کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے لئے جزو لاینفک ہیں۔ مرد اپنی ساری قوتوں کے باوجود نامکمل ہے عورت اپنی تمام لطافتوں کے باوجود ادھوری ہے۔ دونوں مل کر ایک مکمل وحدت بنتے ہیں۔ یہ وحدت بانجھ نہیں بلکہ کثیر التعداد وحدتوں کا سرچشمہ ہے۔ ان کے ہاں بچیاں بھی ہوں گی اور بچے بھی۔ کسی کے یہ سسرال نہیں گے اور کوئی ان کے بچوں کے سسرال ہوں گے۔ باہمی رشتے ہوں گے قرابتیں بڑھیں گی۔ اس طرح ایک انسانی معاشرہ معرض وجود میں آئے گا۔ جس کا ہر فرد دوسرے افراد سے محبت و پیار شفقت و احترام کے رشتوں سے بندھا ہوا ہوگا ﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾ فرما کر اپنے قادر مطلق ہونے کی تصدیق فرمادی۔

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾



(الانبیاء/ ۳۳) اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہر ایک اپنے اپنے گھیرے (مدار) میں تیر رہے ہیں (گردش کر رہے ہیں)۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّكُمْۖ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرَدُّ اِلٰی اَزْدٰلِ الْغُمْرِ لِكَيْ لَا يَتَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًاۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌۙ﴾ (الحمل ۷۰) اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرے گا۔ اور تم میں سے کوئی (طویل زندگی کے سبب) نہایت ناقص اور نا کارہ عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے کہ (قوت حافظہ کے ضعف کے سبب) جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت علم والا بڑی قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان گونا گوں نفع رساں چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اے انسان تیرا بھی وہی خالق ہے اگر مظلما ہر فطرت میں غور کرنے کی فرصت نہیں تو کم از کم اپنے آئینہ میں تو اس کی قدرت کی کرشمہ کاریوں کا مشاہدہ کر۔ جب تو پیدا ہوا تھا تیرا کیا حال تھا تیری جسمانی اور دماغی قوتوں میں کس طرح آہستہ آہستہ ترقی ہوتی تھی یہاں تک کہ تم نے شباب کی منزل میں قدم رکھا پھر آہستہ آہستہ تمہاری قوتوں میں انحطاط شروع ہوا یہاں تک کہ تم کمزور بن گئے اور سنجیدگی رخصت ہوئی، عقل و خرد نے ساتھ چھوڑ دیا، قوت و طاقت کی جولانیاں بھولی، بھری کہانیاں بن گئیں، آنکھوں کے چراغ دھندلا گئے۔ کانوں کی سماعت میں فرق آ گیا۔ ایک ایک کر کے سارے دوست اور سسر زبیت کے ساتھی رخصت ہو گئے۔ چلنے پھرنے کی طاقت بھی سلب ہو گئی اور کروٹ بدلنے کے لیے بھی کسی کے سہارے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ جس نے جھپٹ بچپن کی ناتوانی سے جوانی کی شیر آغلن قوتوں تک پہنچایا اور وہاں سے اتار کر بڑھاپے کے بستر پر لٹا دیا کیا وہ ہر چیز پر قادر نہیں؟

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍۭ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰی بَطْنِهٖۭ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰی رِجْلَيْنِۭ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰی اَرْبَعٍۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌۙ﴾ (النور ۴۵) اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ تو ان میں سے بعض اپنے پیٹ کے بل رینگتے ہیں۔ اور بعض دو پاؤں پہ چلتے ہیں اور بعض چار پاؤں پہ چلتے ہیں۔



اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔  
یہ گونا گوں مخلوق جو تمہیں دکھائی دے رہی ہے یہ سب ایک قطرہ آب سے پیدا کی گئی ہے۔  
ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو پیٹ کے بل زمین پر رہتے ہیں بعض دو ٹانگوں (انسان اور  
پرندے) اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ ہر ایک اپنی ہیئت اور خصوصیات سے اللہ تعالیٰ  
کی وحدانیت اور اس کی پاکی کی گواہی دے رہا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ يَجْعَلُكُمْ أَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ  
وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَمَا يُعْتَرُ مِنْ مُّغْتَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ  
ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ (فاطر ۱۱) اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر پانی کی  
بوند سے پھر تمہیں بنایا جوڑے جوڑے اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی عورت اور نہ بچہ جنم لیتا ہے لیکن  
سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اور لمبی زندگی دیجاتی ہے کسی طویل العمر کو اور نہ کم رکھی  
جاتی ہے کسی کی عمر مگر (اسکی تفصیل) لوح محفوظ میں درج ہے بیشک یہ بات اللہ تعالیٰ کیلئے  
بالکل آسان ہے۔

تمہارے آغاز آفرینش سے تمہارے سفر حیات کے اختتام تک کے تمام حالات سے  
اللہ تعالیٰ تفصیلاً آگاہ ہے اور تمام جزئیات اور تفصیلات لوح محفوظ میں درج کر دی گئی ہیں۔

﴿الَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَآخَرَ جَنًّا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا  
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَعَرَايِبُ سُودٌ وَمِنَ النَّاسِ  
وَالْدَوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾  
(فاطر ۲۸) کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ذریعہ ہم  
طرح طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور پہاڑوں کے حصے بھی  
مختلف رنگ کے ہیں۔ کوئی سفید، کوئی سرخ، مختلف رنگوں میں کوئی شوخ، کوئی مدھم  
اور بعض خوب سیاہ اور آدمیوں جانوروں اور چوپایوں کے رنگ بھی اسی طرح جدا جدا ہیں۔  
اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف وہی لوگ اس سے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔



اللہ تعالیٰ کی یو قلمونیوں کا ذکر فرمایا چار ہا ہے ایک زمین ہے اور ایک ہی پانی لیکن پھلوں کی قسمیں گئی ہی نہیں جاسکتیں۔ رنگ 'ذائقہ اور مہک سب کی الگ الگ' خصوصیات اور اثرات بھی ایک دوسرے سے یکسر جدا جدا۔ اس یکسانی میں ایسی نیرنگی حکمت ربانی کی کتنی بڑی دلیل ہے۔ مختلف پہاڑوں کی بناوٹ ان کی بلندی و پستی میں قدرت ربانی کے صد ہا جلوے نظر آ رہے ہیں ذرا ان کے رنگوں کو ملاحظہ فرمائیے 'کہیں تو ہاکل سفید و صاری چل گئی ہے کہیں رنگت سرخ ہے اور سرخی بھی ایک جیسی نہیں۔ اس رنگ میں بھی کئی رنگ ہیں کوئی ہلکا سرخ' کہیں گلابی مائل اور کہیں سیاہ ہے تو ایسا سیاہ کہ بس حد ہی ہو گئی۔

پہاڑوں کا اپنا رنگ ہے لیکن ان کی گھاٹیوں میں سے جو راستے گزرتے ہیں ان کی رنگتیں ملحد و ملحد ہیں۔

پہاڑوں کے مختلف رنگوں کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کر کے ان معدنیات کا کھوج لگانے کی ترغیب دی گئی ہے جو ان کے شکلوں میں موجود ہیں اور مدت سے کسی جواں مرد اور باہمت انسان کی ضرب خار اشکاف کے لئے چشم براہ ہیں اور پہاڑوں کی یہ مختلف رنگتیں ان مدفون خزانوں کا پتہ بتا رہی ہیں۔ افسوس وہ قوم جسے قرآن کریم جیسی کتاب منیر عطا کی گئی تھی وہ اسے رہنمائی خلافتوں میں لپیٹ کر سو گئی اور پورپ کی وحشی قومیں اس چشمہ صافی سے اپنی کشت حیات کو سیراب کرنے میں بہت لے گئیں۔ قدرت کی قدرت آفرینیاں یہاں ختم نہیں ہو جاتیں 'مصور فطرت کا قلم انسانوں چوپایوں اور جانوروں کو مختلف رنگ آمیز یوں سے یوں آراستہ و چراستہ کر رہا ہے کہ دل کھینچے چلے جاتے ہیں' آنکھیں ہزار بار دیکھنے کے باوجود سیر نہیں ہوتیں اور یکبارہ دیگر غم کی آرزو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ خصوصاً انسان اپنے قد و قامت خدو خال صباحت و ملاحت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں 'صرف اتنا ہی نہیں اپنی باطنی قوتوں ذہنی صلاحیتوں فطری استعدادوں میں بھی ایک حیرت انگیز تنوع پیش کرتی ہیں انسانوں میں اگر یہ تفاوت نہ پایا جاتا تو عروس کائنات کے گیسو کون سنوارتا۔ ان ابق ووق صحرائوں کو چمنستان کیسے بنایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کی اعجاز آفرینیوں کا چشمی وقت نگاہ سے مطالعہ کریں گے حکمت ربانی کے نئے



نئے جلوے رونما ہوتے جائیں گے۔ انھیں اس تدبیر اور مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ایسا علم نصیب ہوگا جو انھیں یقین کی منزل تک پہنچائے گا اور وہاں سے حق الیقین کی منزل زیادہ دور نہیں۔ طلب صادق ہوگی تو توفیق کا ہاتھ بڑھے گا اور انھیں ان بلند یوں پر فائز کر دے گا جہاں حق الیقین کی روشنی ہر سو بھیلی ہوئی ہے جہاں شک و شبہ کا غبار نہیں۔ وہاں پہنچ کر انھیں اپنے رب ذو الجلال والاکرام کی معرفت نصیب ہوگی پھر جس حیثیت سے ان کے دل معمور ہوں گے ہمارے لئے اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشْلُكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (مومن/۶۷) اور وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر جے ہوئے خون سے پھر وہ تمہیں (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے بچے کی صورت میں پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر (تمہیں زندہ رکھتا ہے) کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تم ایک مقررہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور قدرت خداوندی کی کار فرمائیاں کو سمجھو (اپنے رب کی عظمتوں کو سمجھنے لگ جاؤ) (سورہ مومن)

انسان کی تخلیق کے نقطہ آغاز سے لے کر اس کی آخری منزل تک نیز وہ تمام مرحلے جہاں سے اس کی زندگی کا قافلہ گزرتا ہے ان کو بڑی عمدگی سے جان کر دیا۔ نیز یہ بھی بتا دیا کہ جس انسان کو ہم پیدا فرماتے ہیں ہم نے اس کی موت کا وقت بھی پہلے ہی متعین کر دیا ہوتا ہے کوئی بچپن میں ہی موت کی غیند سو جاتا ہے کسی کو عقوبات شباب میں پیغام اجل پہنچتا ہے اور کسی کو بڑھاپے تک پہنچنے کی مہلت ملتی ہے۔ اگر تم سمجھنے کی کوشش کرو تو اس میں اہل دانش کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (العلق/۵-۱) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو پیدا کیا جے ہوئے خون سے۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب



سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ علم عطا کیا جس کو وہ نہ جانتا تھا۔  
 انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کا شاہکار ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا  
 ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ انسان کی آفرینش کی ابتداء جسے ہوئے خون کے لوتھڑے سے کی گئی  
 ایک حقیر لوتھڑے سے اس سرِ پاکمال و جمال انسان کا پیدا کرنا اس کی شانِ کبریائی اور عظمت  
 کی روشن دلیل ہے نیز انسان کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیا تاکہ وہ گھمنڈ اور غرور کا شکار  
 ہو کر اپنے خالق کا انکار اور اس کے احکام سے سربتاہی نہ شروع کر دے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ کرمی کا ایک جلوہ یہ ہے کہ اس نے قلم کو تعلیم کا واسطہ بنا دیا۔ علم کی نشر  
 و اشاعت میں قلم کا جو حصہ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ قدیم زمانہ کے علماء و فضلاء کے علوم کو اگر  
 قلم کے ذریعے صفحہِ قرطاس پر تحریر نہ کر دیا جاتا تو صد ہا سال بعد آج ہم ان سے کیونکر  
 استفادہ کر سکتے۔ اگر قلم کا واسطہ نہ ہوتا تو آج زمین کے دور دراز گوشوں میں بسنے والے  
 فضلاء کی تحقیقات اور نگارشات سے دور بسنے والے کیونکر مستفید ہو سکتے۔ یہ قلم ہی کی برکت  
 ہے کہ علم کا کارواں آج ان رفعتوں پر خیمہ زن ہے اور مزید بلند یوں کو مسخر کرنے کا عزم کئے  
 ہوئے ہے۔ جب تک قلم کا فیض جاری رہے گا علوم و فنون میں ترقی اور اضافہ ہوتا رہے گا۔  
 وہ جس طرح قلم کے ذریعہ سے علوم و معارف کی دولت سے اپنے بندوں کو مالا مال  
 کر رہا ہے وہ جب چاہتا ہے تو قلم کے سوا بھی جس کے سینے کو چاہے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ  
 بنا دیتا ہے اور بغیر کسی واسطہ کے اس کا دل علم کی روشنی سے بقعہ نور بن جاتا ہے۔

انسان کو جو کچھ سکھایا ہے اللہ تعالیٰ نے ہی سکھایا ہے۔ سارے علوم و فنون اسرار  
 و معارف و کمشافات و ایجادات اسی کے بے پایاں علم کی نہر میں ہیں۔ جتنا چاہتا ہے جس  
 کو چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو علم الاسماء  
 اسی نے تعلیم کیا۔ انبیائے کرام کے سینوں کو رشد و ہدایت کے نور سے اسی نے منور کیا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو اتنے علوم  
 سکھائے گا جن کا احاطہ عقلیں نہیں کر سکتیں (روح المعانی)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس آیت میں انسان سے



مراد محمد ﷺ ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے تین بار بھیجنے سے اپنے نبی ﷺ کو اولین و آخرین کے علوم سکھا دیے۔

## اللہ ہی سب کا رازق و پروردگار ہے

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الفاتحہ/۱) سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب (مالک سردار پالنے والا) ہے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا۔ رب مصور ہے اس کا معنی ہے تربیت تربیت عربی میں کہتے ہیں تبلیغ الشیء الی کمالہ بحسب استعدادہ الا زلی شیئاً فشیئاً (روح المعانی) کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد و فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانا۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے منعم علیہ کے اعتبار سے اعلیٰ ترین نعمت تربیت ہے اس لئے حمد کے فوراً بعد اس کا ذکر فرما کر حامد کو یاد دلایا کہ جس کی توحید کر رہا ہے وہی ہر حمد کے لائق ہے کیونکہ اسی نے تجھے ضعف و ناتوانی جہالت و بے بسی کی حالت سے نکال کر اس منزل تک پہنچایا۔ اسلام کا خدا کسی خاص قوم نسل اور وطن کا خدا نہیں تاکہ اس کی نوازشات کسی خاص قوم و نسل کے ساتھ ہی مخصوص ہوں بلکہ اس کی ربوبیت کا رشتہ کائنات کی ہر شے کے ساتھ یکساں ہے اور اسی لئے اس کے لطف و احسان کے سب مساوی طور پر حق دار ہیں بشرطیکہ وہ اس کے احکام کی بجا آوری سے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دیں (تفسیر ضیاء القرآن)

معارف اسم رب : لفظ رب کے تین معنی ہیں۔ مالک سردار پالنے والا۔ اور تینوں معنی اس جگہ درست ہو سکتے ہیں۔ مالک تو اس لئے کہ سارے جہانوں کا مالک ہونا ہمیشہ سے مالک ہونا ہمیشہ تک مالک رہنا ہر طرح مالک ہونا حقیقی مالک ہونا یہ خاص حق تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ جس کسی کو اس نے ملکیت عطا فرمائی وہ محدود ہے۔ کسی خاص وقت سے ہے کسی خاص وقت تک کے لئے ہے خاص حیثیت سے ہے



اور رب کی عطا سے ہے۔ آپ اپنے جانور کے مالک ہیں لیکن اس کی ہر چیز کے مالک نہیں۔ نہ ہمیشہ سے مالک تھے اور نہ ہمیشہ مالک رہیں گے۔ اسی طرح اور چیزوں کو بھی قیاس کر لو۔ سردار کے معنی اس لئے درست ہیں کہ سردار وہ جو بلند مرتبہ رکھے اور بیشک حق تعالیٰ سب سے بلند مرتبہ والا اور اعلیٰ ہے۔ جس کسی کو عزت اور عظمت ملی اسی کی عطا سے ملی۔ اسی لئے اس کا نام اعلیٰ عظیم اور اس کی صفت تعالیٰ ہے۔ تیسرے معنی ہیں پالنے والا۔ اس معنی میں نہایت ہی وسعت ہے۔ کس کو پالنے والا؟ کب سے پالنے والا؟ کب تک پالنے والا اور کس طرح پالنے والا۔ رب العالمین سے معلوم ہوا کہ سارے جہانوں کا پالنے والا؟ کب سے کب تک پالنے والا بھی اسی سے معلوم ہوا کہ جب سے عالم ہے اور جب تک رہے گا اس کی ربوبیت کی بارش ان پر ہوتی رہے گی۔ کس طرح پالنے والا یہ بھی اسی سے معلوم ہوا یعنی ہر طرح اور ہر نوعیت سے پالنے والا۔ اب اس کو یوں سمجھو کہ دنیا کے ظاہری پالنے والوں کی تربیت اس وقت شروع ہوتی ہے جبکہ وہ چیز پہلے بن کر آجائے اور بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور خاص قسم کی تربیت ہوتی ہے عام نہیں ہوتی اور خاص خاص کی تربیت ہوتی ہے ہر ایک کو کوئی نہیں پالتا۔ دیکھو دنیا میں سب سے بڑے پالنے والے ماں باپ مانے گئے ہیں جن کے متعلق رب تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿كَمَآ رَبَّيْنَاهُنَّ صَغِيرًا﴾ دوسروں کی تربیت ان سے کہیں کم ہے لیکن جب بچہ باپ کی پیٹھ میں ہے اور ماں کے پیٹ میں آئے نطفہ بن کر رہے۔ خون کا قطرہ بنے۔ گوشت کا لوتھڑا بنے۔ اس میں مضوہ خیرہ نہیں۔ پھر اس میں روح پیدا ہو۔ ان تمام وقتوں میں ماں باپ کو اس کی پرورش سے کوئی تعلق نہیں۔ جب خیریت سے پیدا ہو گیا تو رب ہی نے ماں کے سینے سے دودھ کی دوسری جاری فرمائیں۔ ماں نے صرف یہ کیا کہ رب کا دیا ہوا دودھ اسی بچہ کے منہ میں دے دیا۔ اسی دودھ کے پیٹ میں پکپکے کے بعد ماں پھر بے تعلق ہو گئی۔ معدے میں پہنچ کر اس کا ہضم ہونا اور بچے کا پلنا بڑھنا اس میں ماں کا کوئی تعلق نہیں پھر دودھ کا بہانہ بھی دو سال تک رہا۔ بچہ بڑا ہوا ماں نے یہ بھی بند کر دیا۔ غرضیکہ بچہ جس قدر بڑھتا گیا ماں کی پرورش تکلیفی تھی پھر ایک وقت وہ آیا کہ بچہ جوان اور ماں باپ بوڑھے



ہو گئے تو اب معاملہ الٹ ہو گیا۔ ماں خدمت کی محتاج اور بیٹا خدمت گزار اور اگر اسی دوران میں بچہ مر گیا تو پھر تو کسی طرح کا ظاہری تعلق رہا ہی نہیں، قربان اس رب العالمین کے جو ہم کو باپ کی پیچھے میں پالے۔ ماں کے پیٹ میں پالے، پیچھن جوانی بڑھاپا تندرستی بیماری ہر حال میں پالے اور سب کو پالے پھر کسی سے اس کا معاوضہ طلب نہ کرے۔ اسی لئے وہی رب العالمین کہلانے کا مستحق ہے پھر ہر طرح پالتا ہے جسم کے ظاہری اعضاء کو اور طریقے سے پرورش کرتا ہے باطنی اعضاء کی پرورش کا اور طریقہ مقرر فرمایا۔ جان کو اور طریقے سے پالا ایمان کو اور طرح سے پرورش کیا۔ پاک ہے وہ جس نے ہڈی (کان) سے سنایا چربی (آنکھ) سے دکھایا اور گوشت (زبان) سے بولنے کی طاقت دی پھر ان چیزوں کو قسم قسم کے پھلوں اور دانوں سے پرورش فرمایا۔ جس وقت جس طرح جس کو پرورش کی ضرورت تھی اسی طرح اس کو پالا۔ درختوں میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ دی تو ان کے لئے باغبان کو خدمت گزار مقرر کیا جس نے ان کو وہیں کھاؤ پہنچایا۔ بادلوں کے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم سمندر سے پانی لے کر ان کو پلاؤ غرض کہ ان کی ہر ضرورت وہیں کھڑے کھڑے پوری کی پرندوں میں حرکت کی طاقت دی لیکن روزی کمانے کی طاقت نہ دی تو ان کو حکم دیا گیا کہ تمہارے گھونسلوں میں تمہارا رزق نہ پہنچے گا تم یہاں سے جاؤ۔ کھیت میں کسان نے تمہارے لئے غلہ تیار کر رکھا ہے جاؤ اور چک آؤ وہ صبح کو بھوکے نکلے اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹے۔ حضرت انسان کو حرکت کرنے کی بھی طاقت دی اور کمانے کا بھی انہیں حکم دیا گیا کہ تم کو درختوں اور جانوروں کی طرح بغیر کمائے روزی نہ ملے گی۔ وہ مجبور ہیں اور تم مختار، گھر سے نکلو بھی اور روزی کماؤ بھی، بیچ تم ڈال آؤ، باقی بارش دھوپ وغیرہ سے تمہاری امداد ہم کریں گے۔ حضرت انسان بھی جب تک بے دانت والے نا سمجھ بچے رہے تب تک ان کو بھی دودھ پلا کر بغیر محنت کرائے پالا۔ غرض کہ ہر طرح پالنے والا ہے۔ یہ اس کی لامتناہی تربیتوں کا ایک نمونہ ہے۔

خالق اور مخلوق کی پرورش میں فرق : اگرچہ بعض بندے بعض بندوں کو ظاہری



طور پر کچھ وقت کے لئے کسی قدر پالتے ہیں اس لئے اس کو مجازاً رب کہا جاتا ہے۔ جس پر قرآن کریم شاہد ہے لیکن پھر بھی خالق کی تربیت میں بڑا فرق ہے۔ پہلا فرق یہ ہے کہ بندہ کسی کو کسی غرض کے لئے پالتا ہے خالق بغیر غرض کے اگر ماں باپ بیٹے کو پالتے ہیں تو اس لئے کہ وہ بڑھاپے میں کام آئے، والدین غریبوں کو پالتے ہیں اس لئے کہ وقت پر ہمارے کام آئیں، غرض سب اپنی اپنی غرض کے لئے ہیں، حق تعالیٰ ہی ہے جو بغیر غرض کے پالے۔ دوسرا فرق بندہ کسی کو پالتا ہے تو اس کے مال میں کمی ہو جاتی ہے وہ ختم ہونے کے خوف سے بڑی احتیاط سے کام کرتا ہے اگر آمدنی کم ہو جائے تو بہت سے نوکر نکال دیئے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے خزانے میں کبھی کمی نہیں ہوتی، اس لئے اس کی تربیت سے کوئی نکالا نہیں جاتا۔ تیسرا یہ کہ خلی بندے جب کسی کو پالتے ہیں تو اس پر احسان جتاتے ہیں اور بغیر مانگے دیتے نہیں مگر حق تعالیٰ بغیر مانگے عطا کرتا ہے وہ تو ایسا کریم ہے کہ جب ہم ماں کے پیٹے میں تھے ہم کو مانگنے کا شعور بھی نہ تھا تب وہ دے رہا تھا۔ چوتھا یہ کہ بندہ سب کو نہیں پال سکتا، گھریلو والا آدمی صرف اپنے بچوں کو پالتا ہے، بڑا آدمی صرف نوکروں چاکروں کو پالتا ہے لیکن رب سب کو پالتا ہے۔ پانچواں فرق یہ ہے کہ اور بنی لوگ زیادہ مانگنے والوں اور بہت سے سوالات سے گھبرا جاتے ہیں لیکن رب تعالیٰ وہ کریم ہے کہ اس کو بہت مانگنا پسند ہے ہر گدا اُس کے دروازے پر نئی ادا سے آتا ہے نئے نئے دیکھاتا ہے مگر وہ سب کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

**عقیدہ توحید اور عیسائیت :** عیسائی حق تعالیٰ کو اب (باپ) کہتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کو رب کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا باپ کہنا اس کی بہت بڑی توہین ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ باپ اور رب میں کیا اور کتنے فرق ہیں۔ پہلا فرق یہ ہے کہ باپ اپنے بچے کو پالنے میں اس کی ماں کا محتاج ہے کہ اس کی امداد سے پالے، رب بندوں کو پالنے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ باپ فقط جسم کو پالتا ہے رب ہر چیز کو اسی لئے باپ بیٹے کو ہوشیار ہونے کے بعد استاد اور پیر کے سپرد کرتا ہے اور عرض کرتا ہے



اتھا کام میں نے کر دیا، آگے اس کی اصلاح آپ کے ذمے ہے۔ تیسرا فرق باپ کا درجہ دینی استاد اور مرشد سے کم ہے کیونکہ باپ نے ہم کو حیوان (جاندار جسم) بنایا اور دینی استاد اور شیخ نے ہم کو باطن یعنی سمجھ بوجھ والا بنایا، نیز باپ نے ہم کو اوپر (عالم ارواح) سے نیچے (عالم اجسام) میں اتارا اور استاد اور شیخ نے پھر نیچے سے اوپر پہنچایا۔ اگر ان کا کرم نہ ہوتا تو ﴿اسفل السافلین﴾ میں جاتے نیز باپ نے فقط جسم بنایا جو کہ مٹنے والا ہے مگر استاد اور شیخ نے ایمان دیا جو باقی دولت ہے اسی لئے اگرچہ مالی حقوق میں ماں باپ، استاد سے بڑھ جائیں لیکن اطاعت اور ادب میں استاد اور شیخ والد سے بڑھ کر ہیں۔ لیکن رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ سوال ہی نہیں کیونکہ وہاں تقسیم کار نہیں۔ چوتھا فرق باپ اور بیٹے میں جنسیت اور نوعیت میں شرکت ہوتی ہے یعنی بیٹا باپ کا ہم جنس ہوتا ہے انسان کا بچہ انسان، گھوڑے کا بچہ گھوڑا، گدھے کا بچہ گدھا۔ ہمارے پیٹ میں سے جو کیڑے خارج ہوتے ہیں اسی طرح بالوں اور کپڑوں میں سے جو ٹوئیں وغیرہ نکلتی ہیں وہ ہماری اولاد نہیں کیونکہ وہ ہماری ہم جنس نہیں۔ لہذا جب مخلوق خالق کی ہم جنس نہیں بلکہ کسی صفت میں شریک نہیں تو اس رب کو باپ اور مخلوق کو اولاد کہنا حماقت ہی تو ہے۔ پانچواں فرق یہ کہ جس طرح بیٹا باپ کا محتاج ہے ایسے ہی باپ بیٹے کا محتاج ہے بیٹا ہو تو اسے باپ کہا جائے گا مگر رب تعالیٰ اپنی کسی صفت میں اپنی مخلوق کا محتاج نہیں۔

ربوبیت عامہ اور خاصہ : حق تعالیٰ کی ربوبیت کا دو طرح ظہور ہوا ہے اس کی بعض نعمتیں تو وہ ہیں جو سب کو بلا فرق مل رہی ہیں جیسے دھوپ، ہوا، زمین، آسمان کا سایہ وغیرہ۔ بعض نعمتیں وہ ہیں جو خاص خاص کو بہت فرق کے ساتھ عطا ہو رہی ہیں جیسے رزق، مال، اولاد، عزت، حکومت۔ آفتاب وغیرہ تو یہ سب حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے مظہر ہیں اور مال وغیرہ اس کی ربوبیت خاصہ کے، لیکن پھر بھی آفتاب وغیرہ کے عودم میں کچھ کمی ہے کہ چیزیں بیک وقت سب کو فیض نہیں پہنچا تیں۔ فقط جسم کو فیض دیتی ہیں روح سے ان کو تعلق نہیں ہوتا، حکمت الہی کا تقاضا تھا کہ کوئی نعمت اس کی ایسی بھی ہو جو اس کی



ہر طرح کی ربوبیت کو پورے طور پر ظاہر کرے۔ ہر جگہ ہر وقت ہر چیز کو یکساں فیض عام بھی پہنچائے اور خاص خاص کو خاص خاص فیض بھی اس نعمت الہیہ کا نام اور مظہر اتم کا اسم شریف ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔۔۔ یہی وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کو رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ ایک جگہ فرمایا ﴿لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾۔ جس قدر رب العالمین کی ربوبیت میں وسعتیں ہیں اسی قدر رحمت عالم کی رحمت میں گہرائشیں بلکہ یوں کہو کہ حق تعالیٰ کی ربوبیت حضور ﷺ کی رحمت کے ذریعے سے سب کو پہنچتی ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت ایک تو عام ہے۔ کلمہ کعبہ قرآن ایمان سب کو یکساں غطا فرمایا۔ لیکن ولایت قطبیت غلوہیت اور شہادت وغیرہ خاص خاص نعمتیں ہیں جو حضور ﷺ کے ذریعہ بار بار سے فرق کے ساتھ ملتی ہیں۔ العالمین عالمین جمع عالم کی ہے۔ عالم علم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نشان۔ دنیا کو عالم اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ہر چیز اپنے خالق کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کو عالم کہتے ہیں۔ تفسیر روح البیان نے اس جگہ فرمایا کہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں اور یہ دنیا یعنی زمین و آسمان وغیرہ جو ہم کو نظر آ رہے ہیں ان میں سے ایک ہے۔ عالم ارواح، عالم اجسام، عالم امکان پھر عالم سفلٰی، عالم علوی، عالم ملکوت، عالم ناسوت، عالم جنات، عالم انسان، عالم ملائکہ، عالم برزخ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ دنیا ان عالموں میں سب سے چھوٹا عالم ہے ایک جنت ہی اتنی بڑی ہے کہ زمین و آسمان اس میں رکھے جائیں تو ایسے معلوم ہوں جیسے میدان میں چند کوڑیاں، جہنم کی گہرائی کا یہ حال ہے کہ اگر ایک پتھر اس کے کنارے سے پھینکا جائے تو ستر سال میں اس کی تک پہنچے حالانکہ وہی پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو بارہ گھنٹے سے چتر زمین پر آ جائے گا پھر یہ عالم جو نظر آ رہا ہے اس میں ہزاروں قسم کی وہ مخلوق ہے جس سے ہم ناواقف ہیں۔۔۔ جب ہم کو ان عالموں ہی کی خبر نہیں تو اس کی ربوبیت کو کا حق کیسے جان سکیں (تفسیر نعیمی)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾  
 الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ



مِنَ الشَّجَرَاتِ بِرِزْقٍ لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿البقرة/۲۲﴾ اے لوگو!۔ عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور انہیں بھی جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر نیزگار بن جاؤ۔ اس نے تمہارے لئے زمین کو کھجونا بنایا اور آسمان کو چھت۔ اور آسمان سے پانی اتارا۔ اور اس کے ذریعہ کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو۔ تو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے شریک (برابر والے) نہ ٹھہراؤ۔

ان آیات میں اسلام کے بنیادی مقاصد یعنی توحید، صداقت قرآن اور حقانیت نبوت وغیرہ پر ایمان لانے کی دعوت دینی جا رہی ہے۔ اسلام کیونکہ کسی خاص قوم، ملک اور وقت کا دین نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کا تاقیامت دین ہے اس لئے عام خطاب سے دعوت دی جا رہی ہے۔ توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال قائم کیا جا رہا ہے۔ نفوت ایجاد اور بقاء کا ذکر فرما کر ثابت کیا کہ وہ وحدہ لا شریک ہے یعنی تم اپنے رب کی عبادت کرو کیونکہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اگر وہ کرم نہ فرماتا تو تم فنا کی دنیا سے وجود کی دنیا میں کیسے آ سکتے پھر اس نے مزید کرم یہ فرمایا کہ تمہیں پیدا کر کے تمہارے آرام و آسائش اور حیات و بقاء کے سارے سامان خود فراہم کر دیئے اگر وہ تمہیں صرف پیدا کر کے چھوڑ دیتا اور اپنے لطف و عنایت سے تمہارے رزق اور آسائش کا انتظام نہ فرماتا تو تم پیدا ہوتے ہی ہلاک ہو جاتے۔ اب جب کہ تمہارا وجود بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے اور تمہاری زندگی اور بقاء بھی اسی کی نظر رحمت کی محتاج ہے اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہیں، جب ایجاد و ربوبیت میں وہ وحدہ لا شریک ہے تو الوہیت میں کون اس کا شریک ہو سکتا ہے۔ جب لا خالق الا اللہ اور لا رب الا اللہ کو تسلیم کرنے میں انکار کی گنجائش نہیں تو لا محالہ لا الہ الا اللہ بھی تسلیم کرنا پڑے اور جب اس پر ایمان محکم ہو گیا تو لا معبود الا اللہ پر بھی یقین راسخ ہو جائے گا۔ تو ثابت ہوا کہ عبادت کے لائق صرف وہی ذات پاک ہے جو ہر لحاظ سے وحدہ لا شریک ہے۔ توحید کے نازک اور پیچیدہ مسئلہ پر قرآن کا استدلال آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کتنا فطری کتنا سادہ ہے اس کے باوجود کتنا موثر اور یقین پرور ہے ایک



ان پڑھ عائی ایک عالم ایک محقق اور اسرار کائنات کے سمندر کا ماہر غواص سب یکساں طور پر اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں فلسفہ و حکمت کے صحائف میں توحید کے دلائل پڑھیں۔ فنی موشکافیوں و پیچیدہ اصطلاحات مقدمات کی ترتیب کا پریشان کن پتھر آپ کو مرعوب تو کر دے گا لیکن یقین کی دولت سے آپ کا دامن خالی ہی رہے گا۔ یہی قرآن کا اعجاز ہے جس نے چودہ صدیوں سے دانشوران عالم کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِي فَضَّلُوا بَدَآئِي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَائِكَةٍ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَآءٌ﴾ (نحل ۱۷) اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق و دولت میں بڑائی دی ہے وہ اپنی دولت اپنے باندی غلاموں پر لوٹانے والے نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں (جب انھیں اپنے سے کمتر لوگوں کے ساتھ برابر ہی گوارا نہیں تو پھر پتھر کے بتوں کو وہ خدا کے برابر کیوں ٹھہراتے ہیں)

کفار اپنے معبودوں کو خدا کا شریک مانا کرتے تھے وہ انھیں الہ بھی کہتے اور انھیں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ ان کے اس عقیدہ فاسدہ کی تردید ان کے اپنے حال سے دلیل قائم کر کے کی جا رہی ہے انھیں بتایا کہ یہ حقیقت تو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ سارے انسان مال و دولت میں یکساں نہیں۔ کئی دولت مند اور مالدار ہیں کئی مفلس اور نادار۔ کیا وہ ہمت مند لوگ یہ گوارا کرتے ہیں کہ وہ مال جو انھوں نے کمایا ہے ان سے لیکر ان کے مفلس نوکروں اور نادار غلاموں میں بانٹ دیا جائے اور وہ سب مساوی طور پر اس کے مالک ہو جائیں۔ جب وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تو یہ کتنی نادانی اور بے انصافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار کو اپنے میں تقسیم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کو خدا ماننے کے ساتھ بتوں کو بھی خدا مانتے ہیں۔ اس کی عبادت کے ساتھ وہ بتوں کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ ذرا وہ غور کریں کہ جو بات وہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے لیے آخر کیوں پسند کرتے ہیں؟ اگر انھیں نجات اور فلاح مطلوب ہے تو ان فضول اور لائیٹنی عقیدوں کو چھوڑیں اللہ تعالیٰ کی توحید



پر ایمان لائیں اس کی ذات اور اس کی صفات کمال میں کسی کو شریک نہ بنائیں۔ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلَحُوا۔ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے نجات پا جاؤ گے۔  
یہ قوت و صحت یہ عقل و دانش اور یہ دولت و ثروت سب اسکی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں۔ تم اس کی نعمتوں کا انکار نہ کرو بلکہ اس کا شکر یہ ادا کرنا قول سے بھی اور عمل سے بھی زبان سے بھی اور دل سے بھی شکر یہ ادا کرو گے تو وہ اپنی مزید نوازشات کے دروازے تم پر کھول دے گا اور اگر ناشکری کرتے رہو گے تو اگلی نعمتوں سے بھی محروم کر دیے جاؤ گے۔

﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَظَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا﴾ (نحل ۷۲) اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے پوتے اور نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا۔

اپنے مزید احسانات کی یاد دہائی کراہی جا رہی ہے یعنی ہم نے تمہیں تمہارا پیدا نہیں کیا۔ ایسی تمہاری جس میں تم کے لئے بڑے بھیا تک ہوتے ہیں اور خوشی کی ساتتیں بڑی اور اس بلکہ ہم نے تمہیں اس زندگی کا راستہ ملے کرنے کے لئے ایک ساتھی بھی دیا (رفیقہ حیات)۔ اور مزید کرم یہ فرمایا کہ وہ تمہاری ہی جنس سے ہے تاکہ تمہاری آرزوئیں اور تمناؤں تمہارے جذبات اور خواہشات سب یکساں ہوں تاکہ تم ایک دوسرے کے لئے باعث مسرت اور موجب اطمینان بنو۔ اس پر مزید کرم یہ کہ تمہیں اولاد کی نعمت سے بہرورہ کیا اور تمہیں پوتے اور پوتیاں بخشیں اس طرح تمہارے دلوں کو مسرت اور تمہاری آنکھوں کو شادک پہنچائی۔ مزید براں تمہیں کھانے کے لئے عمدہ سے عمدہ چیزیں مہیا فرمائیں۔ ان گونا گوں بیشمار احسانات کے باوجود اگر تم شرک سے باز نہ آؤ تو تم سے بڑھ کر اور کون ناشکرا اور احسان فراموش ہوگا اس آیت میں ﴿حَفَظَ﴾ کا معنی اولاد والا یعنی پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔ بعض علماء نے اس کا معنی خدام بھی کیا ہے۔ (ضیاء القرآن)

﴿وَكَايُنْ مِنْ ذَاكِبَةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾



(عنکبوت ۶۰) اور کتنی ہی جاندار مخلوق ایسی ہے جو اپنے ساتھ اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتی اللہ تعالیٰ انھیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ خوب سننے والا بہت علم والا ہے۔

جب کفار مکہ نے مسلمانوں پر عرضہ حیات تلک کر دیا، ایمان کے پھانے کے لئے اب اس کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ مکہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ کو اپنا مسکن بنایا جائے جہاں ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو، چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانے کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نہ وہاں ہمارا کوئی پڑوسی نہ کوئی رشتہ دار ہم جب لئے پٹے وہاں جائیں گے تو ہمارے کھانے پینے کا انتظام کون کرے گا؟ انھیں اطمینان دلانے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ دیکھو یہ ان مکت قسم کے بے شمار جانور جو تمہیں ہر جگہ دکھائی دے رہے ہیں، کیا انھوں نے اپنی پشت پر اپنی خوراک کے ذخیرے لا دے ہوئے ہیں؟ اگر انھیں اللہ تعالیٰ وقت پر خوراک مہیا فرما دیتا ہے تو فکر نہ کرو وہ تمہیں فراموش نہیں کرے گا بلکہ وہ تمہارے کھانے پینے رہائش وغیرہ کے جملہ انتظامات اپنی حکمت سے اس طرح کرے گا کہ تم حیران ہو کر رہ جاؤ گے اس لئے اس چیز کے فکر میں خواہ مخواہ اپنے آپ کو پریشان نہ کرو جس کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے اور جو حکم تمہیں تمہارے آقا محمد ﷺ دیتے ہیں بلا تامل اسے قبول کرو۔

علاء فرماتے ہیں کہ صرف تین حیوان رزق جمع کرتے ہیں: چوئی، چوہا، انسان۔۔۔ یہ کھاتے کم ہیں فکر زیادہ کرتے ہیں۔ ان کے سوا کوئی جانور روزی جمع نہیں کرتا حالانکہ بعض جانور روزانہ بہت کھاتے ہیں جیسے ہاتھی گیندہ وغیرہ جتنا رزق تمہارے مقدر میں ہے وہ ضرور پہنچے گا خواہ تم کسی جگہ بھی ہو۔ رزاق تم نہیں ہم رازق ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم رب تعالیٰ پر پورا توکل کرو تو تم کو پرندوں کی طرح رزق ملے گا کہ وہ صبح خالی پیٹ اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں۔

﴿اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

(عنکبوت/۶۲) اللہ تعالیٰ کشارہ کرتا ہے رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے اپنے بندوں سے



اور ٹھک کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔  
 کفار مسلمانوں کو عار دلایا کرتے کہ تم کہتے ہو کہ تم خدا کے برحق کے پرستار ہو جو ہر چیز  
 کا مالک ہے اگر تمہاری اس بات میں ذرا بھی صداقت ہوتی تو تمہاری شہادت جانی کا یہ عالم  
 ہوتا؟ پاؤں میں جوتا نہیں، بدن پر چھتھرے ہیں، کھانے کو باسی روٹی بھی کھجا رہیں ہوتی  
 ہے۔ کیا خدا کے ماننے والے ایسے ہوا کرتے ہیں؟ اس کا رد فرماؤ پاؤں کہ دولت کی  
 کثرت و قلت حق و باطل کی شناخت کا کوئی معیار نہیں، وہ اپنے بندوں کے حالات کو خود  
 بہتر جانتا ہے۔ دولت کی تقسیم اس کی حکمت کے مطابق کی جاتی ہے اور اس حکمت کو تم نہیں  
 جان سکتے وہی خوب جانتا ہے۔

﴿وَلَوْ يَسْطَرُّ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يَنْزِلُ بِقَدَرِ مَا يُنْشَاءُ إِنَّهُ  
 يَعْلَمُ خَيْرٌ بِصِغَرٍ﴾ (شوری ۲۷) اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کا رزق برابر  
 کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے (یعنی اجتماعی زندگی کا سارا نظام درہم برہم  
 ہو جاتا) لیکن وہ ایک اندازہ سے رزق اتارتا ہے جتنا چاہتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کے  
 احوال سے باخبر ہے اور انہیں وہ دیکھ رہا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو بکثرت دولت و ثروت دے دے تو وہ سرکشی اور نافرمانی کو اپنا  
 شعار بنالیں، فسق و فجور کا بازار گرم کر دیں۔ ساری زمین میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں  
 ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ وہ اپنی حکمت کے مطابق ہر ایک کو رزق دیتا ہے۔

قائد فرماتے ہیں خیر العیش مالا یلہیک ولا یطغیک بہترین زندگی وہ ہے جو  
 تمہیں غافل بھی نہ کرے اور سرکش بھی نہ بنا دے (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے خوب باخبر ہے وہ جانتا ہے کہ کس کے لئے  
 دولت کی کثرت جاہی کا باعث بنے گی اور کس کے لئے ٹھک وستی وجہ نجات ثابت ہوگی اس  
 کی جو دو عطا کا سلسلہ اس کی حکمت کا آئینہ دار ہے۔

﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ؕ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ؕ



لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٥٠﴾ (واتحدہ ۵۰) اچھا بتاؤ تو تم جو پانی پیتے ہو تو کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے یا ہم ہیں اس کے اتارنے والے۔۔۔ ہم اگر چاہیں تو (سمندر کے پانی کی طرح اُسے بھی کھار کر دیں۔ پھر تم خدا کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے۔ انسان صرف بھوک ہی محسوس نہیں کرتا اسے پیاس بھی لگتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح ہم نے تمہاری خوراک کا انتظام فرمایا ہے اسی طرح تمہاری پیاس بجھانے کے لئے پانی کی فراہمی بھی ہم نے اپنے ذمہ کرم پر لی ہوئی ہے۔ ذرا غور کرو جو پانی تم کنوؤں، چشموں، دریاؤں سے پیتے ہو یہ کہاں سے آتا ہے؟ یہی ناکہ بادل گھر کر آتے ہیں بارش برستی ہے کچھ پانی دریاؤں میں بہنے لگتا ہے کچھ مقدار تالابوں میں بھر جاتی ہے اور اس کا اکثر حصہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور تہہ زمین پانی کے ذخائر جمع ہو جاتے ہیں جن کو مختلف طریقوں سے تم کشید کرتے ہو۔ انغرض ہر قسم کے پانی کا اصلی سرچشمہ بارش ہے۔ بھلا بتاؤ اس میں کسی غیر کی کوئی مداخلت ہے۔ لہاں بھرے ہوئے سمندر کس کے ہیں؟ سورج کی جو کرنیں ان پانیوں کو بخارات میں تبدیل کر دیتی ہیں وہ کس کی ہیں؟ پھر ہوا کس کس کے حکم سے ان بخارات کو اٹھا کر مناسب بلندی پر پہنچا دیتی ہیں؟ وہ برودت جو ان بخارات کو پانی میں تبدیل کرتی ہے وہ کون مہیا کرتا ہے پھر کس کے حکم سے بادل ایک مقررہ مقدار میں بارش برساتے ہیں؟ جب یہ ساری کاروائی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہی ہے تو پھر اس کا انکار یا کسی کو اس کی خدائی میں شریک کرنا کہاں کی عقلندی ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنی ایک حکمت کی طرف اشارہ فرما رہا ہے کہ بارش ان بخارات سے بنتی ہے جو سمندروں کے پانی سے اٹھتے ہیں سمندروں کا پانی کھارائیں ہو تا ہے نیز اس میں ایک خاص قسم کی بدبو اور پکڑا ہٹ بھی ہوتی ہے لیکن جب بارش برستی ہے تو اس کے پانی میں نہ سمندر کا کھارا پن پایا جاتا ہے اور نہ اس بدبو کا کہیں نام و نشان ہوتا ہے۔ مٹھا اور شفاف آب زلال ان بادلوں سے نکلتا ہے ذرا سوچو سورج کی کرنوں کو کس نے یہ سلیقہ سکھایا کہ جب پانی کشید کرو تو اس کی نمیگی اور بدبو کو مت کشید کرو صرف خالص پانی کے اجزاء کو بخارات میں تبدیل کرنا۔ اگر یہ اہتمام نہ کیا جاتا تو جہاں بارش کا کھارا پانی برستا وہاں



ساری زمین شور اور ناقابل کاشت ہو جاتی۔ مٹھے پانی کے جو ذخیرے پہلے سے موجود تھے وہ بھی استعمال کے قابل نہ رہتے۔ انسانی زندگی تو کچا حیوانی اور نباتاتی زندگی کے آچار بھی مٹ جاتے فتبارك الله احسن الخالقين۔

انسان کو کفرانِ نعمت زب نہیں دیتا۔ آؤ اپنے رب کا شکر ادا کرو تاکہ وہ اپنے احسانات سے تمہیں مزید مالا مال کر دے۔

﴿وَمَا مِنْ ذَاتَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلُّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (ہود: ۶) اور زمین میں کوئی جاندار مخلوق ایسی نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کے ٹہرنے کی جگہ اور اس کے سپرد ہونے (دفن) کی جگہ اور یہ سب کچھ ایک صاف صاف بیان کرنے والی کتاب میں درج ہے۔ زمین پر چلنے والے کا اس لئے ذکر فرمایا کہ ہم کو انھیں کا مشاہدہ ہوتا ہے ورنہ جنات ملائکہ وغیرہ سب کو رب تعالیٰ روزی دیتا ہے اس کی رزاقیت صرف حیوانوں میں منحصر نہیں۔ پھر جو جس روزی کے لائق ہے اس کو وہی ملتی ہے بچہ کو ماں کے پیٹ میں اور قسم کی روزی ملتی ہے اور پیدائش کے بعد دانت نکلنے سے پہلے اور طرح کی بڑے ہو کر اور طرح کی۔۔۔ غرض کہ 'دادہ' میں بھی عموم ہے اور رزق میں بھی 'بندہ' بہت بے وقوف ہے جو رزق کی فکر میں رہے اپنی مغفرت کی فکر نہ کرے کیونکہ رزق کا رب نے وعدہ فرمایا مغفرت کا وعدہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ﴿فَيَغْفِرْ لِمَن يَشَاءُ﴾ (جسے چاہے معاف فرمائے گا) فکر اپنی نجات کی چاہئے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کہاں ٹہرنے گا اور کہاں سپرد ہوگا یعنی زندگی میں کہاں رہے گا اور بعد موت کہاں دفن ہوگا یا کس باپ کی پشت میں اور کس ماں کے رحم میں کس طرح اور کب تک رہے گا یا عالم ارواح میں کس صف میں تھا اور آئندہ قیامت میں کس صف میں ہوگا۔ خیال رہے کہ میثاق کے دن ارواح کی چار صفیں تھیں پہلی صف میں انبیاء و دوسری صف میں اولیاء اللہ تیسری صف میں مومنین چوتھی میں کفار منافقین کی ارواح تھیں (روح البیان)



خیال رہے کہ ہر چیز کا لوح محفوظ میں لکھا جاتا اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا اس لئے لکھ لیا بلکہ اس لئے لکھ لیا کہ لوح محفوظ دیکھنے والے بندے اس پر اطلاع پائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوح محفوظ پر نظر رکھتے ہیں انھیں بھی ہر ایک کے مستقر اور مستودع کی خبر ہے کیونکہ یہ سب لوح محفوظ میں تحریر ہے اور لوح محفوظ ان کے علم میں ہے لوح محفوظ کو ہمیں اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خاص بندوں پر علوم غیبیہ بیان کر دیتی ہے۔

## اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے

﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۚ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (ال عمران ۳۹)

یوں عرض کرو۔ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت عطا کرے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والسلام کو اور حضور ﷺ کی وساطت سے ساری امت کو ایسے پاکیزہ کلمات کی تعلیم دے رہا ہے جس میں نہایت مؤثر اور دلکش اسلوب میں اس کی توحید اور اس کی عظیم قدرت کا ذکر کیا گیا ہے۔ حکومت دینے والا بھی وہی ہے اور چھیننے والا بھی وہی۔ جس کو چاہتا ہے دین دنیا کی عزتوں سے سرفراز کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے خوار و ذلیل کر دیتا ہے کسی فرد یا قوم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حکومت اور عزت کو اپنا پیداؤٹی حق سمجھے لگے اور اس فریب میں مبتلا رہے کہ اس کے اعمال کتنے سیاہ کیوں نہ ہوں اس کا کردار کتنا پست اور اس کی سیرت کتنی داغدار کیوں نہ ہو نہ اس سے حکومت چھینی جاسکتی ہے اور نہ اسے عزت سے محروم کیا جاسکتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ سب کچھ اس مالک حقیقی کے دست قدرت میں ہے۔ وہ رب قدیر جس کی شان صدیت و قدوسیت اور جس کی صفت علم و حکمت کے ساتھ رمت و عدل کی ساری قدریں قائم اور باقی ہیں اس



کی سنت یہ ہے کہ وہ جب کسی فرد یا قوم میں رحمت و عدل کے تقاضے پورا کرنے کی صلاحیت دیکھتا ہے تو اسے حکومت و عزت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور جو فرد یا قوم اپنے عمل سے اپنے آپ کو اس نعمت کا نا اہل ثابت کر دیتی ہے تو اسے ذلت و خواری کے گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اہل کتاب کے عیوب میں سے دو عیب یہ بھی تھے کہ وہ دنیا اور اس کے اسباب پر مغرور تھے کہ مسلمانوں کو ان کی غربت کی وجہ سے حقارت سے دیکھتے تھے نیز اپنے اسرائیلی خاندان پر بڑا فخر کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ نبی آخر الزماں ہمارے ہی خاندان سے ہوں گے۔ خیال اول کی تردید کے لئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ تم انھیں سنانے کے لئے مجھ سے یوں عرض کرو کہ اے اللہ! اے مالکِ حقیقی! سلطنت عزت کسی کی موردِ وثیقہ نہیں جسے تو چاہیے سلطنت بخشے اور جس سے چاہے جب چاہے جس طرح چاہے بھیج دے۔

آج مسلمان بے دست و پا ہیں اور کفار طاقت والے لیکن مولیٰ اگر تو چاہے تو اس بے یار و مددگار جماعت کو تخت و تاج کا مالک بنا دے اور کفار جن کے پاس ظاہری ساز و سامان بہت ہے انھیں حقیر کر دے۔ دوسرے گمان کو باطل کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ اے مولیٰ جسے چاہے عزت دے! سلطنت اور نبوت کی نعمتوں سے نوازے اور جسے چاہے تو ذلیل کرے کہ اس قوم سے نبوت سلطنت منتقل فرما دے۔ دنیا اور آخرت کی ساری خیر تیرے قبضے میں ہے اس میں کسی کا اجارہ نہیں۔ جو جو چاہے کرے کوئی اعتراض پکڑنے والا نہیں۔ جیسی دعا مانگنی ہو رب کو اسی نام سے پکارنا چاہئے۔ رزق مانگنے کے لئے اسے رزاق کہو۔ شفا مانگنے کے وقت شافی الامراض کہہ کر پکارو۔ بندوں کی حاجتیں بہت ہیں اس لئے رب کے نام بھی بہت ہیں چونکہ یہاں ملک کی دعا کرائی گئی تھی اس لئے رب کو مالک الملک کہہ کر پکارا۔ دنیا کا بھی طریقہ ہے کہ جب فقیر کسی دروازے پر بھک مانگنے جاتا ہے تو گھر والے کو غنی دانتا کہہ کر پکارتا ہے کیونکہ سخاوت چاہنے کے لئے آیا ہے اور جب جنرل کسی فوج کو جنگ کی تربیت دیتا ہے تو کہتا ہے اے میرے بہادر۔

رب کی حمد و ثنا بھی درپردہ دعا ہے دیکھو یہاں ملک مانگنا مقصود تھا مگر صاف نہ کہا گیا بلکہ اس کی یوں تعریف کر دی کہ تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے بھیج دے۔



خیال رہے قرآن کریم میں دعا کے چار طریقوں کی تعلیم ہے۔ (۱) صراحتاً مانگنا (۲) صرف اپنی حاجات کا ذکر کرنا یعنی اس طرح دعا کرنا جس میں مانگنے کے الفاظ نہ ہوں (۳) رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا (۴) اس کے محبوب پر درود پڑھنا۔ یہ چاروں طریقہ فطرت کے مطابق ہیں۔ غنی کے دروازے پر جب صدادےتے ہیں تو کبھی صاف صاف لفظوں سے مانگتے ہیں 'کبھی اپنا فقر و فاقہ بیان کرتے ہیں' بھوکا ہوں' مسافر ہوں' کبھی مالک کی تعریفیں کرتے ہیں' آپ خلی ہیں' داتا ہیں' کبھی مالک کے بچوں کو دعائیں دیتے ہیں۔ خانہ آباد دولت زیادہ' مال بچے شاد رہے۔ یہ ہی طریقہ رب تعالیٰ سے دعا مانگنے کے ہیں جن کی روایات موجود ہیں۔ یہاں تیسرا طریقہ ارشاد ہوا ہے کہ رب سے ملک عزت خیر سب کچھ مانگا مگر طلب کا صیغہ نہیں آیا صرف رب کی حمد اس طرح کی کہ مانگ خود بخود آگئی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کو ملک دے' کفار سے چین لے' ہم کو عزت عطا کر' کفار کو خواری دے' ہمیں خیر کثیر بخش دے۔

حضرات انبیاء و اولیاء عطاء الہی رب کے ملکوں کے مالک ہیں۔ رب کے دیئے ہوئے اختیارات سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔

رب مالک بھی ہے مالک گر بھی۔ رب تعالیٰ اپنی ملک اپنا ملک اپنے بندوں کو دینے پر قادر ہے بلکہ عطا فرماتا ہے جیسا کہ ﴿تَوْفَى الْمَلِكُ﴾ سے معلوم ہوا۔ دیکھو ملک زمین ظاہری بادشاہ کو اس نے عطا فرمائے' ایسے ہی ملک غیبی انبیاء و اولیاء کو عطا فرمایا ہے۔ جو شخص انبیاء و اولیاء کو کسی چیز کا مالک نہ مانے وہ اس آیت کا انکار ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ملک عطا فرمانے سے بھی وہ رب مالک رہتا ہے اس کی ملکیت میں کوئی فرق نہیں آتا جیسے مولیٰ اپنے غلام کو کچھ دے تو مولیٰ مالک رہتا ہے جیسا کہ ﴿تَنْزِعَ الْمَلِكُ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ سے معلوم ہوا۔ لہذا بندوں کی عارضی و عطا کی ملک کے رب تعالیٰ کی حقیقی ملکیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

﴿وَلِلّٰهِ غَاثِ السَّنَوٰتِ وَغَاثِ الْاَرْضِ وَاِلٰی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ (آل عمران: ۱۰۹)



اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے کام لوٹائے جاتے ہیں۔

ہر چھوٹی بڑی اچھی بری چیز کا اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہے جیسا کہ اللہ کے لام سے معلوم ہوا۔ مخلوق کی ملکیتیں عارضی و مجازی ہیں جیسے ہم رب تعالیٰ کے ہونے کے باوجود اپنے مکان وغیرہ کے مالک ہیں ایسے ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ سارے عالم کے مالک ہیں۔ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا

﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ (المائدہ/۱۸)

اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت۔ اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

اس فرمان عالی کا مقنا یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف ملکیت عہدیت سے نسبت کرے یہ کہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے مملوک ہیں اس کی مخلوق ہیں اسی کے قبضہ میں ہیں اس کے عابد ہیں کہ انسان کی عزت اسی میں ہے۔ کوئی اپنے کو رب کا بیٹا اس کا بھائی سمجھ نہ کہے۔ تم سب یہاں اس کی مملوک و مخلوق ہو اور سب کو وہاں اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے عقائد اعمال اقوال کا حساب دینا ہے تو یہاں اپنے اعمال و اقوال کو درست کرو۔ مقصد یہ ہے کہ کسی کی پکڑ سے بچنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ زور سے بچا جائے یا زور سے بازاری سے۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے قادر مطلق ہے اس کی پکڑ سے بچنے کے لئے زور یا زور کا ہم نہیں آسکتے وہاں صرف زاری کا کام آتی ہے۔

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (مائدہ/۱۲۰)

اللہ تعالیٰ ہی کے لیئے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

زمین اور آسمان اور ان میں خاک کی 'ناری' نوری ہے جان اور جاندار بے شعور اور با شعور جو کچھ بھی ہے سب اللہ وحدہ لا شریک کی ملکیت ہے اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں



کوئی خدائی میں شریک نہیں۔ کوئی اس کا بیٹا نہیں، سب اس کے بندے اور اس کے حکم کے پابند ہیں۔ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ اگر کسی کو کوئی چیز نہ دے یا دے کر چین لے تو کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اور اپنے محبوبوں کو خصوصاً اپنے محبوب ترین بندے سید المرسلین ﷺ کو جو دینا چاہے وہ دے دیتا ہے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس آیت میں عیسائیوں کی تردید ہے کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت مریم رب کی بیوی ہے۔ (معاذ اللہ) فرمایا گیا کہ آسمان و زمین اور ان کی ہر چیز ہماری مملوک مقبوض اور ہمارا بندہ ہے حضرت مسیح اور ان کی والدہ بھی زمین پر رہنے والی مخلوق ہیں لہذا وہ بھی ابن اللہ نہیں بلکہ عبد اللہ ہیں۔

ملکیت حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے مجازاً بطائے الہی بندوں کو بھی ملکیت حاصل ہے دیکھو یہاں ﴿سَمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ کی ملکیت اللہ تعالیٰ کے لئے فرمائی گئی مجرد و سری جگہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے ﴿وَاتَيْنَاكَ مُلْكًا عَظِيمًا﴾ اور فرمایا گیا ﴿وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ﴾ اور فرماتا ہے ﴿تَوَتَّى الْمَلِكُ مِنْ تَشَاءٍ، وَتَنْزِعُ الْمَلِكُ مِنْ تَشَاءٍ﴾ بلکہ پورا مالک وہی ہے جو مالک کر دینے پر قادر ہو پورا عالم وہ ہے جو عالم بنادینے پر قادر ہو۔ ناقص مالک ناقص عالم دوسرے کو مالک یا عالم نہیں بنا سکتا۔

﴿قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ﴾ (انعام ۱۳) تم فرماؤ کہ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ ہی فرماؤ کہ اللہ کا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب سوال کا جواب ایک ہی ہو اور جس سے سوال کیا جا رہا ہے اس کو بھی اس سے انکار نہ ہو تو سائل خود ہی جواب دے دیا کرتا ہے اس سوال کے جواب میں کفار کو بھی اختلاف نہ تھا اس لئے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جواب دلا دیا گیا "قل" میں خطاب حضور ﷺ سے ہے "قل" کا روئے غن بھی کفار کی طرف ہوتا ہے کبھی مومنوں کی طرف کبھی تمام انسانوں کی طرف کبھی تمام مخلوق کی جانب اللہ تعالیٰ اکثر توحید کا مضمون توحید کے دلائل اپنے محبوب سے بیان کراتا ہے اور نبوت کا مضمون نبوت کے



دلائل خود بیان فرماتا ہے کیونکہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کا گواہ اور دائمی گواہ۔ تو لی گواہی دیتی ہے 'تحریری یا دلائل کی یا علامات کی گواہی دیتی ہے۔ حضور ﷺ اور رب تعالیٰ کی یہ گواہیاں دائمی ہیں۔ قیامت تک لوگ یہ گواہیاں دیتے رہیں گے بلکہ قیامت اور جنت میں ہی ہمیشہ گواہیاں دیں گے۔ یہ گواہیاں درحقیقت اللہ رسول ہی کی گواہیاں ہیں کہ سب نے ان سے سیکھ کر گواہیاں دی ہیں' لہذا 'قل' میں دوامی قول مراد ہے 'لمن' کا لام ملکیت یا خلقت کا ہے نفع کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق اور حقیقی مالک ہے مگر ان سے نفع نہیں حاصل فرماتا: نفع تو ہم اٹھاتے ہیں۔ آسمان کی چیزوں سے مراد وہاں کے چاند تارے سورج بروج وغیرہ ہیں اور زمین کی چیزوں سے مراد بیرون زمین کی مخلوق انسان جانور درخت پتھر وغیرہ اور اندرونی چیزیں پانی کے چشمے معدنیاں وغیرہ ہیں یعنی اے محبوب ﷺ آپ ان کفار و منکرین سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں کس کی مخلوق مملوک ہیں۔ ان کا خالق و مالک کون ہے؟ خیال رہے کہ کفار سے یہ سوال ان سے اقرار کرانے کے لئے ہے۔ سوال و جواب کے طریقہ سے تبلیغ بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ 'قُلْ لِلّٰہ' اے محبوب ﷺ آپ ان کو جواب کی تلقین کرو ان سے کہو کہ کہہ دو کہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق و مملوک ہیں یا آپ ہی ان سے فرما دو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے یا یہ مطلب ہے کہ تم فرما دو کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے پھر آپ کی تعلیم سے یہ لوگ یہ کہیں تب وہ مومن ہوں گے بغیر آپ کی تعلیم کے وہ یہ سب کچھ مان لیں مومن نہ ہوں گے۔ مومن وہ ہے جو ذات الہی اس کے صفات کو نبی کی تعلیم ان کے جانے سے مانے۔ غرض کہ اس عبارت کی تین تفسیریں ہیں۔

خیال رہے کہ خطاب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ خطاب فوری جو صرف ایک موقعہ کے لئے ہو جیسے چلو جوک کے غزوہ کو خطاب وقتی جو ایک خاص مدت تک کے لئے ہو جیسے نبی ﷺ کے گھر دعوت میں کھانے کے وقت سے پہلے نہ پہنچ جاؤ۔ خطاب دائمی جو ابد الابد کے لئے ہو جیسے نماز پڑھو۔ یہاں 'قل' میں خطاب تبلیغی کے لئے ہے کہ یہ



عقیدہ ہر شخص کو ہمیشہ رکھنا چاہئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک بار فرما دیا کہ حج کے لئے آؤ، تا قیامت اس کے جواب میں 'لبیک' کہا جائے گا۔ حضور ﷺ نے ایک دفعہ حج واداع کے موقع پر پوچھا کہ تم رب سے میرے متعلق کیا کہو گے؟ اب تا قیامت مسلمان کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تبلیغ کر دی۔

﴿الَاَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِۙ اَلَا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (یونس/۵۵) خبردار ہو کر سنو کہ اللہ ہی کا ہے جو کہ کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سن لو کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ آغا ز کلام میں 'الَا' تنبیہ کی غرض سے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مخاطب کے دل و دماغ کو جھنجھوڑا جائے تاکہ وہ پورے غور سے مشکل کی بات کو سنے۔

بتانا یہ ہے کہ جب زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی ہے تو اس نے انعامات و احسانات کے جو وعدے اپنے نیک اور فرماں بردار بندوں سے کئے ہیں وہ ان کو پورا کرے گا اور بدکاروں اور ریاکاروں کو عذاب کی جو وعید دی ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی۔ کوئی ایسا وعدہ نہیں جس کا پورا کرنا اس کے بس میں نہ ہو اور کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسے عذاب دینے سے روک دے۔ اس میں شک و شبہ نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہی مخلوق اس کی مملوک اس کی مقبوض ہیں جس طرح چاہے ان میں احکام جاری فرمائے۔ یہ بھی خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سارے وعدے مہر مومنوں کا فروں پر عذاب کئے مومنوں کے لئے رحمت کے قیامت کے آنے سے اور نبی کریم ﷺ کی ساری بشارتیں ڈرانے والی خبریں بالکل برحق ہیں سب پوری ہو کر رہیں گی۔ یہ بات بالکل واضح اور روشن ہے لیکن بہت سے لوگ اسے نہیں جانتے نہیں مانتے اپنی بے وقوفی کی وجہ سے (تفسیر نمبر ۱)

﴿الَاَإِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِۙ﴾ (یونس/۶۶) سن لو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ملک میں ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔

جب زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہے تو



کسی کو کیا محال کہ الوہیت میں اس کی ہمسری کا اور ربوبیت میں شریک ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ جب آسمان و زمین کے سارے لوگ اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں تو انھیں عزت و ذلت دینا بھی اس کے قبضہ میں ہے چونکہ اس مضمون کے کٹار منکر تھے اس لئے ﴿الآ﴾ اور ﴿إِنَّ﴾ کی تاکیدوں سے شروع کیا گیا۔ یہاں بھی ملکیت اور قبضہ سے مراد ذاتی اور ذاتی ملکیت و قبضہ ہے لہذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں کہ ﴿خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْأَرْضِ﴾ یا ﴿مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ وغیرہ کہ وہاں عارضی عطائی ملکیت و قبضہ مراد ہے۔

عربی میں عقل و سمجھ والی مخلوق کو مَنْ کہتے ہیں اور بے عقل مخلوق کو مَا۔ یہاں مَنْ سے عاقل مخلوق مراد ہے۔ آسمانوں کی عاقل مخلوق فرشتے جنت کے حور و غلمان ہیں اور زمین کی عاقل مخلوق انسان اور جنات ہیں چونکہ یہ مخلوق اعلیٰ و افضل باقی چیزیں ان کے تابع۔۔ جب اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے تو ان کے تابع دوسری چیزوں کا بھی مالک ہے (تفسیر خازن)

﴿لِلَّهِ مَلَكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذَّكُورَ أَوْ الْيُنثَىٰ وَجْهَهُمْ ذُكْرًا أَوْ إِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ (شوریٰ/ ۵۰) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت و تصرف فرماتا ہے جیسا چاہتا ہے جسے چاہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے بیٹے عطا کرتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے بیچک و بہت ظم والا اور بڑی قدرت والا ہے۔

یہاں بتایا جا رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکمرانی ہے ہر چیز اسی کے تصرف میں ہے جس کو چاہے جتنا چاہے دے دے اور اگر کسی کو کسی نعمت سے محروم رکھنا چاہے تو زبردستی اسے دینے پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ اولاد کے سلسلہ میں بھی لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) وہ لوگ جن کو صرف بیٹیاں ہی دیتا ہے بچے کے لئے وہ ترستے رہتے ہیں اور ان کی حسرت پوری نہیں ہوتی۔ (۲) وہ لوگ جن کو صرف بچے دیئے جاتے ہیں (۳) جن کو ملے جملے بچے بیٹیاں عطا فرماتا ہے۔ (۴) وہ لوگ جو بانجھ ہیں جن میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہی مفقود ہے ان کے ہاں نہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور نہ بیٹی۔

یہ سب صورتیں انبیاء کرام میں بھی پائی جاتی ہیں چنانچہ لوط و شعیب علیہما السلام کی صرف لڑکیاں تھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف لڑکے تھے ہمارے حضور ﷺ کو لڑکے لڑکیاں



دونوں عطا ہوئے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی کوئی اولاد نہیں۔ (غزائن عرفان)  
آخر میں فرمایا کہ میں عظیم بھی ہوں اور قدیر بھی، میں ہی بہتر جانتا ہوں کہ کس کو کیا دینا ہے  
اور کس کو کچھ نہیں دینا ہے۔

حقیقی شہنشاہ وہ ہے وہ جسے چاہے حکومت بخشے جیسے بادشاہوں کو ظاہری اور اولیاء اللہ کو  
باطنی سلطنت عطا فرمائی۔ اولاد محض عطاء ربانی ہے بڑے قوی لوگ اولاد سے محروم دیکھے  
گئے۔ کمزوروں کا گھر بیٹوں سے بھرا ہوا۔ جسے چاہے بیٹے بیٹیاں دونوں دے جسے چاہے  
کچھ نہ دے۔ خیال رہے کہ بزرگوں کی دعا سے اولاد ملنی بھی رب کی ہی عطا سے ہے جیسے  
طبیہوں (ڈاکٹرس) کی دعا سے بھی اولاد ہو جاتی ہے یہ سب اسباب ہیں حضور ﷺ کی  
دعا سے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اولاد سے گھر بھر گیا۔ رب فرماتا ہے ﴿اغْنِهِمُ اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ اللہ اور رسول اپنے فضل سے غنی کر دیتے ہیں۔

﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعْزِزُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ  
غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (فتح ۱۳) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے زمین اور آسمان کی سلطنت ہے جسے  
چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔  
﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (الزمر ۳۳) اس کیلئے ہے  
آسمانوں اور زمین کی بادشاہت پھر اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

**سُنَّت و بدعت:** سنت کی فاضلانہ تشریح اور بدعات و منکرات کا ایک محققانہ جائزہ  
صاحب شریعت حضور ﷺ کے کلام میں سنت و بدعت دو مختلف و متقابل چیزیں ہیں اسی لئے ان میں  
سے کسی ایک کا تعین اس کی ضد کے تعین پر موقوف ہے۔ اگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بدعت کسے کہتے ہیں وہ  
سنت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جو کام حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگا وہ سنت میں داخل ہوگا اور جو کام  
حضور ﷺ کے طریقے اور سیرت کے خلاف ہوگا وہ بدعت میں داخل ہوگا۔ اسلام میں کار خیر کا ایجاد  
کرنا ثواب کا باعث ہے اور نہ سے کام کا لانا گناہ کا موجب۔



## اللہ ہی سب کا معبود ہے

کوئی انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ کبھی پر وہ عدم میں تھا اب عالم وجود میں آیا ہے۔ قرآن کی زبان میں اسی کا نام تخلیق ہے اور اس سے بھی انکار ناممکن ہے کہ جس نے اسے وجود بخشا ہے وہی اس کی پرورش بھی کر رہا ہے پرورش کرنے والا اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتا لیکن پرورش کا ایک منظم اور مربوط نظام جو کائنات کے ہر گوشے میں پھیلا ہوا ہے وہ کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے اور وہیں سے اس یقین کو روشنی ملتی ہے کہ اس کائنات کا کوئی پروردگار ضرور ہے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ پروردگاری تو ہر طرف نظر آرہی ہو لیکن کوئی پروردگار موجود نہ ہو۔

اسی کے ساتھ یہ ضابطہ عقل و اخلاق بھی نظر میں رکھئے کہ جو کسی چیز کو وجود بخشتا ہے اور اس کی پرورش و پرداخت کرتا ہے حق ملکیت بھی اسی کو حاصل ہوتا ہے اور یہ دعویٰ محتاج ثبوت نہیں ہے کہ جو مالک ہوتا ہے اطاعت کی گردن بھی اسی کے آگے جھکتی ہے کیونکہ یہ بدترین قسم کی اخلاقی رسالت ہے کہ مالک کوئی اور ہو اور حکم کسی اور کا مانا جائے۔ دوسرے لفظوں میں اس مفہوم کو یوں سمجھئے کہ تخلیق کے بعد پرورش کا مرحلہ آتا ہے اور پرورش ہی کے نتیجے میں ملکیت کا حق ثابت ہوتا ہے اور جب کسی کے لئے ملکیت کا حق ثابت ہو گیا تو اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حکم کس کا مانا جائے اور اطاعت کی گردن کس کے آگے جھکائی جائے۔

اسی مفہوم کو قرآن حکیم نے سورۃ الناس کے اندر صرف تین لفظوں میں واضح کیا ہے۔ ﴿رب الناس﴾ انسانوں کا پروردگار ﴿ملك الناس﴾ انسانوں کا بادشاہ اور مالک ﴿اله الناس﴾ انسانوں کا معبود۔۔۔ یہ تکتہ خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان تینوں کلمے کی یہ ترتیب صرف آیت ہی کی ترتیب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے پر عقلی استدلال کی ترتیب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق و پروردگار ہے اس لئے وہی سب کا مالک بھی ہے۔ اور جب وہی سب کا مالک تو وہی سب کا معبود بھی ہے اور چونکہ اس کے



علاوہ اس کائنات میں نہ کوئی دوسرا خالق و پروردگار ہے نہ کوئی دوسرا مالک ہے اس لئے کوئی دوسرا معبود بھی نہیں ہے۔ اکیلا وہی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔ یہی وہ دعویٰ مع دلیل ہے جسے پورے قرآن کے اندر مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق و پروردگار ہے اس لئے وہی سب کا مالک ہے اور جب وہی سب کا مالک ہے تو عبادت و بندگی کا مستحق بھی وہی ہے۔

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ 'مَلِكِ النَّاسِ' إِلَهِ النَّاسِ﴾ (اے صیب عرض کیجیے میں پناہ لیتا ہوں سب انسانوں کے پروردگار کی سب انسانوں کے بادشاہ کی سب انسانوں کے معبود کی)۔

عام آدمی کی نگاہ فقط ان نعمتوں تک محدود رہتی ہے جو اس کی ظاہری نشوونما میں مدد و معاون ثابت ہوں اگر اسے کھانا اچھا مل جائے رہنے کے لیے آرام وہ مکان میسر آ جائے اس کی روزمرہ کی ضروریات آسانی بلکہ فراوانی سے پوری ہوتی رہیں تو وہ مطمئن اور مسرور ہو جاتا ہے۔ معاشی حوائج کی سرحد سے آگے جھانکنے کی اس کو کبھی نہ خواہش ہوتی ہے اور نہ اس میں ایسی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے ﴿رَبِّ النَّاسِ﴾ (لوگوں کا پروردگار) کے کلمات سے اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا کہ تمہیں ایسی ذات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے جو تمہاری جملہ ضروریات کا کفیل ہے جس کی مہربانی سے تمہاری زندگی محرومیوں اور مایوسیوں سے پاک ہو جائے گی تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔

لیکن تمام انسانوں کے حوصلے یہاں تک محدود نہیں ہوتے بعض چاہتے ہیں کہ عدل و انصاف کی بالادستی ہو کسی پر ظلم نہ کیا جائے کسی کو اس کے جائز حقوق سے محروم نہ کیا جائے۔ اگر کوئی ظالم بننے کی کوشش کرے یا کسی کا حق غصب کرنے کا ارادہ کرے تو اس کی تمام وجاہتوں اور شوکتوں کو بالائے طاق رکھ کر انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔ یہ کام ایک باختیار سلطان اور طاقتور حاکم ہی انجام دے سکتا ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو بتایا کہ جس کی پناہ لینے کا تمہیں درس دیا جا رہا ہے وہ صرف تمہاری معاشی ضروریات



کافیل ہی نہیں بلکہ وہ بادشاہ اور فرمانروا بھی ہے۔ اس کا حکم ہر وقت ہر جگہ ہر چیز پر نافذ ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ وہ عادل اور منصف ہے کسی پر جبر و تشدد اس کا شیوہ ہی نہیں اس قسم کے لوگوں کو ایسے عظیم سلطان کا تحارف ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ کے کلمات سے کرایا گیا تاکہ ان کا اضطراب دور ہو جائے۔ تیسرے اور اعلیٰ قسم کے وہ لوگ ہیں جو محض اس لیے اس سے محبت کا دم بھرتے ہیں محض اس لیے اس کے دامن عاطفت کے سایہ کے طلب گار ہیں کہ وہ ان کا معبود ہے وہ بھوک برداشت کر سکتے ہیں وہ محرومیوں پر راضی برضارہ سکتے ہیں وہ طاعنوں تو توں کے ہر تیر ستم کے سامنے خوشی سے اپنا سینہ تان سکتے ہیں ان کے ہونٹ صرف شکایت سے بھی آشنا نہیں ہوتے وہ فقط اس لیے اس سے پیار کرتے ہیں کہ وہ معبود برحق ہے وہ ان کا خداوند کریم ہے ایسے لوگوں کے لئے ﴿اَللّٰہِ النَّاسِ﴾ کے مبارک کلمے ذکر کیے گئے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کی ان تینوں صفات کمالیہ سے پہچان لیتا ہے تو وہ اسی کی جناب میں فریاد کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار اے ملکوت السموات والارض کے حقیقی فرمانروا۔ اے مجھ جگر موختہ اور دل خستہ کے عشق و مستی کے مرکز! مجھے ہر قسم کے شیاطین کی چیرہ دستیوں سے بچا۔ ان کی دوسرا انداز یوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت عطا فرما اور اس نجف و زار مسافر کی دھکیری کرا اور اسے اس کی منزل تک پہنچا۔ جب یہ سعادت اسے حاصل ہوتی ہے تو اس کی اولوالعزمی کی شان قابل دیدہ ہوا کرتی ہے۔ حضرت ہاجرہ سے شیطان آکر کہتا ہے جانتی ہے ابراہیم علیہ السلام تیرے تخت جگر کو آج نہلا دھلا کر اسے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہا ہے؟ ہاجرہ نے کہا: پاگل تو نہیں ہو گئے! کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کیا کرتا ہے؟ پھر وہ باپ جس کو پیرانہ سالی میں چاند سے حسین تر بچہ نصیب ہوا ہو! اس نے کہا اس کے خدا نے اسے حکم دیا ہے کہ اپنے بچے کو ذبح کر دے۔ یہ سن کر ہاجرہ نے بڑی بے نیازی سے کہا: اگر میرے رب کا حکم ہے تو ایک اسماعیل کیا لاکھوں اسماعیل اس کی رضا کے لیے قربان کیے جاسکتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی حالت ہوتی ہے جنہیں رب کریم اپنی پناہ میں لے لیا کرتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)



﴿وَاللَّهُمَّ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ/۱۶۳) اور تمہارا

معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی بہت رحمت والا مہربان ہے۔

یہ آیت قرآن حکیم کی عظیم ترین آیتوں میں سے ہے اس کے پہلے ٹکڑے میں توحید کا ثبوت دوسرے میں شرک کی نفی اور تیسرے میں دونوں کی دلیل ہے یعنی جب اسی کی وسیع رحمت پر تمہارے وجود تمہاری بڑا اور نشوونما اور تمہارے آرام و راحت کا دار و مدار ہے تو اس کے علاوہ اور کون ہے جو الہ یا معبود بننے کا حقدار ہو۔

شان نزول: ایک بار کفار نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اپنے رب کی صفات کا ذکر کیجئے تاکہ ہم اس میں اور اپنے معبودوں میں فرق کر سکیں! اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اس کی ذات اور عام صفات کا ذکر ہے یہ آیت ذات و صفات کے بیان میں اول درجہ کی ہے بلکہ ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رب تعالیٰ کا اسم اعظم دو آیتوں میں ہے ایک تو یہی ہے دوسرے ﴿الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (غزائن العرفان)

اے لوگو۔ حقیقی مستحق عبادت وہ ایک ہی معبود ہے کہ جس میں کسی لحاظ سے شرکت کا احتمال نہیں! وہ ہر طرح ایک اور اکیلا ہے اس کا کوئی ہمسر و ساتھی نہیں! تمہیں یہاں اور وہاں نعمتیں دیتا ہے! واحد تو مخلوق و خالق سب پر یولا جاتا ہے مگر احد مطلق خدا کے سوا کسی پر نہیں بولتے۔ واحد حقیقتاً وہ ہے جس کا کوئی جز نہ ہو اور کثرت بٹ نہ سکے۔ ایک انسان کو بھی اسی لئے ایک کہتے ہیں کہ اس میں سے کٹ کر دو انسان نہیں نکل سکتے۔ ہاں ہاتھ پاؤں وغیرہ اجزاء نقلیں گے مگر وہ انسان ہیں۔ اور جہاں رب کی صفت ہو اس سے مراد ہوتا ہے کہ وہ ذات و صفات و افعال میں اکیلا اور بے مثل کہ نہ اس کے اجزاء اور نہ وہ کسی کا جز! نہ اس میں کثرت اور نہ بابتی اور نہ وہ کثرت میں! نہ وہ کسی کی حقیقت! نہ اس کی کوئی حقیقت! وہ ماہیت وغیرہ سے پاک۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور سچا معبود نہیں! لہذا اسی کو چانو! اسی کو پہچانو! اسی سے ڈرو! امید رکھو اس کے سوا غیر کی عبادت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ایک ہے یعنی اپنے وجود ازلی وابدی میں ایک ہے وہ اس وقت بھی موجود تھا جب کوئی چیز موجود نہ تھی اور اس وقت بھی موجود رہے گا جب کوئی چیز موجود نہ رہے گی اس لئے



وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو واحد کہا جائے۔ لفظ واحد یہ تمام حیثیتیں تو حید کی ملحوظ رہیں۔  
اللہ تعالیٰ کثرت سے پاک مگر صفات سے خالی نہیں۔ اس کی صلیتیں بے شمار ہیں انھیں  
میں سے ہے الرحمن الرحیم۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت غضب پر غالب ہے۔ دیکھو رب نے اپنی معرفت بسم اللہ  
الحمد لله میں اور یہاں رحمت سے کرائی نہ کہ غضب و قہر سے۔ رحمت رب تعالیٰ کی صفات  
اصلیہ ہے۔ قہر و غضب ہماری بدکاریوں کی بناء پر اسی لئے رب تعالیٰ بغیر کسی عمل کے  
جنت تو عطا فرما دے جیسے مسلمانوں کے فوت شدہ بچے یا دیوانہ مگر باقصور کسی کو دوزخ نہ  
دے گا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو تبلیغ کرتے وقت رب کی رحمتوں کا ذکر زیادہ کریں۔  
جب وہ ضد کریں تو اس کے قہر و غضب کا ذکر کریں۔ دیکھو رب نے اولیٰ تبلیغ میں اپنی  
رحمت کا ذکر فرمایا۔ نرمی سے امید دلا کر تبلیغ کرنا دل میں اثر کرتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾  
(الزمر/۸۴) وہی اللہ ہے جو آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے اور  
وہ حکمت والا ہے علم والا ہے۔

آسمانوں میں بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے اور زمین میں بھی اس کی عبادت کی جاتی  
ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔

﴿وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (الاحزاب/۶۳) اللہ تعالیٰ کی  
عبادت اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ غالب حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو معبود تسلیم کرنے کی ایک وجہ جواز اس کا غلبہ اور حکمت ہے۔ مقصد یہ  
ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی غالب قوت نہیں رکھتا تو پھر اس کی صفت غلبہ کی بناء پر اس کو  
تسلیم کرنا ضروری ہے۔

﴿إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ﴾ (النحل/۲۲) تمہارا خدا (بس) خدا ہے واحد ہے۔



اللہ وحدہ لا شریک ہی تمہارا معبود ہے جس کی قدرت، جس کی ربوبیت عامہ جس کی ہمہ دانی اور ہمہ بینی کے متعدد شواہد تم دیکھ چکے ہو۔ اس کے علاوہ زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو تمہاری معبود بن سکے۔ اے معبود ملائکہ! اے مخدوم مہر و ماہ! تجھے کیا ہو گیا کہ تو اپنے محسن و منعم حقیقی کا بندہ بننے کے بجائے اپنے ادنیٰ خادموں کی چاکری بلکہ بندگی پر ناز کرنے لگا۔ اے خود فراموش! فطرت کے آئینہ میں اپنے جمال جہاں افروز کو تو دیکھ۔

﴿إِنَّمَا إِلَهُ الْوَاحِدُ﴾ (نساء ۱۷۱) صرف ایک اللہ عبادت کا مستحق ہے۔ اس فرمان میں عیسائیوں کی تمام بکواس کی مکمل تردید ہے یعنی ہستی میں کوئی معبود نہیں سوا اس اللہ کے جو۔ ذاتاً صفتاً قدرتاً ایک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ بیوی بچے اولاد نہ اس کی صفات کا کسی میں حلول، غرض کہ واحد سے مراد ذاتاً صفتاً استغناء ہر طرح واحد ہے کثرت کی انتہا وحدت پر ہوتی ہے عبودیت میں کثرت ہے الوہیت میں وحدت۔ اگر وہاں بھی کثرت ہو تو وہ کسی اور وحدت پر ختم ہوگی اور پھر الہ۔ الہ نہ رہے گا نیز اگر الہ چند ہوں کہ وہ مل کر ایک دوسرے کی مدد سے عالم بنائیں، عالم چلائیں (نعوذ باللہ) جیسے چند کار بیکر مل کر مکان بناتے ہیں پھر چند گھر والے مل کر گھر چلاتے ہیں۔ اس صورت میں ان سے کوئی الہ نہ رہے گا کہ الہ وہ جو غنی ہو عباد وہ جو محتاج ہو۔ اور اگر ایک الہ ہی خالق ہے تو باقی الہ بیکار ہیں۔۔۔ نیز اگر ایک الہ دوسرے الہ کو راضی کرنے، خلق وغیرہ کرے ان کی بغیر رضائے کر سکے تو پھر محتاج ہوا محتاج الہ نہیں۔ الوہیت کے لئے وحدانیت ضروری ہے اس ایک کلمہ **إِلَهُ الْوَاحِدُ** نے مسئلہ حل فرما دیا۔

﴿إِلَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ (البقرہ ۲۵۵) اللہ (وہ ہے کہ) جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ خود زائد ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔

اللہ ذات باری کا علم (نام) ہے اور یہ لفظ ان تمام صفات کا جامع ہے جو متعدد صفاتی ناموں میں الگ الگ پائی جاتی ہیں فرمایا کہ وہ ذات پاک ہے جس کا نام اللہ ہے صرف



وہی معبود برحق ہے اس کے بغیر اور کوئی نہیں جو عبادت کئے جانے کے لائق ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ موت اور فنا کے نقص سے بہت پاک اور نہایت بلند ہے۔ کائنات کی ہر چیز کی تخلیق نشوونما اور بقاء کی تدبیر فرمانے والا ہے۔

معبود سے مراد لائق عبادت ہے نہ کہ وہ جس کی عبادت ہوتی ہو کیونکہ رب تعالیٰ معبود ازلی ہے اور مخلوق حادث۔ جب کوئی عابد نہ تھا اس وقت اس کی معبودیت میں کمی نہ تھی۔ رب کی تمام صفات کا یہ ہی حال ہے چنانچہ وہ ہمیشہ سے رزاق، سمیع، بصیر ہے۔ اگرچہ مرزوق، سموع، مبصر حادث ہیں۔ اللہ تعالیٰ رزاق ہے خواہ کوئی اس سے روزی لے یا نہ لے۔ آفتاب چمکانے والا ہے کوئی اس سے چمکے یا نہ چمکے۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ (ال عمران/۲) اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ زندہ اور قائم ہے۔

یہ سورت آل عمران کی پہلی اور دوسری آیت ہے یعنی اس سورت کا آغاز توحید سے ہوتا ہے وہ اللہ جس نے قرآن پاک نازل کیا وہی اصل میں معبود صادق ہے اس لئے صرف اس کی عبادت کی جائے۔ اس آیت میں بھی صفت حی القیوم کی بناء پر یہ دعوت دی گئی ہے کہ کلمہ توحید پر ایمان لاؤ اور صرف ایک خدا کی عبادت کرو۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود (عبادت کے لائق) نہیں اور **الحی القیوم** اس کی دلیل ہے یعنی معبود تو وہ ہو سکتا ہے جو **الحی** ہمیشہ سے زندہ ہو اور ہمیشہ تک زندہ رہنے والا ہو جو **القیوم** ہو یعنی ہر چیز اپنے وجود بقاء اور اپنی نشوونما میں اس کی محتاج ہو اور یہ صفات اللہ تعالیٰ ہی کی ذات میں پائی جاتی ہیں اسی لئے صرف وہی معبود ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ ان مختصر الفاظ سے ان کی تردید کر دی گئی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں تو ان کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کہاں کی عقند ہے؟ جیسا نبیوں کی تردید کے ساتھ تمام مشرک قوموں کے عقیدہ کا بطلان بھی ہو گیا جو کسی مخلوق کو الہ بنائے ہوئے ہیں۔



﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (ال عمران ۱۸) اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس کے گواہ ہیں اور وہ عدل سے انتظام رکھنے والا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے جو عزت والا حکمت والا ہے

دنیا کی سب سے بڑی اور اہم شہادت تو حید کی شہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اپنی وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے اس کے علاوہ اس کی معصوم مخلوق فرشتے اور اہل علم اس واضح سچائی کے گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اپنی توحید پر شہادت کے متعلق علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بین وحدانية بنصب الدلائل الدالة عليها وانزال الايات الناطقة بها۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کتاب کے ہر صفحہ پر اپنی توحید کے ایسے روشن اور اہل دلائل خیرے فرمادئے ہیں جن سے کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کر سکتا اور اس کے علاوہ اس نے اپنی کتابوں میں توحید کے مسئلہ کو یوں مدلل بیان فرمایا ہے کہ شک شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ قرآن کریم ہر مناسب موقع پر علم کی عظمت اور اہل علم کی شان بیاں کر کے اپنے ماننے والوں کو علم حاصل کرنے کی رغبت دلاتا ہے یہاں بھی توحید کے گواہوں میں اہل علم کا شمار کر کے ان کی عزت افزائی فرمادی۔ شام کے علمائے یہود میں سے دو عالم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انھوں نے مدینہ منورہ کو دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ نبی آخر الزماں (ﷺ) کے شہر کی یہ ہی صفت ہے جو اس شہر میں پائی جاتی ہے جب آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے تو انھوں نے حضور ﷺ کی شکل مبارک اور اخلاق کریمہ تو ریت کے مطابق دیکھے کہ حضور ﷺ کو پہچان لیا اور عرض کیا کہ آپ محمد ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔۔۔ پھر فرمایا کیا آپ احمد ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔۔۔ عرض کرنے لگے ہم ایک سوال پیش کرتے ہیں اگر آپ نے اس کا ٹھیک جواب دے دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ فرمائیے کہ کتاب اللہ میں سب سے بڑی گواہی کون سی ہے۔ اس پر آیت کریمہ ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ نازل ہوئی جسے من کر وہ



دونوں مسلمان ہو گئے (خزانة العرفان روح المعانی) غرض کہ یہ لوگ کہیں سے آئے تھے اور کہیں جا رہے تھے راستہ میں ایمان و عرفان بھی مل گیا اور صحابیت بھی میسر ہو گئی۔ خدا کے دین کا پوچھنے موسیٰ سے احوال کہ آگ لینے کو چاہیں پیغمبری مل جائے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر خود رب تعالیٰ نے گواہی دی کہ آسمانی کتابوں میں اس کا اعلان فرمایا۔ نیز عالم کے ذرہ ذرہ میں اس کے دلائل قائم فرمادیے۔ تمام چیزیں کتابوں سے پڑھیں جاتی ہیں مگر توحید و مضمون ہے جس کے لئے کسی خاص کتاب کی ضرورت نہیں، عالم کا ہر ذرہ اس مضمون کی کتاب ہے۔ امام رازی کے سامنے ایک بڑھیا نے اپنے چرخہ سے رب کی ہستی بھی ثابت کی اور اس کی توحید کے لئے اس کا چرخہ توحید کی کتاب بن گیا۔ سارے فرشتوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دی۔ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں ان کی یہ عبادت توحید کی گواہی ہے۔ اور وہ انبیائے کرام سے عرض بھی کرتے ہیں کہ اللہ ایک ہے نیز عام علماء جو عدل و انصاف کے ساتھ قائم اور متقی و پرہیزگار ہیں وہ بھی توحید الہی کے گواہ ہیں کہ خود اسے مانتے اور لوگوں سے منواتے ہیں۔ غرض ہر نیک بندہ یہ ہی پکار رہا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عقل کہتی ہے کہ مطاع بہت سے ہو سکتے ہیں مگر معبود ایک ہی چاہئے کیونکہ ادنیٰ چیزیں لاکھوں ہو سکتی ہیں مگر سب سے اعلیٰ جس پر چیزوں کا مدار ہو ایک ہی چاہئے۔ درخت میں شاخیں پتے بہت ہیں مگر جڑ ایک، ہمارے جسم میں پانی و دیگر اعضاء بہت مگر دل ایک ہی ہے۔ آسمان پر تارے بہت مگر سورج ایک۔ ملک میں رعایا بہت مگر بادشاہ ایک، تو چاہئے کہ مطاع بہت ہوں مگر معبود ایک۔۔۔ وہی سب پر غالب ہے کہ سب اس کے مقابل عاجز اور وہی حکمت والا کہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

**فضلیت :** ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَالُوا بِمَا قَسَمَ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس کے گواہ ہیں اور وہ عدل سے انتظام رکھنے والا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے جو عزت والا حکمت والا ہے۔



حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد آیتہ الکرسی ۰۰۰۰ شہد اللہ ۰۰۰ قل اللہم مالک الملک ۰۰۰ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرماتا ہے اور جنت میں جگہ دیتا ہے اور اس کی ستر چاہیں پوری فرما دیتا ہے جن میں سے کم سے کم حاجت اس کی مغفرت ہے۔ (روح المعانی ولبی)

### آیتہ الکرسی :

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ (البقرہ/ ۵۵)

اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ خود زندہ ہے سب کو زندہ (قائم) رکھنے والا ہے نہ اس کو اُدگھ آتی ہے اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو سفارش کر سکے اس کے پاس بغیر اس کی اجازت کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے۔ اور وہ نہیں گھبر سکتے کسی چیز کو اس کے علم سے مگر وہ جتنا چاہے۔ اس کی کرسی نے زمین و آسمان کو سار کھا ہے اور نہیں تھکاتی اسے زمین و آسمان کی حفاظت اور وہی سب سے بلند عظمت والا ہے۔

﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۚ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (ال عمران/ ۲۶)

یوں عرض کرو۔ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت عطا کرے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔



حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت سے معلوم ہوا کہ جو شخص شہید اللہ کی تلاوت کے بعد یہ کہے کہ جس کی رب نے گواہی دی اس کی میں بھی گواہی دیتا ہوں انا علیٰ ذلک من الشہدین تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے فرمائیں کہ میرے بندے نے ایک عہد کیا ہے اور میں عہد پورا کرنے والوں میں سب سے زیادہ ہوں اس لئے میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ (طبرانی روح المعانی ابن کثیر)

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ عرفات میں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو اس کے بعد فرمایا وانا علیٰ ذلک من الشہدین یارب یعنی اے پروردگار میں بھی اس پر گواہ ہوں (ابن کثیر)

جو کوئی سوتے وقت یہ آیت کریمہ پڑھ لیا کرے تو رب تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرماتا ہے جو قیامت تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (مدارک)

﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۚ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ أَلَيْكَ الْفَلَاكُوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُتَّقِينَ ۚ الْغَزِيذُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ عَاثِي السُّبُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْغَزِيذُ الْحَكِيمُ ۝﴾ (الحشر/۲۲-۲۳)

اللہ وہ تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جاننے والا ہرچیز ہوتی اور ہر ظاہر چیز کا وہی بہت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سب کا بادشاہ نہایت مقدس سلامت رکھنے والا ایمان بخشنے والا غلبہ بان عزت والا نولے دلوں کو جوڑنے والا متکبر ہے پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں وہی اللہ سب کا خالق سب کو پیدا کرنے والا (سب کی مناسب) صورت بنانے والا سارے خوبصورت نام اسی کے ہیں۔ اس کی تسبیح کر رہے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

ان آیات میں صفات جلیلہ حمیدہ کاملہ کا بیان ہو رہا ہے یعنی جس خداوند کی عبادت



اطاعت اور فرمانبرداری کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے وہ خدا کن کن صفات کمال سے متصف ہے۔ سب سے پہلے اس کی شان تو حید بیان کی گئی 'وہی خدا ہے وہی محبوب ہے اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں جو خدائی کے تحت پر جلوہ فرما سکے۔ کوئی ایسی ہستی ہے ہی نہیں جو عبادت و پرستش کے لائق ہو۔ اگر کسی چیز میں کوئی کمال یا کمالات پائے جاتے ہیں تو اس میں نقائص و عیوب کی بھی کمی نہیں' اگر کوئی اور نقص نہ ہو تو اس نقص سے تو اس کے سوا کوئی بھی منزه نہیں کہ وہ ممکن ہے یعنی پہلے نہیں تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور پھر نہیں ہوگا۔

صفات تو حید بیان کرنے کے بعد اس کی صفت علم کا ذکر فرمایا کہ اس کا علم ادھور اور ناقص نہیں بلکہ وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو تم سے چھپی ہوئی ہیں اور ان کو بھی جانتا ہے۔ جو ظاہر ہیں ماضی بھی اس کے سامنے ہے مستقبل بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ رحمن و رحیم بھی ہے اس کی رحمت بے انداز ہے۔ دنیا و آخرت میں اپنے اور بیگانے سب اس کے ثوان نعمت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جو ان صفات و کمالات سے متصف ہے جن کو ان احمقوں نے خدا کا شریک بنا رکھا ہے کیا ان میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں یا ان میں سے کوئی ایک خوبی پائی جاتی ہے جب ان کمالات کا ان میں شائبہ تک نہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا کتنی بڑی حماقت ہے۔ اس لئے فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان محبوبان باطل سے پاک ہے جنہیں یہ نادان اس کا شریک بناتے ہیں۔ ترمذی میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو صبح کے وقت تین مرتبہ اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطن الرجیم اور اس کے بعد تین مرتبہ سورہ شریٰ کی یہ تین آخری آیتیں ہواللہ الذی لا اله الا هو سے آخر سورہ تک پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اگر اس دن میں وہ مر گیا تو شہادت کی موت حاصل ہوگی اور جس نے شام کو یہی کلمات تین مرتبہ پڑھ لئے تو یہی درجہ اس کو حاصل ہوگا (تفسیر مظہری)



﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ (بنی اسرائیل/ ۲۲) مت ظہیر اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود۔

یہاں مخاطب عام انسان ہے یا خطاب حضور ﷺ کو ہے اور مراد حضور ﷺ کی امت ہے دعوت ہے یعنی دنیا و عقبیٰ کی سرخروئی اور رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل یقین ضروری ہے۔ اگر کسی اور کو اس کی ذات کی طرح قدیم اور واجب مان لیا۔ اگر کسی کے متعلق یہ تسلیم کیا کہ اس کی صفات بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ (علم قدرت) وغیرہ کی طرح ذاتی اور قدیم ہیں تو وہ جان لے کہ اس نے اپنی بربادی کا سامان فراہم کر لیا۔ کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے محروم ہو جاتا ہے اور جو بد نصیب اس کی نگاہ رحمت سے محروم ہو جائے اس کی پھر کون دیکھیری کر سکتا ہے اسی لئے اس آیت میں صراحتاً ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ بناؤ ورنہ تم ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے۔

﴿قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا۟ اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا۟ فَقُولُو۟ا اشْهَدُو۟ا بِاَنَّا مُسْلِمُو۟نَ﴾ (آل عمران/ ۶۴) اے محبوب ﷺ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنالے پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

یہودیوں اور نصرائیوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس کلمہ کی طرف آؤ یعنی اس مقصد کی طرف آؤ جس کے لئے مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور صرف ایک خدا کی عبادت کی جائے اور یہی دعوت جو تمام انبیاء نے دی ہے۔ اہل کتاب بمقابلہ مشرکین و دیگر کفار کے اسلام سے قریب تھے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اس کی کتابوں وغیرہ کو مانتے تھے نیز مدینہ منورہ و اطراف مدینہ میں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کہ یہ لوگ اہل علم بھی تھے اور اولاد



انبیاء بھی۔ ان کے اسلام قبول کر لینے سے دوسروں کے ایمان لے آنے کی قوی امید تھی اس لئے اس آیت میں خصوصی طور پر اہل کتاب ہی کو دعوت اسلام دی گئی کہ یہ ذریعہ اشاعت اسلام ہے لہذا ارشاد ہوا کہ اے محبوب ﷺ آپ سارے اہل کتاب سے چوں خطاب کریں کہ اے اہل کتاب! ایسے دین کی طرف آ جاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے۔ جس میں نو مسلم اور پرانے مسلم، امیر و زیر، بادشاہ فقیر، چھوٹے بڑے، کالے گورے، آقا غلام۔۔۔ کا کوئی فرق نہیں اور جو افراط و تفریط سے خالی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم رب کے سوا کسی کو نہ پوجیں، انبیاء اولیاء اللہ سب کو اللہ تعالیٰ کا بندہ سمجھیں، ان میں سے کسی کو معبود نہ بنالیں اور کسی کو خدا کا شریک نہ سمجھیں، نہ بتوں کو نہ چاند سورج کو نہ صلیب کو نہ کسی اور شئی کو نیز کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا رب اور احکام کا مالک نہ بنائے، علماء صلحاء سب کو دین کا پیرو کار سمجھیں۔ خیال رہے کہ انسان کے سوا تمام جاندار چیزیں رنگ، شکل، بولی، غذا میں برابر ہیں۔ ہر جگہ کے گائے بکری مینڈک کی غذا میں بولی شکل و صورت میں کوئی فرق نہیں۔ انسان ہی وہ مخلوق ہے جو نہ زبان میں متفق ہے نہ غذا میں، نہ شکل و شباهت میں، نہ لباس میں۔ ان نکھروں کو ایک کرنے والا اور ان سب کو ایک جگہ جمع کرنے والا اگر کوئی ہے تو وہ اسلام ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ﴿سَوَّآءٌ بَيْنُنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ اگر وہ لوگ اس سے بھی منہ موڑیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے اور صلیب کی پرستش کرنے اور اپنے پادریوں کو احکام کا مالک ماننے پر ضد کریں تو آپ ان سے کہہ دو کہ تم یہاں بھی گواہ بن جاؤ اور آخرت میں بھی گواہی دینا کہ ہم مخلص مسلمان ہیں چونکہ اہل کتاب میں یہ تینوں حرکات تھیں کہ وہ صلیب کی پرستش بھی کرتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مریم کو خدا کا شریک بھی ٹھہراتے تھے کہ انھیں رب کا بیٹا بیوی مانتے تھے اور اپنے پادریوں کو مالک احکام بھی سمجھتے تھے۔ اس لئے یہاں تبلیغ میں ان تینوں چیزوں کا ذکر ہوا۔ قیامت و فرشتوں وغیرہ کا ذکر نہ ہوا کہ یہ چیزیں تو وہ مانتے ہی تھے۔ کسی کافر کو مسلمان کرتے وقت اس کے کفریات سے توبہ کرانا ضروری ہے۔ دہریے سے یہ کہلوایا جائے گا کہ خالق ہے، مشرک سے کہلوایا جائے گا کہ خالق ایک ہے، مرزائی سے



کہلوایا جائے گا کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ عیسائی سے کہلوایا جائے گا کہ حضرت عیسیٰ و مریم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اہل کتاب تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آپس میں کیوں جھگڑتے ہو کہ یہودی کہتے ہیں وہ یہودی تھے اور عیسائی کہتے ہیں وہ عیسائی تھے۔ ذرا تو سوچو کہ یہودیت تو ریت آنے کے بعد بنی اور نصرا نیت نزول انجیل کے بعد ظہور میں آئی اور ابراہیم علیہ السلام ان دونوں سے بہت پہلے گزرے کہ آپ کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار سال اور عیسیٰ علیہ السلام سے تین ہزار سال پہلے ہے (روح المعانی) پھر وہ یہودی یا عیسائی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کتاب آنے سے پہلے اس کی پیروی کر سکتا ہے؟ تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنی موٹی بات سمجھ سکو نہ وہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ ضعیف و مسلم تھے۔ اسلام ان کی ملت کے موافق ہے اگر تم ان کی پیروی چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ اس آیت میں وہ پیغام ہے جو حضور ﷺ سلاطین روم و شام و فارس و غیرہ کو بھیجتے اور اس کے ذریعہ انھیں دعوت اسلام دیتے تھے چنانچہ آپ نے قیصر شاہ روم کو جو فرمان نامہ بھیجا اس کا مضمون یہ تھا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے شاہ روم حرقل کی طرف ہے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت قبول کرے۔ اے شاہ روم میں تجھے دعوت اسلام دیتا ہوں اسلام لے آ سلامت رہے گا۔ اسلام لے آ تجھے اللہ تعالیٰ دگنا اجر دے گا اور اگر منہ پھیر لے گا تو تجھ پر عیشواؤں کا گناہ ہوگا پھر یا اهل الكتب سے مسلمانوں تک آیت متحریر فرمائی۔ جب یہ فرمان شاہ روم حرقل کے پاس پہنچا تو اس نے حضور ﷺ کے حالات دریافت کئے اور بولا کہ اگر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ان کے پیرو ہوتا۔ بعض روایت میں ہے کہ ان کے قدم چومنا مگر سلطنت کے خوف سے ایمان نہ لایا۔ اسی عظمت کی برکت سے اس کی سلطنت باقی رہی مگر کسریٰ شاہ فارس نے فرمان نامہ چاک کر دیا اس کا انجام یہ ہوا کہ اسی رات وہ قتل کیا گیا اور آتش پرستوں کی سلطنت کا قیامت تک کے لئے خاتمہ ہو گیا اور ان کی جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

﴿إِلَٰهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لِيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اللّٰهُ حَدِيثًا﴾ (النساء ۸۷) اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں جمع



کرائے کا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔  
 اللہ تعالیٰ کا معبود ہونا بالکل حق اور سچ ہے کیوں کہ اس کے دعوے کی حقیقت قیامت  
 کے روز معلوم ہوگی جس دن انصاف سے جزا یا سزا دی جائے گی مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کی  
 ذات ہر کائنات سب سے بڑھ کر حق اور سچ ہے اس لئے اس کا کلمہ بھی برحق ہے۔

اللہ وہ جولا نئی عبادت ہو، وہ وہی ہے جو فنی و بے نیاز ہو، دوسرے اس کے  
 عاجز و ناتوان ہوں، وہ سب سے بے نیاز اللہ الصمد۔ لہذا اگرچہ بندے کو بھی اللہ تعالیٰ کے  
 نام اور کام عطا ہوتے ہیں مگر بندہ محتاج ہے لہذا بندہ ہے۔ رب بے نیاز ہے لہذا اللہ  
 ہے۔ بندہ سمیع بصیر علیم و رحیم رؤف و غفر ہے۔ بعض بندے علم و قدرت والے ہیں۔  
 مگر ان کو زندہ کرتے، بیماروں کو شفا بخشنے ہیں، بارش پر ان کا قبضہ ہے، دور و نزدیک سے  
 سنتے ہیں جیسا کہ قرآنی آیات اس پر شاہد ہیں..... مگر ہیں بندے۔۔۔ کیونکہ وہ ان صفات میں  
 رب کے قبضہ میں ہیں لہذا وہ بندے ہیں اللہ نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی ان تمام صفات میں مستقل  
 ہے، بے نیاز ہے لہذا وہ اللہ ہے۔ ہمارا الوہیت بے نیازی ہے جو کسی بندے کو بے نیاز  
 مانے وہ مشرک ہے اور جو رب تعالیٰ کو نیاز مند مانے وہ مشرک ہے جیسے کفار عرب۔

﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ (یونس/۳)

یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، پس اس کی بندگی کرو، تو کیا تم غور نہیں کرتے۔  
 کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور پھر اُسے اللہ تعالیٰ ہی چلا رہا ہے اور یہ ہے  
 اصل معبود کی نشانی کہ جس نے اسے تخلیق کیا وہی اس کا کارساز ہے اور جو حقیقی کارساز ہو تو  
 صرف اسے حق حاصل ہے کہ اسے معبود تسلیم کر کے اس کی عبادت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ساری قدرتوں اور حکمتوں کا مالک، ہر چھوٹے اور بڑے کام کو اپنے اختیار  
 اور مرضی سے سرانجام دینے والا، جس کے حضور میں بلا اجازت کوئی لب کشائی کی جرات  
 بھی نہیں کر سکتا، وہ ہے تمہارا پروردگار اور تمہارا معبود۔ جب ایسا کوئی نہیں تو اسے چھوڑ کر کسی  
 کی عبادت کیوں کی جائے۔



﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾ (ط/۸)

اللہ کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسی کے ہیں سب اچھے نام۔

اس آیت سے پہلے یہ بیان ہوا ہے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو زمین کے اندر ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور جو باتیں انسانوں کے دلوں میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس دلیل کی بناء پر یہ کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب اچھے نام اسی کے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے۔ بے شک وہی الہ و معبود ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے وہ پاکیزہ اور پیارے نام جو اس کی صفات کمال پر دلالت کر رہے ہیں اسی کو زیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نام بہت ہیں کیونکہ اس کے صفات بہت۔ نام صفات کے مظہر ہیں۔ نیز بندوں کی حاجات بہت ہیں لہذا اس کے نام بھی بہت تاکہ ہر حاجت مند اپنی حاجت کے مطابق نام سے پکارے۔

﴿إِنِّى أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِى وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِى﴾ (ط/۱۳) بے شک

میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طوئی کی مقدس وادی میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے موسیٰ یہاں جوتے اتار کر آؤ کیوں کہ میں نے تمہیں پسند کر لیا ہے یعنی اپنا رسول بنا دیا ہے اور اس حقیقت پر خوب یقین کر لو کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس میری عبادت کرو اور مجھے یاد کرنے کے لئے نماز قائم کرو۔

اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ نماز ادا کر دتا کہ میری یاد کی لذت سے تم لطف اندوز ہو سکو اور دوسرا معنی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم میری حمد و تجید کرو اور مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کروں گا اس توجیہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ تم نماز ادا کرو تاکہ میں تمہیں یاد کروں جس طرح دوسری آیت میں ہے ﴿فَاذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ﴾ پس تم مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کروں گا۔

مسئلہ: اگر انسان بھول جائے اور نماز ادا نہ کر سکے یا سو گیا اور جب آنکھ کھلی تو نماز کا وقت



گزر چکا تھا تو جب اسے یاد آئے اور جس وقت وہ بیدار ہوا اسی وقت وہ نماز ادا کرے۔  
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز  
ادا کرنا بھول جائے یا نماز کے وقت سو گیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس وقت اسے یاد آئے  
اسی وقت نماز ادا کرے (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿وَذَٰلِكَ النَّوْنُ إِذْ ذُكِبَتْ مُفَاضِلًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أِنِّ لَآ إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (الانبیاء/ ۸۷) اور ذوالنون  
کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر جتنی نہ کریں گے تو اندھیروں میں  
پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے ہے چاہوا (کنز الایمان)  
اور یاد کرو ذوالنون (پچھلی والے نبی۔ یونس علیہ السلام) کو جب وہ چل دیا غضبناک  
ہو کر (اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو کر چل دیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ  
اپنی قوم سے ناراض ہوئے کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور اتباع حق سے کیوں دور  
بھاگتے ہیں) اور یہ خیال کیا کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے (اس معاملہ میں ہم اس  
پر سختی نہیں کریں گے یعنی عتاب نہ فرمائیں گے) پھر اس نے پکارا اندھیروں میں کہ کوئی معبود  
نہیں سوا تیرے پاک ہے تو جنگ میں ہی تصور داروں سے ہوں (ضیاء القرآن)

(اگر یہ لفظ ظالم نبی کے لئے کوئی دوسرا کہے تو کافر ہوگا۔ اُن کا اپنے متعلق یہ عرض  
کرنا کمال ہے۔ یہاں ظلم کے معنی خلاف اولیٰ کام کا سرزد ہو جانا ہے کیونکہ حضرت یونس  
علیہ السلام نے کسی حکم الہی کی خلاف ورزی نہ کی تھی آپ سے یہ خطا اجتہادی ہوئی کہ  
آپ نے رب کے حکم کا انتظار نہ فرمایا اور نینو ہستی سے روانہ ہو گئے بحر روم میں پہنچے)

حضرت یونس علیہ السلام اہل نینو کی طرف ہی بنا کر بھیجے گئے تھے آپ نے انہیں بہت  
سمجھایا لیکن ان کی ہٹ دھرمی بڑھتی ہی گئی عرصہ دراز تک جب تبلیغ و ارشاد کا اُن پر کوئی  
اثر نہ ہوا تو آپ اُن سے واپس ہو گئے۔ اس لیے کہ یہ خداوند عالم کو نہیں مانتے اور اس کے  
احکام پر عمل ہی نہیں ہوتے۔ آپ کا دل غصہ سے بھر گیا آپ اذن الہی کے بغیر وہاں سے



بھرت کر گئے۔ راستہ میں دریا تھا کشتی میں سوار ہوئے۔ جب کشتی دریا کے چٹ میں پہنچی تو بچکولے کھانے لگی ملاحوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا کہ کشتی میں ضرور کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنے مالک سے بھاگ آیا ہے اور اسی کی محسوس کی وجہ سے کشتی ڈوبنے لگی ہے جب آپ نے یہ سنا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اعتراف کیا کہ وہ میں ہوں چنانچہ آپ کو دریا میں پھینک دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ کشتی میں سوار یاں زیادہ تھیں جب کشتی ڈوبنے لگی تو باقی سوار یوں کے بچانے کے لیے ایک آدمی کو دریا میں پھینکنا ناگزیر معلوم ہوا۔ تین بار قرعہ اندازی کی گئی ہر بار آپ کا ہی نام نکلا۔ آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی حکم الہی سے وہاں ایک بڑی مچھلی منہ کھولے کھڑی تھی۔ اس نے فوراً آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے مچھلی یہ تمہاری خوراک نہیں بلکہ ہم نے تیرے شکم کو اسکے لیے قید خانہ بنایا ہے خبردار اسے کوئی گزند نہ پہنچے۔ جب آپ کو مچھلی نے نگل لیا تو اس وقت آپ نے اپنے مولیٰ کریم کو ان پیارے الفاظ سے پکارا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ کوئی معبود نہیں سوا تیرے۔ پاک ہے تو بیشک میں ہی قصورواروں سے ہوں۔ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اس کی وحدانیت اور سہو حیت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی التجا کو قبول فرمایا۔ چالیس دن کے بعد مچھلی نے کنارے پر آکر آپ کو اگل دیا۔ یہ دعا یہ کلمات بارگاہ الہی میں اتنے مقبول ہوئے کہ فرمایا کہ ہم اہل ایمان کو غم و اندوہ کے اندھیروں سے بونہی نجات دیتے ہیں۔

امام احمد و ترمذی اور دیگر محدثین سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذَا دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْئٍ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُ یعنی حضرت ذی النون کی وہ دعا جو مچھلی کے شکم میں انھوں نے کی تھی جو مسلمان جس مشکل میں ان الفاظ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

حاکم نے ایک اور ارشاد نبوی اس طرح نقل کیا ہے: اَلَا اخْبِرُكُمْ بِشَيْءٍ اِذَا اَنْزَلَ بِاَحَدٍ مِنْكُمْ كَرْبًا اَوْ بَلَاءً فَدَعَا بِهِ اِلَّا فَرَجَ اللَّهُ مِنْهُ قَبْلَ بَلِيٍّ يَارَسُولَ اللَّهِ. حضور ﷺ نے اپنے



صحابہ سے پوچھا کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتا دوں کہ جب تمہیں کوئی غم ہو اور مصیبت لاحق ہو اور تم اس سے بارگاہ الہی میں التجا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری مشکل آسان فرما دے۔  
صحابہ نے عرض کی 'اے اللہ کے رسول ضرور ارشاد فرمائیے' حضور ﷺ نے یہی دعا ارشاد فرمائی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہما) سے قضائے حاجات کے لیے نفل پڑھنا بیان فرمایا ہے۔ قارئین کے فائدہ کے لیے ان کی ترتیب بھی لکھی جاتی ہے۔

مجھ کو میرے والد مرشد نے اجازت فرمائی ہے کہ انسان حاجات مشککہ کے برآنے کے واسطے چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجِّنَا مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ کو سو بار پڑھے دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد رَبِّ إِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ سو بار پڑھے تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد وَأَقْوِضْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ سو بار پڑھتی رکعت میں بعد فاتحہ کے قَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ پھر سلام پھیر کر سو بار یہ کہے رَبِّ إِنِّي مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرُ۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ چاروں آیتیں اسم اعظم ہیں کہ انکے وسیلے سے جو سوال کیا جائے اور جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ (تفسیر فیہ القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اسم اعظم ہے اور یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا ہوئی۔ اسی دعا کی برکت سے آئی آفتیں ٹل جاتی ہیں مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فرمایا ﴿فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجِّنَا مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ یعنی اس دعا کی برکت سے ہم نے انہیں بھی غم سے نجات دی اور قیامت تک مسلمانوں کو بھی اس کی برکت سے نجات دیا کریں گے (مرقات)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی زبان سے نکلی ہوئی دعا بہت تاثیر والی ہوتی ہے۔



اللہ۔ اللہم۔ لا الہ الا انت۔ لا الہ الا هو اسم اعظم ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے ہی نام عظیم ہیں کوئی ناقص نہیں۔ مگر بعض نام اعظم یعنی بڑے ثواب و تاثیر والے ہیں۔ بعض صوفیاء نے فرمایا کہ جو نام خلوص دل اور عشق و محبت سے لیا جائے وہی اسم اعظم ہے یہی امام جعفر صادق کا قول ہے۔

وَعَلَيْهِ آيَاتُ كَرِيمٍ : ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

کوئی معبود نہیں سوا تیرے' پاک ہے تو' بیشک میں ہی قصور واروں سے ہوں۔  
رب تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور اسم اعظم کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے وسیلہ خواہ اسمائے الہیہ (اللہ تعالیٰ کے ناموں) کا ہو خواہ اس کے کسی محبوب بندے کا۔  
آیت کریمہ کی محافل و مجالس کا انعقاد باعث خیر و برکت اور دائمی نجات کا ذریعہ ہے انشاء اللہ اس محفل کی برکت سے آفتیں مصیبتیں اور پریشانیاں ٹل جائیں گی۔

﴿فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾ (المومنون/ 114)  
تو بہت بلندی والا ہے الہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے وہ لوگ جو زندگی کو بے مقصد خیال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی اس سوچ کا جواب دیا ہے کہ زندگی بے مقصد نہیں ہے بلکہ زندگی کا مقصد کلمہ کو تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہونا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے لوگوں کو تنبیہ کی کہ زندگی کو بے مقصد خیال نہ کرو اور جو زندگی کے مقصد کو پورا نہیں کرے گا وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جائے گا جہاں اسے کلمہ تسلیم نہ کرنے کی سزا دی جائے گی۔ تم اپنے مہد و فہم کے باوجود کوئی عہد اور فضول کام نہیں کرتے۔ تم نے آخر یہ کیسے خیال کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے مقصد اور عہد پیدا کر دیا ہو' وہ عہد کام کرنے سے بھی پاک ہے اور وہ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس کا کوئی بیٹا بیٹی ہو جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے۔



﴿وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْخُسُوفُ فِي الْأُولَى وَالْأَخْرَجُ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (القصص/ ۷۷) اور وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کا نام ہے اور اسی کا حکم دنیا میں چل رہا ہے اور پھر مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس لئے وہی بندگی کے لائق ہے اور اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ مقصد یہ ہوا کہ موت کے بعد جب ہر طرح سے خدا ہی کی طرف رجوع کرنا ہے تو پھر اس دنیا میں بھی اسی کا کلمہ پڑھو اور اسی کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرو۔

اس ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی کو بیان کر کے ان کے تمام شکوک اور اعتراضات کا جواب دے دیا۔

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (القصص/ ۸۸) اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا نہ پکارو اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز اس کی ذات کے سوا فنا ہوتی ہے۔

ہر انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو خدا بنا کر مت پکارو اسی وحدہ لا شریک کی عبادت اور یاد میں زندگی گزار دو کیوں کہ دنیا میں اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہوتی ہے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لئے اسی کی رضا کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔

یہ ساری دنیا اپنی جملہ نعمتوں و نعمتوں اور کھڑقوں کے بادیہ وجود فنا ہوتی ہے عرش و فرش مہر و ماہ سب فنا ہو جائیں گے ایک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک باقی رہے گی ﴿إِلَّا وَجْهَهُ﴾ کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے مگر وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کئے گئے ہیں انہیں ہی بقا و دوام حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ہی علم ہے جو ہر جگہ نافذ ہے چھوٹی بڑی ہر چیز اس کے فرمان کے سامنے سراٹھندہ ہے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ اور تمہیں یہاں چند روزہ زندگی گزارنے کے



بعد آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں اس طرح وقت گزار دو کہ قیامت کے دن جب تم بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہو تو تمہاری جبین پر اس کی بندگی کا روشن نشان چمک رہا ہو۔ تمہارا دل اس کی صحبت کا یادۃ لالہ غام سے سرشار ہو تمہارا سینہ اس کے نور معرفت سے منور ہو۔ اور جب تم قبروں سے نکلو تو رحمت کے فرشتے تمہارے استقبال کے لئے پرے ہاندھے کھڑے ہوں اور تمہیں مرحبا اور خوش آمدید کہہ رہے ہوں۔ وجہ عربی میں پھرے کو کہتے ہیں لیکن بطور مجاز اس کا اطلاق ساری ذات پر ہوتا ہے اس لئے یہاں وجہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ستواہ صفات ہے ای ذاتہ عز وجل (روح المعانی)

﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآنِي تُؤْفِكُونَ﴾ (فاطر/۳) کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی زمین و آسمان کا خالق ہے جو تمہیں رزق عطا کرے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں لوٹ کر جا رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے یعنی پیدائش سے آخری دم تک اس کے لیے ہر چیز مہیا کی ہے ان نعمتوں کو یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری عبادت کرو اور میرا ہی کلمہ پڑھو۔

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں! تمہیں بھی اس نے پیدا فرمایا اور تمہارے رزق کے سارے سامان بھی اسی نے پیدا فرمائے۔ تخلیق میں جب اس کا کوئی شریک نہیں تو رزق رسائی میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ جب خالق بھی وہی ہے اور رازق بھی وہی تو پھر خود انصاف کرو اور کون ہے جو عبادت کرنے کے لائق ہو؟ ہرگز نہیں۔ سب کہو لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ تم کہتے نادان ہو کہ اپنے خالق رازق اور اپنے معبود حقیقی سے منہ موڑ کر شیطان کی بیروی میں دیوانہ وار دوڑے جا رہے ہو۔

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ (الحجۃ/۳۵) کفار کا یہ حال ہے کہ بے شک جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔



اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کی عادت بیان کی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ شرک چھوڑ کر کلمہ پڑھ لو تو وہ اس دعوت کو تسلیم کرنے کے بجائے اکڑنے لگتے ہیں یہ عادت بہت بُری ہے مقصد یہ ہوا کہ ایک تو کلمہ کی دعوت کو قبول نہ کرنا جرم ہوا اور پھر اس غلطی پر تکبر کرنا مزید بڑا جرم ہے لہذا کلمہ حق نہ تسلیم کرنے والوں کے لئے یہ بات نقصان دہ ہے۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان مشرکین کا اپنے بتوں کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ قرآن نے صاف بتا دیا کہ وہ انہیں الہ اور معبود یقین کرتے تھے۔ اگر آج بھی کوئی کسی کو الہ اور معبود سمجھے خواہ وہ بہت ہو درخت ہو دریا ہو انسان ہو یا اجرام سماوی میں سے کوئی چیز وہ مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج۔ آج ہر اس مسلمان کو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کی محبت ہو اور اہل کرام سے عقیدت ہو اس کو مشرک کہنا ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے۔ ان آیات میں غور کرنے سے ہمیں کفار کے عقائد پر پوری طرح واقفیت حاصل ہوتی ہے وہ قیامت کے منکر تھے وہ اپنے بتوں کو الہ اور معبود یقین کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے تھے وہ نبی کریم ﷺ کی جناب پاک میں گستاخی کرتے تھے اور حضور ﷺ کو شاعر اور مجنوں کہتے تھے۔ جو لوگ خواہ خواہ مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگاتے ہیں اور ان کے متعلق یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے بھی وہی عقاید ہیں جو مشرکین مکہ اور کفار عرب کے تھے وہ ان آیات میں بار بار غور کریں۔ خدا کرے انہیں اپنی اس زیادتی کا احساس ہو جائے اور مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لئے جو وقت، سرمایہ اور علمی قابلیت ضائع کر رہے ہیں اسے وہ مشرکوں، ملحدوں اور دہریوں کو مشرف باسلام کرنے میں خرچ کریں۔

﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ قَاتِلُوا تُصَرِّفُونَ﴾ (المرآۃ) یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ انسان کا پروردگار ہے بڑی شان والا ہے عظیم قدوتوں والا ہے بلند و بستی، بحر و بر، کوہ و دامن، گویا کہ زمین و آسمان ہر جگہ پر اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی



خدا نہیں اور نہ ہی کوئی اور عبادت کے لائق ہے۔ اے لوگو! پھر اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر کہا  
ن چاؤ گے۔ اگر کفر و شرک کی راہ نہیں چھوڑو گے تو پھر عبرت ناک انجام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا تم  
کیا ہکاڑ سکتے ہو تم ہر بات میں اس کے محتاج ہو اے تمہاری قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔  
ہر جگہ ہر حال میں حقیقی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے لہذا آیت پر اعتراض نہیں کہ  
بادشاہت تو بہت انسانوں کو ملی ہے۔ خیال رہے کہ سلطنت 'اطاعت' حکم' مدد'۔۔۔  
مجازی طور پر بندوں کی بھی ہو سکتی ہے لیکن معبودیت رب کے سوا کسی کی صفت نہیں۔ اس  
میں مجاز بنانا ہی نہیں۔ بعض لوگ بادشاہ تو ہیں مگر الہ کوئی نہیں۔

﴿حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذُّنُوبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ  
الْعِقَابِ ذِي الطُّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ (المومن ۳) یہ کتاب اتارنا ہے  
اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عزت والا علم والا حکماء بخشے والا اور توبہ قبول کرنے والا  
سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف  
پھرنا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات کا ذکر کر کے انسان کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی  
دعوت دی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے  
اور اللہ تعالیٰ غالب علم والا ہے حکماء بخشے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے سخت  
عذاب دینے والا ہے بڑے فضل و کرم والا ہے۔ ان صفات کی بناء پر اللہ تعالیٰ ہی کو معبود  
مانا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔

اس قرآن میں عزت بھی ہے علم بھی ہے۔ قرآن جاننے والا بہترین علم والا ہے  
قرآن کی خدمت کرنے والا دنیا و آخرت میں عزت والا ہے۔

جو ذات ان صفات جلیلہ کاملہ کی مالک ہے وہی عبادت کے لائق بھی ہے اس کے سوا نہ  
کوئی ان صفات جلیلہ سے متعفف ہے اور نہ کوئی معبود بننے کی اہلیت رکھتا ہے۔

سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ اس میں اطاعت گزاروں کے لئے خوشخبری اور



عاصی نافرمانوں کے لئے سرزنش ہے علمائے تفسیر نے یہاں بڑا روح افزا اور بصیرت افروز واقعہ بیان کیا ہے۔ اس کا یہاں لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ شام کا ایک آدمی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا۔ اس کی پارسانی تقویٰ اور دین کے لیے اس کی حیثیت کے باعث آپ اس کو اپنا بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔ شام سے ایک آدمی آیا آپ نے اس سے اپنے دوست کی خیریت دریافت کی اس نے بتایا کہ وہ تو جاو ہو گیا ہے شراب پیتا ہے گناہ سنتا ہے اور وہ فسق و فجور کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ سن کر آپ کو از حد رنج ہوا فرمایا جب واپس جانے لگو تو مجھے ملتے جانا رونا لگی کے وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے کا تب کو بلایا اور فرمایا لکھو۔

من عمر بن الخطاب الى فلان سلام عليكم فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب ذي الطول لا اله الا هو اليه المصير۔ یہ خط عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فلان شخص کی طرف تم پر سلام ہو میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جو وحدہ لا شریک ہے۔ گناہ معاف کرنے والا توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا۔ بڑی قدرت والا اس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

پھر خود بھی اس کی ہدایت کے لیے دعا مانگی اور حاضرین مجلس سے بھی اس کے لئے دعا منگوائی اور یہ خط اس شخص کو دیا اور فرمایا کہ یہ میرے دوست کو پہنچا دینا۔ جب اس دوست نے خط پڑھا تو اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگا روتا تھا اور خط کو بار بار پڑھتا تھا یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کی فسق و فجور کی زندگی ترک کر کے اطاعت و انقیاد کی زندگی بسر کرنے لگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی توبہ کی اطلاع ملی تو آپ بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے۔ هكذا فاصفوا اذا رأيتم اخاكم زل ذلة فسددوه ووقفوه وادعوا الله له ان يتوب عليه ولا تكونوا اعداء للشياطين عليه۔ یعنی تم بھی جب اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ راہ راست سے اس کا قدم پھسل گیا ہے تو اس کے خلاف



شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ یعنی اگر تم اسے برا بھلا کہنا شروع کر دو گے اس پر طعن تشنیع کے تیر برسانے لگو گے تو وہ اپنی ضد پر پکا ہو جائے گا اور اسے اپنی عزت نفس کا سوال بنا کر گمراہی میں دوڑ نکل جائے گا۔

سبحان اللہ! دعوت و ارشاد اور تبلیغ و اصلاح کا کیا حکیمانہ انداز ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شروع دن میں آیتہ الکرسی اور سورہ مؤمن کی پہلی تین آیتیں ﴿حَمْ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطُّلُوفِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ التَّصِيُّتُ﴾ پڑھ لیں وہ اس دن ہر برائی اور تکلیف سے محفوظ رہے گا (ابن کثیر)

حضور ﷺ (کسی جہاد کے موقع پر رات میں حفاظت کے لئے) فرما رہے تھے کہ اگر رات میں تم پر چھاپا مارا جائے تو تم حم لاینصرون پڑھ لینا جس کا حاصل حم کے ساتھ یہ دعا کرنا ہے کہ ہمارا دشمن کامیاب نہ ہو اور بعض روایات میں حم لا یضر و یغیر لون کے آیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تم حم کہو گے تو دشمن کامیاب نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حم دشمن سے حفاظت کا قلعہ ہے (ابن کثیر)

حضرت ثابت بنائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ کے علاقہ میں تھا میں ایک باغ کے اندر چلا گیا کہ دو رکعت پڑھ لوں۔ میں نے ﴿حَمْ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطُّلُوفِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ التَّصِيُّتُ﴾ پڑھیں۔ اچانک دیکھا کہ ایک شخص میرے پیچھے ایک سفید ٹھچر پر سوار کھڑا ہے جس کے بدن پر بھٹی کپڑے ہیں اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم غافر الذنب کہو تو اس کے ساتھ یہ دعا کرو یا غافر الذنب اغفر لی یعنی اے گناہوں کے معاف کرنے والے مجھے معاف کر دے اور جب تم پڑھو قایل التوب تو یہ دعا کرو یا قایل التوب اقبل توبتی یعنی اے توبہ کے قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما۔ پھر جب پڑھو شدید العقاب تو یہ دعا کرو



یا شدید العقاب لا تغافنی اے سخت عقاب کرنے والے مجھے عذاب نہ دیجئے اور ہب  
ذی الطول پڑھو تو یہ دعا کرو یا ذا الطول ظل محلی فجیر اے انعام و احسان  
کرنے والے مجھ پر انعام فرما۔

ثابت بنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ نصیحت اس سے سننے کے بعد جو ادھر دیکھا تو وہاں  
کوئی نہ تھا میں اس کی تلاش میں باغ کے دروازے پر آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ ایک ایسا  
فحص یعنی لباس میں یہاں سے گزرا ہے سب نے کہا کہ ہم نے کوئی ایسا فحص نہیں دیکھا۔  
ثابت بنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت  
الیاس علیہ السلام تھے (ابن کثیر)

﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَاَنىٰ تُوَفَّكُونَ﴾ (المومن/۶۲)  
وہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔  
اللہ تعالیٰ بڑی شان اور قدرت والا ہے اس کی وحدانیت کی شہادت کائنات کا ذرہ ذرہ  
وے رہا ہے کیوں کہ ہر چیز کو بنانے والا وہی ہے اس لئے وہی عبادت کے لائق ہے اس  
لئے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اے انسان کدھر جا رہا ہے یعنی انسان کو تاکید کی گئی ہے کہ ایمان  
پر قائم رہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹی بڑی بُری بھلی چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ جو کسی چیز کا  
خالق غیر اللہ کو مانے وہ اس آیت کا مخالف ہے جیسے معتزلہ کہ وہ اعمال کا خالق خود بندے  
کو مانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بُری چیزوں کا پیدا فرمانا برا نہیں۔ شیطان بُرا ہے مگر  
شیطان کا پیدا کرنا برا نہیں اس میں ہزار باتیں ہیں۔

﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾  
(المومن/۶۵) وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اخلاص کے ساتھ اس کے دین  
پر کار بند ہو جاؤ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی شان کا اظہار کر کے اس بات کی تاکید کی گئی ہے اس کی



بندگی میں رہو اور اسی کا کلمہ پڑھو کیوں کہ ہمیشہ قائم رہنے والا سب خوبیوں والا اور دنیا کو پالنے والا وہی ہے۔ جب اس کی یہ شان ہے تو اور کون ہے جسے اس کا شریک بٹھرایا جائے۔ اس لئے اپنے عقیدہ کی ہر قسم کے جلی و خفی شرک کی آمیزش سے پاک کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو (روح المعانی)

حقیقی زندہ ہمیشہ سے زندہ ہمیشہ تک زندہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی مجازی عارضی زندہ ہیں۔ ایسے ہی حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے مجازی کارساز اس کے محبوب بندے ہیں۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ﴾ (الدخان/۸) اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرے اور وہی مارے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔

زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ موجودہ لوگوں کا مالک اور خالق وہی ہے اور اس سے پہلے لوگوں یعنی تمہارے آباؤ اجداد کا بھی وہی پروردگار ہے ایسی باکمال اور ذوالجلال والا کرام ذات پر ایمان نہ لانا نادانی ہے لہذا اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ یہ حقیقت جب روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بلند یوں اور پستیوں میں جو کچھ ہے اس کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اس کا ہر فیصلہ اس کی رحمت کا مظہر ہے اب اس حقیقت سے انکار بھی پر لے کر بے کی حماقت ہے کہ۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ بے شک صرف وہی معبود ہے وہی اس کا سزاوار ہے کہ اس کی بندگی اور عبادت کی جائے۔ زندہ کرنا اور مارنا اسی کی شان ہے۔ کان کھول کر سن لو تمہارا خالق و مالک بھی وہی ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا جن کا نام لے کر تم جیتے ہو جن کی طرف اپنی نسبت پر تم اتراتے ہو اور جن کی جائیدادوں کے مالک اور وارث ہو ان کا خالق اور مالک بھی وہی ہے۔ ایسی باکمال اور ذوالجلال والا کرام ہستی پر ایمان نہ لانا بڑی نادانی ہے۔

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (التوبہ/۳۱) اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔



جیسا کہ یوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کلمہ کو بگاڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو بھی خدا کا شریک ٹھہرا دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں تاکید کی کہ تمہیں ایسا کرنے کو تو نہیں کہا گیا تھا بلکہ تمہارے لئے تو یہ حکم تھا کہ ایک خدا کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہ بناؤ۔ مقصد یہ ہوا کہ کلمہ نے جس امر کا تم سے تقاضا کیا تھا اس پر قائم رہتے ہوئے ایک خدا کی عبادت کرو۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ عَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (الحق: ۱۳) اللہ تعالیٰ جو معبود بحق ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو مومنوں کو چاہئے کہ خدا ہی پر بھروسہ رکھیں۔ مومن کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور توکل کے ساتھ اسے معبود حقیقی ماننا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کئے بغیر نجات نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور اس پر توکل بندہ مومن کا طرہ امتیاز ہے اس طرح کہ اگرچہ اسباب پر عمل کریں مگر اعتماد اور بھروسہ صرف رب تعالیٰ پر کریں لہذا بیماری میں علاج کرنا مصیبت میں حکام ظاہری یا حکام باطنی اولیاء اللہ کی ہارگاہ میں حاضر ہونا توکل کے خلاف نہیں۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ (الزلزلہ: ۲) (یعنی) مشرق اور مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کا مالک ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں ہے ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس لئے ہر کام میں اس کو اپنا کارساز بنالینا ہی اصل توحید ہے اپنے سارے احوال اپنی ساری ضرورتیں اسی کے سپرد کر دو اور یقین رکھو کہ وہ کارساز ہی فرمائے گا اور دین و دنیا میں سچی کامیابی تمہیں نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کے یہ معنی نہیں کہ سب معاش اور دفع بلا کے جو اسباب و آلات قدرت حق نے آپ کو عطا فرمائے ہیں ان کو معطل کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو بلکہ حقیقت توکل کی یہ ہے کہ اپنے مقاصد کے لئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت و توانائی



اور جو اسباب میسر ہیں ان سب کو پورا استعمال کرو اعمال اختیار یہ کو کر لینے کے بعد نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جاؤ (تفسیر مظہری)

توکل کا یہ مفہوم خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے امام بغوی نے شرح السنہ میں اور تہذیبی نے شعب الایمان میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روح القدس جبرئیل امین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ اپنے مقدر میں لکھا ہوا اللہ تعالیٰ کا رزق پورا پورا حاصل نہیں کر لے گا۔ اس لئے تم خدا سے ڈرو اور اپنے مقاصد کی طلب میں اختصار سے کام لو۔ زیادہ منہمک نہ ہو کہ قلب کی توجہ ساری انھیں مادی اسباب و آلات میں محصور ہو کر رہ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو (تفسیر مظہری) ترمذی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ترک دنیا اس کا نام نہیں کہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر لو یا جو مال تمہارے پاس ہو اسے خواہ مخواہ اڑا دو بلکہ ترک دنیا اس کا نام ہے کہ تمہارا اعتماد اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو چیز ہے اس پر زیادہ ہو بہ نسبت اس کے جو تمہارے ہاتھ میں ہے (مظہری)

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلِّبَكُمْ وَمَتَّوِّكُمْ﴾ (محمد/۱۹) پس جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو روز الست ہی میں توحید کی معرفت عطا فرمادی تھی اور یہاں ظاہری تاکید فرمائی ہے کہ دنیا والوں کو بتانے کے لئے جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے اور اسی کا پرچار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کے لئے مغفرت مانگنے کا حکم اپنے محبوب کو دیا۔ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی یہ عزت افزائی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ امت کے گناہوں



کے لئے مغفرت طلب کریں اور حضور ﷺ کی ذات پاک وہ شفیع ہے جس کی شفاعت اور دعا مقبول ہے۔ یہ آیت حضور ﷺ کی شفاعت کبریٰ کی دلیل ہے۔

امت مسلمہ کی عزت افزائی ہے کہ وہ ان کی شفاعت فرمانے کا رب تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دے رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے تو حضور ﷺ سے کہلو کر دیتا ہے۔ امت کو بخفا تو خود ہے مگر محبوب سے فرماتا ہے کہ تم شفاعت کرو تا کہ ہم بخشیں، کوئی مسلمان حضور ﷺ سے مستغنی نہیں۔۔۔ دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں ﷺ۔

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ (البقرہ ۱۲۹) پھر اگر وہ پھر جائیں تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ میرے حبیب ﷺ اگر یہ آپ کی دعوت سے منہ پھیر لیں تو آپ انہیں کہہ دیں کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے جس کے علاوہ کوئی اور بندگی کے لائق نہیں، میں اسی پر بھروسہ کیا اور بڑے عرش کا مالک ہے۔

وَلَقِيفَهُ: ﴿حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ اس پر میں نے بھروسہ کر لیا اور وہ عرش اعظم کا مالک ہے۔

حضرت ابو برداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جو شخص صبح و شام سات مرتبہ ﴿حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے ہر غم کے لئے کافی ہو جائے گا۔ (روح المعانی)

اس آیت کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر غم کے لئے کیوں کافی ہو جاتا ہے؟ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ وہ رب ہے عرش عظیم کا۔ اور عرش عظیم مرکز نظام کائنات ہے جہاں سے دونوں جہاں کے فیصلے صادر ہوتے ہیں پس



جب بندہ نے اپنا رابطہ رب عرش عظیم سے قائم کر لیا تو مرکز نظام کائنات کے رب کی پناہ میں آگیا پھر غم و ہجوم کہاں باقی رہ سکتے ہیں ابن ہجار نے اپنی تاریخ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ جو شخص صبح کو سات مرتبہ ﴿حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ پڑھ لے گا 'نہیں پیچھے گی اس کو اس دن اور اس رات میں کوئی بے چینی اور نہ کوئی مصیبت اور نہ وہ ڈوبے گا۔ (روح المعانی)

حضرت محمد ابن کعب سے روایت ہے کہ ایک سریرہ روم کی طرف روانہ ہوا ان میں سے ایک شخص گر گیا اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی 'پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بات پر قادر نہ ہو سکے کہ اس کو اٹھا کر لے جائیں انھوں نے اس کا گھوڑا پاس باندھ دیا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور سامان بھی پاس رکھ دیا اور آگے بڑھ گئے۔ ایک مرد بھی آیا اور پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹ گئی اور میرے ساتھیوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے اس مرد بھی نے کہا کہ اپنا ہاتھ وہاں رکھو جہاں تکلیف محسوس کر رہے ہو اور پڑھو ﴿فَبِإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ پس انھوں نے اپنا ہاتھ وہاں رکھا اور یہ آیت پڑھی اور صحت یاب ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں میں جا پہنچے۔ (روح المعانی)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ آیت ﴿حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ اس فقیر کے معمولات سے ہے۔ برسوں سے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس آیت کی برکت سے ہم کو خیر کی توفیق بخش اور حق تعالیٰ شانہ خیر الموفقین ہیں۔

فائدہ: اس ورد کے بعد دعا بھی کرے کہ اے اللہ تعالیٰ یہ برکت بشارت حضور ﷺ اس آیت کریمہ کے ورد کے وسیلہ سے ہماری دنیا و آخرت کی تمام کمزوریوں کے لئے آپ کافی ہو جائے۔



## اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو نظام عالم تباہ ہوتا تھا

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَنَ اللَّهُ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝﴾  
(الانبياء ۲۲) اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو زمین و آسمان  
میں ہر طرف فساد پھیل جاتا۔ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ جو عرش کا رب ہے ان تمام  
نازیبا باتوں سے جو وہ کرتے ہیں۔

فساد اس لئے پھیلتا کہ ہر خدا اپنی اپنی چلاتا اس کے نتیجے میں نہ گردش لیل و نہار کا یہ  
نظم باقی رہتا نہ سورج کے طلوع و غروب اور موسموں کی تبدیلیوں میں یکسانیت برقرار  
رہتی اور نہ تو والد و ماحول کے نظام میں کوئی ہم آہنگی نظر آتی اس طرح اس کائنات  
کا سارا نظام ٹکڑیوں ہی درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ قرآن مجید کی اس دلیل کا مدعا یہ ہے کہ  
آج جو کائنات کے ہر گوشے میں تمہیں معنوی نظم و ضبط علم و قدرت کی مضبوط گرفت ٹکڑیوں  
نظام میں ہمہ گیر ہم آہنگی اور ہر وقت اور ہر جگہ نتائج عمل کے ظہور میں یکسانیت نظر آتی ہے  
وہ صرف اس لیے ہے کہ ساری کائنات میں صرف ایک ہی علیم وخبیر حکیم و قدیر قادر و جبار  
اور ایک ہی خالق پروردگار کی حکمرانی ہے اور یہی اسی خدا کا فرمان ہے کہ ﴿لَنْ تَجِدَ لِسَنَةِ  
اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام میں کوئی تبدیلی تم ہرگز نہ پاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کی یہ ناقابل تردید دلیل ہے انسان اس میں جتنا غور و فکر کرے  
اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی توحید پر اس کا یقین محکم اور ایمان پختہ ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کے  
باوجود اتنی سہل اور عام فہم ہے کہ ایک سادہ لوح دیہاتی بھی اس کو سمجھ سکتا ہے اور اپنے دل  
کو نور یقین سے منور کر سکتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر ایک ملک کے دو فرمانروا ہوں  
جن کے اختیارات مساوی ہوں تو اس ملک میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکیں گے اور اس کی  
ساری رونقیں خاک سیاہ بن کر رہ جائیں گی۔ اگر ایک ہی حکمران کے دو جنرل ہوں تو وہ فوج



کسی میدان میں جم کر نہیں لڑ سکے گی۔ یہ ایسی بات ہے جسے ہر گھسا پڑھا بھی جانتا ہے اور ایک ان پڑھ دیہاتی بھی جس کی عمر سیاسی ہنگاموں سے دور جنگوں میں گزری ہو اور آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی ملک میں کسی قوم نے اپنے دوائیے حکمران مقرر کیے ہوں جو قوت و طاقت اور اختیار میں مساوی حیثیت کے مالک ہوں لیکن اگر آپ اس آیت میں مزید غور کریں تو آپ کو اس دلیل کی گہرائی اور گیرائی کا مزید اندازہ ہوگا۔ پہلے آپ یہ سمجھے کہ اللہ (خدا) کون ہو سکتا ہے۔ اللہ وہ ہو سکتا ہے جو واجب الوجود ہو اپنے موجود ہونے میں کسی خالق کا محتاج نہ ہو نیز جو تمام صفات کمال سے متصف ہو اور جملہ نقائص و عیوب سے پاک ہو۔ جو خدا اپنے موجود ہونے میں کسی غیر کا دست نگر ہو اس کو اللہ کہنا مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ خدا جس میں کئی خوبیاں اور کمالات مفقود ہوں اور جس میں طرح طرح کے عیب پائے جاتے ہوں ایسی ہستی کو بھی خدا کہنا عقل و دانش کی سب سے بڑی توجہ ہے۔ اب جب ہم نے عقل سلیم کی روشنی میں یہ فیصلہ کر لیا کہ خدا وہ ہے جو واجب الوجود ہو اور تمام کمالات سے متصف اور تمام عیوب سے پاک تو اب ذرا سوچیے کہ اگر ایک سے زائد خدا مان لئے جائیں تو ان کی باہمی حیثیت کیا ہے۔ اگر سارے ناقص ہیں اور کمالات کے پیدا کرنے میں ایک دوسرے کی اعانت کے محتاج ہیں تو ان میں سے ایک بھی اس قابل نہ ہوا کہ اسے خدا کہا جائے کیونکہ جو خود محتاج ہو وہ کسی کی حاجت روائی کیا کرے گا۔ اور اگر ان میں سے ایک کامل قدرت کا مالک ہے اور دوسرے اس کی امداد کے محتاج ہیں تو جو کامل ہے اسے کیا پڑی ہے کہ اس بدیع اور حیران کن نظام عالم کی تخلیق میں دوسروں کو شریک کرنا پھرے جو وہ بلا شرکت غیرے انجام دے سکتا ہے اور اگر سب یکساں قوت اختیار اور ارادہ کے مالک ہیں تو ان میں باہمی اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہے اور جب ایک خدا دوسرے خدا سے ٹکرائے گا تو کمالات کی دھجیاں اڑ جائیں گی اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سب نے آپس میں مصالحت کر لی ہے اور باہمی اتفاق سے سارا نظام چل رہا ہے تو کیا حوادث عالم کے رونپہ برہونے میں سب کی قوت صرف ہو رہی ہے یا ایک کی۔ اگر ایک کی صرف ہو رہی ہے تو دوسرے بیکار ہو گئے۔ اور یہ بھی اچھے خدا ہوئے کہ طاقت



تو ہے لیکن بخیل کی دولت کی طرح بیکار و بے مصرف اور اگر سب کی قوت و ارادہ سے ہر کام انجام پا رہا ہے تو پھر در یافت طلب امر یہ ہوگا کہ سب غلطی اس کام کو کر سکتے ہیں یا نہیں اگر نہیں کر سکتے تو عاجز و ناتوان ہوئے جو شان خداوندی کے خلاف ہے اور اگر ہر ایک کر سکتا ہے اور پھر سب مل کر کرتے ہیں تو یہ بھی قوت و ارادہ کی بے جانمائش اور ضیاع ہے جو حماقت کی دلیل ہے غرضیکہ اگر الہ کا مفہوم ذہن نشین ہو اور پھر اس آیت طیبہ میں غور کیا جائے تو عقل و فہم کی دنیا میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ علامہ اسماعیل حقی نے کیا خوب لکھا ہے کہ اگر ایک بدن میں دو روح اور ایک نظام شمسی میں دوسرا آفتاب نہیں سا سکتا تو اس جہاں بالادست میں بھی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے علاوہ اور کوئی دوسرا خدا نہیں سا سکتا (روح البیان) (تفسیر ضیاء القرآن)

### سورۃ الاخلاص (سورۃ توحید)

اس سورۃ مبارکہ کے بہت سے نام ہیں جو اس کی عظمت شان اور مقام رفیع پر دلالت کرتے ہیں۔ سورۃ توحید: کیونکہ اس میں عقیدہ توحید کو بڑی جامعیت اور دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ نجات: اس کے ذریعہ انسان کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے نجات حاصل ہوتی ہے نیز عذاب جہنم سے بھی رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ سورۃ مقشقہ: قشقہ کہتے ہیں بیماری سے شفا یاب ہو جانا۔ اس سورت کے ذریعے کیونکہ کفر و شرک کے مرض سے شفاء نصیب ہوتی ہے اسی لیے اس مقشقہ کہا گیا۔ سورۃ الاساس: کیونکہ ایمان و عمل کا قعر رفیع توحید کی بنیادوں پر تعمیر ہوتا ہے اس کے بغیر اعلیٰ سے اعلیٰ عمل بھی بے معنی اور بے سود ہے۔ سورۃ المائدہ: یہ اپنے قاری کو عذاب دوزخ سے بچالیتی ہے۔



سورۃ النور: اس کی نیا پاشیوں سے مومن کے دونوں جہاں روشن ہو جاتے ہیں۔ اس کے ذہن اور اس کے دل دونوں میں آجالا ہو جاتا ہے۔

سورۃ الامان: اس سورت پر ایمان رکھنے والے کو خداوند والہ الجلال کے قہر و غضب سے امان مل جاتی ہے۔

سورۃ الاخلاص: اس سورت کے متھردناموں میں سے یہ اس کا مشہور ترین نام ہے کیونکہ توحید خالص کا مضمون پوری فصاحت سے اس میں مذکور ہے گویا یہ نام اس سورت کے لیے بطور علامت مستعمل نہیں ہوا بلکہ اس کے مضامین و مطالب کا ایک جامع عنوان ہے۔ سامنے پیش کرتے ہیں جن سے اس کے کئی ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

مضامین: اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کاملہ کے بارے میں جس قسم کی غلط فہمیاں نوع انسانی کے کسی طبقہ میں پائی جاتی تھیں ان تمام کا ازالہ یہ سورت نازل کر کے کر دیا۔ بعض کہتے تھے کہ یہ عالم قدیم ہے۔ اس کا کوئی خالق اور مبداء نہیں اپنی محیر العقول بوقلمونیوں اور بے عدیل باہمی الظلم و ضبط کے ساتھ یہ خود بخود معرض وجود میں آ گیا ہے۔ یہ کہنے والے یونان کے قدیم فلسفی ہوں یا عصر حاضر کے ملحد و انشور ہوں مصر اور بابل کے ترقی یافتہ تمدنوں کے بانی ہوں یا وحشی قبائل سب غلط کہتے ہیں۔ بتاد یا اس کائنات کا خالق ہے۔ اور ہے بھی وہ وحده لا شریک۔۔۔ قل هو اللہ احد۔

بعض قومیں ذات خداوندی کو تسلیم کرتی تھیں لیکن اس کی صفات کاملہ کا عرفان انہیں نصیب نہیں ہوا تھا اس لئے شکوک و شبہات کی وادیوں میں صدیوں سے بھٹک رہی تھیں باقی آیات سے ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا اور انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر معرفت الہی کی روشنی میں پہنچا دیا۔

یہی مسئلہ توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ تمام انبیاء و رسول بھی سبق لوگوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین ﷺ کی بعثت کا مقصد وحید بھی یہی تھا۔



**فضیلت و اہمیت :** اس سورہ پاک کی فضیلت و اہمیت اس کے مضمون سے عیاں ہے لیکن بطور تحرک زبان و سالتماہ علیہ السلام سے بھی اس کی عظمت شان کا تذکرہ سینے:

(۱) عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلاً علی سریتہ فکان یقرأ لأصحابہ فی صلوٰتہ ویختم بقل هو اللہ احد . لما رجعوا ذکرُوا ذلك للنجبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال سلوہ لای شیئی یصنع ذلك فسألوه فقال لانہا صفة الرحمن وانا احب ان اقرأ بها وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبروہ ان اللہ تعالیٰ یحبہ (بخاری - مسلم) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر کسی مہم پر روانہ کیا۔ ان کا یہ معمول تھا کہ جب وہ جماعت کراتے ہر رکعت کی قراءت کے اختتام پر سورہ اخلاص تلاوت کرتے۔ واپسی پر لشکریوں نے اس بات کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کیا کرتا ہے۔ اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا: اس سورت میں خداوند رحمن کی صفت ہے اس لیے میں اس کی تلاوت کو محبوب رکھتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو محبوب رکھتا ہے۔

(۲) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رجل من الانصار یؤمہم فی مسجد قباء فکان کلمۃ افتح سورۃ بقرآئہا لہم فی الصلوۃ من یقرأ بہ افتح بقل هو اللہ احد حتی یفرغ منها ثم کان یقرأ سورۃ اخری معها۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فلاں ما یمنعک ان تفعل ما یمارک بہ اصحابک وما حملک علی لزوم هذه السورۃ فی کل رکعۃ قال انی احببہا قال حبک ایتاہا ادخلك الجنة (بخاری) حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک انصاری مسجد قباء میں انصار کی امامت کیا کرتے تھے ان کا یہ دستور تھا کہ وہ سورت پڑھنے سے پہلے سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے۔ ان کے مقتدیوں نے انہیں کہا کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں یا سورہ اخلاص پڑھا کیجئے یا کوئی دوسری سورت انہوں نے کہا میں تو ایسا ہی کروں گا اب آپ کی مرضی ہو تو جماعت کراتا ہوں اور اگر



آپ کی مرضی نہ ہو تو کسی دوسرے کو اپنا امام مقرر کر لیجئے۔ ان کی نیکی اور پارہ سائی کی وجہ سے لوگ کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا پسند نہ کرتے تھے چنانچہ اس کا تذکرہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے مقتدی جس طرح کہتے ہیں تم ایسا کیوں نہیں کرتے اس نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس سورت سے بڑا پیار ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اسکی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے۔

اگرچہ یہ سورت صرف چار آیات پر مشتمل ہے لیکن اپنی عظمت شان کے باعث اس کو ایک بار پڑھنے سے دس پاروں کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

(۱) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ احشدوا فانی ساقراً علیکم ثلث القرآن فاحشد من حشد ثم خرج فقرأ قل هو اللہ احد .... ثم دخل ... فقال انی قلت ساقراً علیکم ثلث القرآن الا وانہا تعدل ثلث القرآن۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک روز صحابہ کو حکم دیا کہ اکٹھے ہو جاؤ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا چنانچہ لوگ جمع ہو گئے۔ حضور تشریف لائے سورۃ اخلاص کی تلاوت فرمائی اور حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ لوگ کہنے لگے حضور ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا اور آپ صرف ایک سورت سنا کر تشریف لے گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے واپس آ کر فرمایا کہ میں نے تمہیں یہی کہا تھا کہ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا۔ کان کھول کر سن لو یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(۲) عن ابی سعید قال رسول اللہ ﷺ لاصحابہ ابعجز احدکم ان یقرأ ثلث القرآن فی لیلۃ فشق ذلك علیہم قالوا اینا یطیق ذلك یا رسول اللہ ﷺ فقال اللہ الواحد الصمد ثلث القرآن۔ ایک روز حضور ﷺ نے صحابہ کو فرمایا کیا تم ایک تہائی قرآن ہر رات تلاوت نہیں کر سکتے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا قل هو اللہ احد الخ قرآن کی ایک تہائی ہے اس سورت کو قرآن کریم کی ایک تہائی کہنے کی کئی وجوہات علمائے ذکر کی ہیں۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ قرآن میں تین چیزوں پر پوری توجہ صرف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت



پرایمان رسالت پر ایمان اور روز قیامت پر ایمان ۔۔ اس سورت میں توحید کا ذکر کیا گیا ہے جو ان تین چیزوں میں سے ایک ہے اس لئے اُسے قرآن کی ایک تہائی فرمایا گیا۔  
اس بارگت سورت کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جب دامن طلب پھیلا یا جاتا ہے وہ کریم اسے خالی واپس نہیں کرتا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انه دخل مع رسول اللہ ﷺ المسجد فاذا رجل یصلی یدعو یقول اللہ انی اسألك بانی اشہد ان لا الہ الا انت الہد الصد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد قال والذی نفسی بیدہ لقد سأله باسمہ الاعظم الذی اذا سُئل بہ اعطی واذا دُعی بہ اجاب حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں حضور کریم ﷺ کی معیت میں مسجد میں داخل ہوا وہاں ایک شخص نماز پڑھ کر دعا مانگ رہا تھا اور عرض کر رہا تھا اللہم انی اسألك بانی اشہد ان لا الہ الا انت الہد الصد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس شخص نے اپنے رب سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے جب بھی اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا ہے وہ عطا فرماتا ہے اور جب بھی دعا کی جاتی ہے وہ قبول کرتا ہے۔  
روی انه دخل المسجد فسمع رجلا یدعو ویقول أسألك یا اللہ یا احد یا صد یا من لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد فقال غفر لك غفر لك غفر لك ثلاث مرات (تفسیر کبیر)

ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک شخص کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا وہ عرض کر رہا تھا أسألك یا اللہ یا احد یا صد یا من لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد یہ سن کر حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: اے شخص تجھے بخش دیا گیا اے شخص تجھے بخش دیا گیا اے شخص تجھے بخش دیا گیا۔

روی انه کان جبرئیل علیہ السلام مع الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا اقبل ابوذر الغفاری قال جبرئیل هذا ابوذر قد اقبل وقال علیہ الصلوٰۃ



والسلام او تعرفرنه قال هو اشهر عندنا منه عندكم . قال عليه الصلوة والسلام بماذا قال هذه الفضيلة قال لصغره في نفسه وكثرة قراءته قل هو الله احد (تفسیر کبیر) ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگئے ۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یہ ابوذر ہیں جو آ رہے ہیں ۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا تم ملائکہ ابوذر کو پہنچاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے زیادہ ہمارے ہاں مشہور ہیں ۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کس وجہ سے انہیں یہ فضیلت ملی ہے ۔ انہوں نے عرض کی ایک تو یہ اپنے آپ کو اپنے دل میں چھوٹا سمجھتے ہیں دوسرا قل هو الله احد کی کثرت سے قرأت کرتے ہیں ۔

علامہ ابو عبد اللہ الانصاری القرطبی اپنی تفسیر میں اس مقام پر ایک روایت نقل کرتے ہیں ۔ عن سهل بن سعد الساعدي قال شكى رجل الى رسول الله ﷺ الفقر وضيق المعيشة فقال له رسول الله ﷺ اذا دخلت البيت فسلم ان كان فيه احد وان لم يكن فيه احد فسلم على واقراء قل هو الله احد مرة واحدة ففعل الرجل فادار الله عليه الرزق حتى افاض على جيرانه . (القرطبي)

سہل بن سعد الساعدي رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں اپنے فقر اور تنگدستی کی شکایت کی ۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہو اگر وہاں کوئی موجود ہو تو اس کو سلام کہو اور اگر کوئی موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام بھیجو اور پھر ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھو ۔ اس شخص نے حسب ہدایت عمل کیا اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا وافر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو بھی مستفید کرنے لگا ۔

قاضی عیاض شفا شریف میں ان مقامات کا ذکر کرتے ہوئے جہاں رحمت عالم ﷺ پر صلوٰۃ والسلام بھیجنا مستحب ہے رقمطراز ہیں : وقال عمرو بن دينار في قوله فاذا دخلته بيوتا فسلموا على انفسكم قال ان لم يكن في البيت احد فقل السلام على النبي ورحمة الله وبركاته عمرو بن دينار (جو امام حدیث ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ضمن میں



فَإِذَا دَخَلْتُمْ (الایہ) لکھتے ہیں جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے آپ پر سلام بھیجو۔ ابن دینار کہتے ہیں اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علامہ علی قاری شرح شفا میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اہی لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اہل الاسلام۔ یعنی حضور ﷺ کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے اس لیے حضور ﷺ پر سلام عرض کرنا چاہیے۔ (شرح شفا۔ قاضی میاض جلد ۴) (تفسیر ضیاء القرآن)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو پوری سورہ اخلاص دس بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تب تو ہم بہت سے محلات حاصل کریں گے۔ (ترغیب ترہیب ج ۲ ص ۶۴)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان غلام اور باندی کسی دن یا رات تین سو بار قل ھواللہ احد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ یقیناً بخش دے گا۔ (کنز العمال)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص عرفہ (نویں ذی الحجہ) کی شام کو ایک ہزار بار سورہ قل ھواللہ احد پڑھے گا وہ جو مانگے گا اسے اللہ تعالیٰ مرحمت فرمائے گا یعنی اس کے بعد اسکی ہر جائز مراد پوری کی جائے گی اور ہر دعا قبول ہوگی (ایضاً)

اور فرمایا جو پچاس بار سورہ قل ھواللہ احد پڑھے گا اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (کنز العمال)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو روزانہ دو سو مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھے گا اس کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ چہرہ سونکیاں نکھے گا اور اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیگا لیکن اگر اس کے اوپر قرض ہو تو (وہ معاف نہ ہوگا) جبکہ کہ اس کو ادا نہ کرے۔ (ترمذی)

فرمایا نبی ﷺ نے کہ جو اپنے گھر داخل ہوتے وقت قل ھواللہ احد پڑھتا ہے تو اس کے گھر والوں اور پڑوسیوں کی غربت کو یہ سورت دور کر دیتی ہے۔ (کنز العمال)



فرمایا ﷺ نے جو ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی اور قل ھواللہ احد پڑھے گا وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہوگا۔ (درمنثور)

فرمایا ﷺ نے جو کوئی دن رات یا دن میں تین بار قل ھواللہ احد پڑھے گا پورے قرآن کے برابر ہوگا۔ (درمنثور)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص قل ھواللہ احد دو سو مرتبہ پڑھے گا اس کو پانچ سو سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (درمنثور)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو بعد نماز فجر کسی سے بات کرنے سے پہلے دس بار قل ھواللہ احد پڑھے گا۔ اس دن کوئی گناہ لاحق نہ ہوگا اور وہ شیطان سے بچا رہے گا۔

بعض روایوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قل ھواللہ احد اسم اعظم ہے۔ اس کے ساتھ جودعا کی جائے گی مقبول ہوگی۔ (امین ماہ۔ ابن اب شیبہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کا ثواب قرآن کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔ (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ آرام فرمانے کیلئے لیٹتے تو دونوں ہاتھ ملا کر سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ ناس پڑھ کر دم کرتے اور بدن کے جس حصہ تک ہاتھ پہنچتے وہاں ہاتھ پھیر لیتے لیکن ہاتھ پھیرنے کی ابتداء سر سے اور چہرے سے ہوتی اور جسم کے اگلے حصہ سے اور اسی طرح تین مرتبہ یہ عمل کرتے تھے۔ (بخاری)

عقبہ بن عامر کہتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ تیز آندھی نے ہم کو گھیر لیا، حضور ﷺ نے سورۃ فلق و سورۃ ناس پڑھ کر دعا مانگنا شروع کی اور مجھ سے فرمایا عقبہ ان دونوں سورتوں کے ذریعہ پناہ مانگ، اس معاملہ میں یہ دونوں سورتیں سب سے بہتر ہیں (ابوداؤد)

حضور ﷺ نے ایک روز صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج کی رات ایسی عجیب آیات نازل کی گئی ہیں کہ اس کے مانند آج تک نہ دیکھی گئیں اور وہ آیات قل اعوذ برب الفلق اور



قل اعوذ برب الناس ہیں (مسلم)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو بعد نماز جمعہ سات مرتبہ سورۃ اخلاص اور سورۃ قلقل و ناس پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک برائی سے بچائے گا۔ (درمنثور)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بارش کی رات ہم حضور ﷺ کی تلاش میں گئے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا صبح شام تین تین مرتبہ سورۃ قلقل اور سورۃ ناس پڑھا کر دے یہ ہر بلا کو دفع کرنے کیلئے کافی ہوں گی۔

دونوں کف دست پھیلا کر تینوں قل ایک ایک بار پڑھ کر ان پر دم کر کے سر اور چہرے اور سینے اور آگے پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچے پھیر لے سارے بلاؤں سے محفوظ رہے۔ (اخلاص حضرت قدس سرہ)

اس عمل کے کرنے سے اعضائے جسمانی ست نہیں ہوتے جس دن یہ عمل کیا جائے اعضاء جلنے ٹوٹنے کمزور ہونے سے بچیں۔ ہاں جس بندے کا امتحان منظور ہو تو صبر کرے کہ امتحان میں کامیابی بلندی درجات کا سبب ہے۔

بچوں کی حفاظت کیلئے یہ عمل خود کریں اور بچوں کے جسم پر ہاتھ پھیر دیں تاکہ بچے ہر بلائے ارضی و سماوی سے بچے رہیں۔ بچک کے دنوں میں اس کا ضرور خیال رکھیں کہ بچے بد شکل ہونے سے محفوظ رہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے قبرستان سے گزرے اور سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبر کو بخشے تو اس کو سورۃ اخلاص پڑھنے کا اتنا ثواب ملے گا جتنے کہ اس قبرستان میں مردوں کی تعداد ہے۔ (نوائم الکبریٰ)

تلاش معاش کیلئے سورۃ اخلاص مع ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ایک ہزار بار اول و آخر و درو و شریف سو سو بار پڑھنا عروج ماہ میں مفید ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾

(اے حبیب) فرما دیجیے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ معبود ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنم اور نہ وہ

جنم لیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔



اگر آپ اقوام عالم کے مذہبی عقائد کا مطالعہ کریں تو آپ ششدر ہو کر رہ جائیں گے خالق کائنات کے بارے میں بھانت بھانت کی بولیاں سن کر آپ کا دماغ چکرانے لگے گا اور دل ڈوبنے لگے گا۔ بعض نے تو کسی خدا کو ماننے ہی سے انکار کر دیا ہے ان کے نزدیک یہ جہان رنگ و بو اتفاقاً محض بطور حادثہ پیدا ہو گیا ہے۔ کسی کی حکمت، کسی کے علم، کسی کی قدرت کا اس میں ذرا دخل نہیں۔ یہ چراغ نیلوفر کی یہ کرۂ زمین اس میں فلک یس پہاڑ ان میں ایلے ہوئے چشمے رواں رواں ندیاں ان کے دامن میں رقلین میکتے پھول اور چیتے ہوئے کائے شبنم کے قطرے اور سمندروں کی ٹیکرائیاں خود بخود بخود ظہور پذیر ہو گئیں۔ نیلگوں فضا میں ان گنت ستاروں کے چراغ خود ہی روشن ہو گئے۔ آفتاب و مہتاب کی تابانیاں کسی خالق کی قدرت تخلیق کا کرشمہ نہیں۔

بعض اقوام ایک خدا کی قائل تھیں مگر ایسا خالق جو علم و حکمت اور قوت تدبیر سے یکسر عاری ہے بعض نے دو اور بعض نے ان گنت خدا بنا ڈالے ان خداؤں کے معاشقوں کی داستانیں بڑی اخلاق سوز ہیں۔ ان میں رقابت کی آگ بھی بھڑکی انہوں نے ایک دوسرے کی بیویوں کو اغوا تک کیا ان سے بد معاشی سے بھی باز نہ آئے ان کے درمیان خونریز جنگیں بھی ہوئیں ان کی اولاد بھی پیدا ہوئی غرضیکہ اس سلسلے میں بد فیضی کا وہ طوفان برپا ہے کہ الامان والہ حفظ۔

لطف یہ ہے کہ ان خرافات کو ماننے والے ان پر ایمان رکھنے والے بڑے جوش و خروش سے ان کا پرچار کرنے والے معمولی قسم کے آدمی نہ تھے ان میں فلاسفر بھی تھے منطقی بھی ان میں چوٹی کے سائنس دان بھی تھے اور ریاضی دان بھی کشور فصاحت کے تاجدار بھی تھے اور شاعر بھی دانش وروں، عقل و فہم کے بحسوں مذہبی رہنماؤں اور سیاسی قائدوں اور بے نظیر فاتحوں کا ایک جم غفیر تھا انھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہندو چین روم یونان اور مصر جہاں تہذیب و تمدن کے چراغ روشن تھے یہ کیفیت وہاں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب و حید کے علیہ السلام و دعوت حق کے مبلغ اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ جس ملک میں تشریف لائے وہاں تو سونے، تانبے، فولاد، پتھر اور لکڑی کے بے شمار خداؤں کی خدائی کا ڈنکان بج رہا تھا۔



جب اس ہادی برحق نے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر **قولوا لا اله الا الله** کا اعلان کیا تو لوگوں کے ذہنوں میں کھلبلی مچ گئی۔ سوالات و استفسارات کا ایک سیلاب امنڈ آیا۔ فرمائشوں پر فرمائشیں ہونے لگیں۔ کوئی کہتا: **انسب لنا ربك**۔ ذرا اپنے رب کا نسب نامہ تو بیان فرمائیے۔ کوئی کہنے لگا: آپ کا رب کس چیز کا بنا ہوا ہے؟ لوہے کا، مٹی کا، پتھر کا، تانبے کا، سونے کا؟ دنیا کی ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مادہ ہے۔ آخر آپ کے رب کا کیا مادہ ہے؟ کوئی بے تابی سے پوچھ رہا تھا کہ آپ کے رب کی خوراک کیا ہے جس نے تمہارے رب کا ندھوں پر کائنات کی تخلیق اور تمدن ہر کار گراں اٹھایا ہوا ہے وہ کھانا کیا ہے؟ ان کے ذہنوں کی تنگ دامانی اور ان کے افکار کی کچی عجیب و غریب سوالات کے پیکر میں ظاہر ہو رہی تھی۔ اُس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مكرم ﷺ پر یہ سورۃ مبارکہ نازل کی اور اس کی چند آیتوں میں گمراہی کی اگھنت صورتوں کا قلع قمع کر دیا۔ ارشاد ہے: **قل اے عبد کامل سب سے بڑی سچائی کا اعلان تو اپنی زبان سے فرماتا کہ کسی کو مجال انکار نہ رہے۔**

بسا اوقات کمال بھی حجاب بن جایا کرتا ہے۔ کمالات بھی بے شمار ہیں اور ان سے پیدا ہونے والے تجاہات بھی اگھنت ہیں۔ کہیں حسن، کہیں قوت، کہیں علم، کہیں دولت، کہیں اقتدار و حکومت اور کہیں جنگی فتوحات کے نقاب حق کے روئے زیبا کو مستور کر دیتے ہیں۔ ان تجاہات کو وہی اٹھا سکتا ہے ان نقابوں کو وہی الٹ سکتا ہے جو خود جملہ کمالات سے ہوں متصف ہو کہ اس کی نظیر بخش نہ کی جاسکے۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو تمام کمالات کا پیکر رخصتا بھیجا ہے اٹھئے اور اپنی صدائے دلنوازی سے نغوت و چنار کے ان بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیجئے۔ فرعون نے ملک مصر کی حکمرانی سے اپنا دماغی توازن کھو دیا تھا اور خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ تجھے تو میں نے وہ سلطانی عطا فرمائی ہے کہ تیری انگلی کے اشارے سے چاند و منگھڑے ہو جاتا ہے اس بے مثال سلطانی کے باوجود اگر تو یہ کہے گا کہ **لا اله الا الله** تو کسی حکمران کی یہ مجال نہیں ہوگی کہ وہ اپنی خدائی کا اعلان کر سکے۔ جب تو یہ کہے گا **لا اله الا الله** کہ میں بائیں ہمہ کمال خدا نہیں بلکہ بندہ ہوں تو کسی کو یہ حق نہ پہنچے گا کہ وہ کسی نبی یا رسول کو خدا یقین کرے۔ تیرے علم کا بحر بے پناہ کنار کان و مایکون کو محیط ہے۔



تیری نگاہ رسا' اسرار و معارف کی گہرائیوں تک پہنچی ہوئی ہے' اس علم بے پایاں کے باوجود اگر تو یہ کہے گا کہ میں خدا نہیں بلکہ اس کا بندہ ہوں' جب تیری زبان سے لا الہ الا اللہ کا اعلان ہوگا تو کسی علامہ و ہر اور فاضل اجل کو جرأت نہ ہوگی کہ اپنی خدائی کا دم بھر سکے۔ آپ کے جدا مجھ میرے خلیل نے لوہے کی گرز سے اپنی قوم کے صنم کدے میں بچے ہوئے بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اے فرزندِ خلیل! اُٹھیے اور قل هو اللہ احد کی کسار شکنی ضرب سے افکار و نظریات کے پتھروں کو پاش پاش کر دیجئے تاکہ اس کے بعد کوئی سلیم الفطرت انسان یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکے کہ تیرے خدا کے بغیر بھی کوئی اور خدا ہے تیرے رب کے بغیر بھی اس جہاں کا کوئی رب ہے تیرے عزتوں والے شانوں والے قوتوں والے حکمت والے ہمہ بین اور ہمہ دان پروردگار کے سوا کوئی اور بھی خدا ہے تیرے لبوں سے حق کی صدا نکلے گی تو زمین کی وسعتیں' فضا کی پہنائیاں' آسمان کی رفعتیں' عرش کی بلندیوں' اس صدائے حق سے گونجنے لگیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ پورا ہو کر رہا۔ بطحاء کی سستان وادی سے اٹھنے والی یہ مٹی آواز سارے جہاں کی غوغا آرائیوں پر غالب آگئی۔ دین اسلام کا آفتاب کیا طلوع ہوا کہ مذہب باطلہ کے چراغ بے نور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق آدم کی اولاد کو اپنے خالق و مالک کا صحیح عرفان نصیب ہو گیا۔ حکم ہوا قل هو اللہ احد یعنی آپ ان پوچھنے والوں کو تباہ دیجئے کہ جس معبود کی طرف میں تمہیں بلارہا ہوں جس کی حریم نازنک میں تمہیں لے جانا چاہتا ہوں وہ تمہارے اندھے بہرے بتوں کی طرح پتھر بنے لکڑی کا بنا ہوا نہیں ہے وہ اللہ ہے جو احد ہے جو یکا ہے احد اس ایک کو کہتے ہیں جس کا دوسرا نہ ہو نہ ذات میں نہ صفات میں' نہ کمالات میں' اس اعلان کے ہوتے ہی سونے' چاندی' لوہے' تانبے' پتھر' لکڑی کے بنے ہوئے جو معبود صدیوں سے خدائی کی مسند پر بڑے کروفر سے براجمان تھے' منہ کے بل زمین پر اوندھے گر پڑے۔

الصمد کی تشریح علماء نے اپنے اپنے ذوق اور انداز فکر کے مطابق کی ہے اس لیے کتب تفسیر میں ائمہ ائوال مرقوم ہیں تعبیریں اگرچہ مختلف ہیں لیکن مفہوم سب کا ایک ہے علامہ پانی پتی



ان سب اقوال کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وعندي معناه الحقيقي المقصود قال في القاموس 'الصمد : المقصد ... لان المقصود على الاطلاق من يحتاج كل ما عداه اليه ولا يحتاج هو الى غيره في شئ من الاشياء' (منظری) یعنی میرے نزدیک الصمد کا حقیقی معنی المقصود ہے قاموس میں ہے صمد۔ قصد کرنا اور جو مقصود علی الاطلاق ہوا کرتا ہے ہر چیز اس کی محتاج ہوا کرتی ہے اور کسی بات میں وہ کسی کا محتاج نہیں ہوا کرتا، اسی لیے صوفیائے کرام نے لا الہ الا اللہ کا معنی لا مقصود الا اللہ بتایا ہے۔ صمد بن جبر فرماتے ہیں الصمد : السيد هو المقصود اليه في الرغائب المستغاث به عند المصائب صمد سب کا آقا سب کا سردار انعامات حاصل کرنے کے لیے جس کے دربار کا قصد کیا جائے اور طوفان مصائب میں جس کی جناب میں فریاد کی جائے۔

صرف جاہل اور غیر متدین اقوام ہی اللہ تعالیٰ کی اولاد تسلیم نہیں کرتی تھیں بلکہ اس گمراہی میں وہ قومیں بھی بری طرح مبتلا تھیں جو انبیاء و رسل پر ایمان لے آئی تھیں اور جن کے پاس آسمانی کتب موجود تھیں۔ اگر عرب کے جاہل مشرک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تو یہودی موی علیہ السلام کی امت اور تو رات کے حامل حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے اور عیسائی یسوع مسیح پسر مریم کو بڑے غلط طریق سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے۔ اس آیت نے ان سے ان باطل تصورات کو مٹا کر رکھ دیا۔ فرمایا نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے یہ تو فانی اور حادث اشیاء کی خصوصیتیں ہیں میرا پروردگار لم یزل لایزال ہے فنا و حدوث سے منزہ اور پاک ہے انسانوں کی طرح وہ بیڑوں کا محتاج نہیں ساری مخلوق چھوٹی اور بڑی عزیز اور حقیر جس کے سامنے بندگی کا پند گلے میں ڈالے سر جھکائے کھڑی ہو اس کو کیا ضرورت ہے کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔

کفو کہتے ہیں ہمسر کو جو قدرت، علم، حکمت اور دیگر صفات میں ہم پلہ اور ہم پایہ ہو۔ اس جہان میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو کسی پہلو کسی جہت اور کسی انداز سے اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ سب اس کے بندے ہیں اس کی مخلوق ہیں اس کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ اس کے ہر حکم کے سامنے طوعاً یا کرہاً تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔



حضرت شاہ عبدالعزیز: محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں: علماء لکھتے ہیں کہ شرک کبھی عدد میں ہوتا ہے احد کہہ کر اس کی نفی فرمادی۔ کبھی مرجہ و منصب میں ہوتا ہے صد کہہ کر اس کا بطلان کر دیا۔ کبھی نسب میں ہوتا ہے لم یلد ولم یولد سے اس کا ابطال کر دیا۔ اور کبھی کوئی کام کرنے اور اثر اندازی میں ہوتا ہے اس کی تردید لم یکن لہ کفوا احد سے کر دی۔ توحید کے اسی جامع مضمون کے باعث اس سورت کو سورت اخلاص کہا جاتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

### بشریت و عبدیت مصطفیٰ ﷺ

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (کہف: ۱۱۰) (اے پیکرِ رحمتی و زبانی) آپ فرمائیے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح۔ وحی کیجاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود تو صرف ایک معبود ہے۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بے ہمتا کا ادراک انسان کے بس کا روگ نہیں نہ اس کے ظاہری حواس میں یہ تاب ہے اور نہ اس کے باطنی حواس میں یہ قوت ہے کہ اس کی حقیقت کو پہچان سکیں۔ عقل انسانی اپنی ترکتازیوں اور ہندو پروازیوں کے باوجود اس کی عظمتوں کے سامنے سرنگوں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہیں کہ ان آیات و عنایات میں غور و فکر کیا جائے جہاں اس کی قدرت، عظمت، حکمت و کبریائی کے جلوے چمک رہے ہیں۔ ان آیات میں جہاں پانی کا قطرہ ریت کا ذرہ درخت کا پتہ زمین کی رنگین وسعتیں آسمانوں کی ہوشربا رفتیں، مہر و ماہ کی خیرہ کن ضیا پاشیاں ہیں وہاں نبی کی ذات بھی ایک ایسا آئینہ ہوتی ہے جہاں دیدہ و منا کو قدرت الہی کے ایسے جلوے نظر آتے ہیں جو اور کہیں دکھائی نہیں دیتے خصوصاً وہ ذات اقدس و اعلیٰ جو تجلیات احسان و انوارِ رحمانیہ کی ایسی تجلی گاہ ہے کہ عرشِ عظیم کو بھی اس سے کوئی نسبت نہیں۔ جس کسی کے نیاز آگیں دل اور



محبت بھری آنکھوں نے حسن مصطفویٰ کو جتنا چاہا، جس قدر پیچا نا اور جس قدر چاہا اتنا ہی اُسے عرفان خداوندی نصیب ہوا۔

لیکن ہر انسان کا مزاج یکساں نہیں ہوتا، بعض لوگ اپنے دل میں قطعاً کوئی کشش محسوس نہیں کرتے بلکہ ان سے نفرت کرتے ہیں اور انھیں حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان کے برعکس بعض طبیعتیں اسی غلط اندیش اور ان کی عقلیں اتنی اوندھی ہوتی ہیں کہ جہاں کہیں کمال کی ذرا سی جھلک دیکھی اُسے اپنا معبود اور خدا بنالیا اور اس کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو فقط اس لیے خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا کہ انھیں توراۃ نوک بر زبان تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چند معجزات دکھائے تو لوگوں نے انھیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ اس غلط فہمی کا سد باب کرنے کے لیے ہر نبی نے جہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور اس کی صداقت ثابت کرنے کے لیے اپنے خدا و کمال کا اظہار فرمایا وہاں کھلے اور واضح انداز میں یہ تصریح بھی کر دی کہ وہ باری ہمہ کمال و خوبی خدا نہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں۔ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ معبود نہیں بلکہ عابد ہیں۔ جب جزوی کمالات سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوں جن کی گرفت میں آج بھی بے شمار لوگ پھڑک رہے ہیں تو وہ ذات اقدس جو جمال و کمال کا مظہر اتم بنائی گئی اُس کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس غلط فہمی کے سارے امکانات ختم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو تمام کمالات سے علی وجہ الاتم متصف کرنے کے باوجود اس آیت میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ﴾

علمائے سلف نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اظہار تواضع کے لیے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس فتنے کو روز اول سے ہی ختم کر دیا جائے۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: قال ابن عباس علم الله تعالى عز وجل رسوله ﷺ التواضع للذلا



يزهى على خلقه .... قلت فيه سدا لباب الفتنة افتتن بها النصارى حين رأوا  
عيسى يبرئ الاكمه والابرص ويحيى الموتى وقد اعطى الله تعالى لنبينا  
ﷺ من المعجزات اضعاف ما اعطى عيسى عليه السلام فامرہ باقرار  
العبودية وتوحيد الهارى لاشريك له ۔

صاحب کمال کا اظہار تو اضع بھی اس کا کمال ہوتا ہے لیکن بعض کج فہم اور حقیقت ناشناس  
لوگ اس آیت کو کمالات نبوت کے انکار کی دلیل بتاتے ہیں ۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا  
ہے کہ یہاں نبی مکرم رسول ﷺ کی شان رفیع کے متعلق کچھ بتایا جائے ۔

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ متی وجبت لك النبوة حضور آپ  
کو خلعت نبوة سے کب سرفراز فرمایا گیا؟ حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا و آدم بين  
الروح والجسد مجھے اس وقت شرف نبوة سے مشرف کیا گیا جب کہ آدم علیہ السلام کی نہ  
ابھی روح بنی تھی اور نہ جسم (رواہ الترمذی و صححہ وقال ابن حنبل) نبوت صفت ہے اور  
موصوف کا صفت سے پہلے پایا جانا ضروری ہے ۔ اب خود ہی فیصلہ فرمائیے جو موصوف اپنی  
صفت نبوت سے متصف ہو کر آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا اس کی حقیقت کیا تھی ۔ ابن  
تیمیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ کنت نبیا و آدم بين الماء والطین اور کنت نبیا ولا  
آدم ولا ماء ولا طین لا اصل لهما کہ ان دو حدیثوں کا کوئی اصل نہیں ہے ۔ علامہ  
نظا جی ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان حدیثوں کو موضوع یا بے اصل کہنا درست  
نہیں کیونکہ امام ترمذی کی روایت کردو حدیث بلاشبہ صحیح ہے ۔ اور یہ دونوں روایتیں اس کی ہم  
معنی ہیں ۔ اس لئے ان کو موضوع کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے جبکہ روایت بالمعنی محدثین کے  
نزدیک جائز ہے ۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں تخلیق آدم سے پہلے علم الہی میں نبی  
تھا ۔ کیونکہ اس میں پھر حضور ﷺ کی کوئی خصوصیت نہ ہوگی بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا اور اسی وقت خلعت نبوة سے سرفراز کیا  
اور ملا علی کو اس حقیقت پر آگاہ کر دیا بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح  
وخلق عليها خلعة التشريف بالنبوة لا تما للما الا على به چنانچہ ایک دوسری



روایت میں ہے یسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبيحه کہ نور محمدی ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہنا اور سارے فرشتے حضور ﷺ کی تسبیح سن کر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے۔  
ابن قطن نے اپنی کتاب 'الاحکام' میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے قال كنت نوراً بين يدي ربي قبل خلق آدم باربعة عشر الف عام یعنی میں نور تھا اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں ہار یا ب تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واطیب التحيات سے پوچھا یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئ خلقه الله تعالى قبل الاشياء قال يا جابر ان الله تعالى قد خلق قبل الاشياء نور نبيك۔  
(رواہ عبدالرزاق بندہ) یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی چیز پیدا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے میرے نبی کا نور پیدا کیا۔

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات عالم امکان میں سب سے مقدم ہے۔ آدم و ابراہیم علیہما السلام بلکہ عرش و کرسی سے بھی بہت پہلے ہے۔ حضور ﷺ کی دیگر صفات کی طرح نبوت و بشریت حضور ﷺ کی صفات ہیں۔ اہل معرفت کی اصطلاح میں اسی نور کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے اور حقیقت محمدیہ حقیقت الحقائق ہے۔ وبهذا الاعتبار سمي المصطفى بنور الانوار وباب الارواح (زرقانی) یعنی اسی وجہ سے حضور ﷺ کو نور الانوار اور تمام ارواح کا باپ کہا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے۔ مجھ جیسے کم علم کو یہ زیادہ نہیں کہ میں اس میں اپنی خیال آرائی کو دخل دوں۔ بہتر یہی ہے کہ ان نفل قدسیہ کی تحقیقات پر یہ قارئین کرنے پر اکتفا کروں جن کا علم و تقویٰ اہل شریعت و اہل طریقت دونوں کے نزدیک مسلم ہے۔ اس لئے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں



شاید جلوہ حسن محمدی کی جھلک دیکھ کر کوئی چشم اشکبار مسکرا دے کسی کے دل بے قرار کو قرار آجائے۔ آپ لکھتے ہیں:

’جاننا چاہئے کہ پیدائش محمدی ﷺ تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی‘ کیونکہ حضور ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُورِ اللّٰهِ کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے صفحہ کو خواہ کتنا ہی بار یک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن حضور ﷺ کا وجود مشہود نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی خلقت و امکان کا خشاء عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں‘ کیونکہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا‘ نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہان میں ان سے لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے محصور ہو سکتا ہے (دفتر سوم ترجمہ مکتوب) اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت سے متصف ہیں اور حضور ﷺ کی بشریت کا مطلق انکار غلط‘ سر تا پا غلط ہے‘ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں۔ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ پر نور کی تعظیم و تکریم فرض عین ہے اور ادنیٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے ﴿وَتَعَزَّوْهُ وَتَقْدَرُ﴾ اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص‘ ادب و احترام ہے یا سوء ادبی۔ پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہوگا اور دوسری میں ناجائز۔ مہر سہر علم و عرفان حضرت چمر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہؒ نے اس عقیدہ کا جو عمل پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشباہ نہیں رہتا۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً متضمن کمال ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ ارشاد باری ہے: ﴿مَنْعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيْدِي﴾ (اے ابلیس جس کو میں نے اپنے دونوں



ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو مجدد کرنے سے تجھے کس نے روکا) کیونکہ اس جگر خاکی کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لگنے کی عزت نصیب ہوئی۔ اس لئے اُسے بشر کہا گیا ہے۔ اس خاک کے پتے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استیلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے۔ یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم و تکریم ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ہا کس سوائے اہل تحقیق و اہل عرفان رسائی نہیں رکھتا لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کے لئے جائز اور عوام کے لئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے۔ (فتاویٰ مریہ)

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مماثلت کس چیز میں ہے۔ مراحب و درجہات وہی ہوں یا کسی کمالات علمی ہوں یا عملی عادات و خصائل روح پُر نور بلکہ جسم غصری تک میں کسی کو مماثلت تو کہا دینی مناسبت بھی نہیں۔ پھر یہ مماثلت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کوئی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے۔ یقیناً صرف ایک بات میں مماثلت ہے وہ یہ ہے کہ ﴿اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ وہ بھی ایک خدائے وحدہ لا شریک کا بندہ ہے جس کے ہم بندے ہو اس کا بھی وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔

عمل کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ جہاں ریا آگئی وہ عمل ضائع ہو گیا۔ حضرت شہاد بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فانی سمعت رسول اللہ ﷺ يقول من صلی یراء ی فقد اشوک ومن صام یراء ی فقد اشوک ومن تصدق یراء ی فقد اشوک یعنی جس نے ریا کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا جس نے ریا کاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا جس نے ریا کاری سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں انھیں شہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت شہاد رونے لگے۔ رونے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے حضور سرور عالم ﷺ سے ایک بات سنی تھی جس نے مجھے رلا دیا۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ



فرماتے سنا اتخوف على امتي الشرك والشهوة الخفية کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میری امت شرک اور شہوت خفیہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اتشرك امتك من بعدك کیا حضور ﷺ کی امت حضور ﷺ کے بعد شرک کرنے لگے گی؟ قال نعم اما انهم لا يعبدون شمساً ولا قمراً ولا حجراً ولا وثناً ولكن يراءون باعمالهم حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ لیکن وہ سورج چاند کی پوجا نہیں کریں گے اور نہ کسی پتھر اور بت کی عبادت کریں گے بلکہ وہ لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کریں گے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ کوئی کام خواہ کتنا نیک اور عمدہ ہو اگر اس میں ریا اور نمود آجائے گی تو بارگاہ رب العالمین میں وہ قطعاً منظور نہیں ہوگا۔ وہاں تو واقعی عمل مقبول ہوتا ہے جس سے فقط اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہو۔ ریا سے بچنا بڑی مشکل بات ہے۔ نفس کی انگیزت اور شیطان کی وسوسہ اندازی سے محفوظ رہنا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ ہر کس و نا کس میں یہ ہمت و عزم کہاں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے رسول کریم نے ہماری کمزوریوں پر رحم فرماتے ہوئے ہمیں ایسا طریقہ بھی تعلیم کر دیا جس کے ذریعے ہم شیطان کی شرانگیزی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے شرک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: هو فيكم اخفى من دبيب النمل وسادلك على شئ اذا فعلته اذهب عنك صغار الشرك وكباره تقول اللهم اني اعوذ بك ان اشرك بك وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم تقولها ثلاث مرات (قرطبی) یعنی شرک چھوٹی کے ریختے سے بھی زیادہ تم میں مخفی ہوتا ہے۔ میں تمہیں ایک دُعا سکھاتا ہوں۔ اگر تم یہ مانگو گے تو اس کی برکت سے چھوٹا اور بڑا ہر قسم کا شرک تم سے دور ہو جائے گا۔ الفاظ یہ ہیں انھیں تین بار کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ دانستہ شرک کروں اور میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اس شرک سے جو نا دانستہ مجھ سے سرزد ہو۔ (تفسیر نیا، القرآن)



## اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی تمام انبیاء کی دعوت ہے

اللہ تعالیٰ نے اعلانِ توحید کی ترویج اور اشاعت کے لئے اپنے نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا اور ہر نبی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُولٍ إِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء: ۲۵) اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

توحید کی یہ دعوت کوئی انوکھی دعوت نہیں ہے بلکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے اور جو حضرات اس منصب پر فائز ہوئے ہیں سب نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کو بھی دعوت دی ہے۔

ہر نبی پر وحی آتی تھی نبوت کے لئے وحی لازم و ضروری ہے یہاں رسول سے مراد نبی ہیں کبھی نبی اور رسول میں فرق ہوتا ہے اور کبھی ایک دوسرے کے معنی میں آتے ہیں۔ سارے انبیاء عظام میں متفق ہیں اعمال میں فرق ہے۔ کسی نبی کے دین میں شرک جائز نہیں ہوا۔ عقیدہ توحید میں سرمو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی۔ قرآن مجید میں ان کی دعوت حق کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ بِنِ اِلٰهٍ غَيْرِهٖۚۚۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾ (الاعراف: ۵۹) بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

اللہ تعالیٰ جس طرح انسان کی حیات ظاہری کی بقاء اور اس کی توانائیوں کی نشوونما کے لئے ہر ضرورت کے وقت بارش نازل فرماتا ہے اور اس سے ہر چیز اپنی استعداد



کے مطابق استفادہ کرتی ہے اسی طرح انسان کی روحانی زندگی کے لئے بھی رسالت کا اجر رحمت ہمارا آئندہ کر آیا۔ اس سے ہدایت ربانی کی باتیں بریں اور نیک فطرت لوگ اس سے مستفید ہوئے اور بد فطرت لوگ انبیاء کی مخالفت اور عداوت پر اتر آئے اور طرح طرح کی جھٹ باز یوں کے باعث اس نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اسے میری قوم کے محبت بھرے کلمات سے خطاب فرما رہے ہیں تاکہ ان میں یہ احساس بیدار کیا جائے کہ میں کوئی بیگانہ اور اجنبی نہیں ہوں بلکہ ہم سب ایک ہی قوم کے فرد ہیں اور جب ہمارا نفع و نقصان عزت و ذلت ایک ہے تو کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ میں صحیح راہ سے تمہیں ہٹا کر غلط راستے پر ڈال دوں گا۔ آپ نے سب سے پہلے انہیں شرک کی پستیوں سے نکل کر توحید کی رفعتوں کی طرف آنے کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ اس ذات پاک کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ نوری و ناری آبی و خاکی سب اس کی مخلوق ہیں اور اس کے حکم کے سامنے سراسر اقلندہ ہیں جب اس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں تو اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت کی جائے تو آخر کیوں؟

حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف بھیجا اور انہوں نے بھی اپنی قوم سے کہا کہ ایک خدا کو مانو اور اسی کی عبادت کرو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ ﴿وَالِیٰ عَادِ أَخَانُمْ هُوَ اَلَا یَقُوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُهٗ اِنَّ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾ (ہود: ۵) اور عاد کی طرف (ہم نے) اُن کے مشفق ہم قبیلہ ہود کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا اے میرے (مخاطب 'مشرک') لوگو اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ نہیں ہو تم گمراہ (اللہ پر شریک کا) بہتان باندھنے والے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا نام عاد تھا۔ قوم طرح طرح کی برائیوں کے علاوہ شرک کی گمراہی میں بھی مبتلا تھی۔ انہوں نے مختلف کاموں کے لئے الگ الگ دیوتا مقرر کر رکھے تھے اور ان ہی کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔ اپنے خالق سے ان کا رشتہ منقطع ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انہیں خیال بھی نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا نبی آتا ہے انہیں دعوت حق بھی دیتا ہے۔



اپنی صداقت کی ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتا ہے اور اس گمراہی کے اثرات بد سے بچنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا سبق دیتے ہیں اور جھوٹے خداؤں سے قطع تعلق کی تلقین فرماتے ہیں فرمایا ﴿مَّا لَكُمْ بَيْنَ الْإِلَهِ غَيْرُهُ﴾ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ یہ مٹی پتھر کے بت بھی کبھی خدا بن سکتے ہیں یہ تمہاری من گھڑت باتیں ہیں جو ہرگز توحید کے لائق نہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو کلمہ حق کی دعوت دی اور قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیوں کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

﴿وَالسَّامِيُّ يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ إِنَّهُ كَانَ يُدْعَى إِلَهُ الْغَنِيِّ﴾ قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَمَذَرُوهَا تَأْكُلُ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَبِمَا خَضَعْتُمْ عَذَابُ الْآلِئِمِّ ﴿ (الاعراف/ ۷۳) اور قوم ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح علیہ السلام کو بھیجا، کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس رب کی طرف سے روشن دلیل آئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانِ توحید ہے چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھانے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّامِيُّ يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ إِنَّهُ كَانَ يُدْعَى إِلَهُ الْغَنِيِّ﴾ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرُكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُجِئٍ ﴿ (ہود/ ۸۴) اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب علیہ السلام کو بھیجا (آپ نے) کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھبر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔



حضرت شعیب علیہ السلام کو حسن خطابت کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔  
 حضرت شعیب علیہ السلام نے خطبہ میں دو باتیں ارشاد فرمائی ' پہلی یہ کہ اپنے خدا کی  
 عبادت کرو اور من گھڑت خداؤں کی پوجا سے باز آ جاؤ ' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں '  
 دوسری بات آپ نے ارشاد فرمائی کہ کاروبار میں بددیانتی چھوڑ دو۔ ہر قوم اپنے مخصوص  
 حالات اور ماحول کی وجہ سے مخصوص اخلاقی کمزوریوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ اہل مدین  
 کیونکہ ایک بین الاقوامی منڈی میں آباد تھے اور کاروبار میں بڑی مہارت رکھتے تھے اس  
 لئے ان میں وہی کمزوریاں پوری شدت سے رونما ہوئیں جو عام طور پر اس ماحول کی  
 پیداوار ہوتی ہیں۔ ناپ اور تول میں خیانت لیتے وقت زیادہ ناپنا اور زیادہ تولنا  
 اور دیتے وقت کم ناپنا اور تولنا آپ نے اسی حرکت سے انھیں باز رہنے کی تلقین فرمائی کہ  
 کاروبار میں بددیانتی چھوڑ دو پورا تولو پورا ناپو ' اسی میں تمہارا بھلا ہے ورنہ فتنہ و فساد کی  
 آگ بھڑک اٹھے گی اور تم پر قہر خداوندی نازل ہوگا۔

ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بت پرست قوم کو ان الفاظ میں  
 اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے۔

﴿وَابْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ  
 إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ  
 اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ إِلَيْهِ  
 تُرْجَعُونَ ۝﴾ (الحکمت ۱۶-۱۷) اور ابراہیم کو یاد کرو جب آپ نے اپنی قوم سے فرمایا  
 کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم حقیقت جانتے ہو  
 تم اللہ تعالیٰ کے سوا اتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گڑھتے ہو۔ بیشک وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ  
 کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں ' تو اللہ تعالیٰ کے پاس رزق  
 ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو ' تمہیں اس کی طرف پھرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور مقام عہدیت کی رفعتوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش



کرو۔ اسی میں انسانی عظمت کا راز مضمر ہے یہی کمال انسانیت ہے کہ انسان اپنی حقیقت کو سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اسے حاصل ہو جائے۔ اسے خود فراموش کہاں مارے مارے پھر رہے ہو۔ اس نے بن مائے جن گراں بہا نعمتوں 'زندگی' صحت و غیرہ سے تمہیں سرفراز فرمایا ہے ان کا شکریہ ادا کرو۔ وہ ان نعمتوں سے بھی اعلیٰ نعمتوں کے خزانے تمہارے لئے کھول دے گا۔

اگر عمر بھر اپنے معبود برحق سے منہ موڑے رہے اور دنیا کی فانی لذتوں کے حصول میں ہی لگن رہے تو یاد رکھو تمہیں ایک دن اس کے حضور میں پیش کیا جائے گا اس دن تمہیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو فرمایا کرتے تھے وہی سچ تھا۔

﴿قَالَ أَغْنِيَ اللَّهُ عَنْكُمْ الْهٰذَا وَهُوَ فَضْلُكَ عَلَى الْعٰلَمِينَ﴾ (الاعراف ۱۳۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

قوم موسیٰ کو جب فرعون سے نجات ملی اور وہ صحرائے سینا میں آئی تو وہاں انھوں نے ایک بت پرست قوم کو دیکھا جو بت بنا کر پوجتی تھی تو اس پر انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی سچا معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سر بلند کرنے کے لئے آیا ہوں اس لئے اس توحید پر قائم رہو جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اپنے مسلک کی بڑی زوردار دلیل پیش فرمائی کہ میں اپنے خالق حقیقی کے سوا کسی غیر کی عبادت نہیں کرتا۔ فرمایا کہ انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کو چھوڑ کر کسی اور شے کو اپنا معبود بنالے جو مرتجہ میں اس سے کہیں حقیر اور کم تر ہے۔

((دنیا کی ساری قومیں 'خاندان اور ان کے افراد' اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے میں اور آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے میں سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برتری



اور بزرگی کا دار و مدار وہ عمدہ صفات اور خوبیاں ہیں جن سے قوم یا فرد متعصب ہوتا ہے۔ صرف کسی خاندان کا فرد ہونا یا کسی نسل سے ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ہدایت، علم و حکمت اور حکومت یہ تین ایسی چیزیں تھیں جو مجموعی طور پر اس وقت بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس لئے ان کی بزرگی اور فضیلت مسلم تھی لیکن جب خدا اور تعصب کی وجہ سے انہوں نے پیغام ہدایت کو ٹھکرا دیا اور اپنی خواہشات کی تسکین کے لئے علم و حکمت کے آسمانی صحیفوں میں تحریف اور بگاڑ شروع کر دیا، انبیاء کرام کی توحین اور بے ادبی کو اپنا پیشہ بنالیا اور بعض کو قتل بھی کر دیا۔ ان کبروتوں کی وجہ سے ان پر ذلت و مسکنت کی لعنت مسلط کر دی گئی۔ گویا انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی فضیلت کا گلا گھونٹ دیا اور اپنی بزرگی کا جنازہ نکال دیا۔ اب چونکہ ان فضائل اوصاف کی وارث امت مسلمہ تھی اس لئے فضیلت و کرامت کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا گیا اور اسے ﴿کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ کا مژدہ سنا دیا گیا۔ اس لئے امت مسلمہ پر بنی اسرائیل کی فضیلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں کو ایک خدا کی عبادت کی تلقین فرمائی۔ قرآن پاک میں آپ کی اس دعوت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

﴿يُصَاحِبِي السَّجْنِ ۖ أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِيَتْ لَهُمْ لَهَا أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (یوسف ۳۹-۴۰) اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! کیا عبد الجبار رب اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب۔ تم اس کے سوا انہیں پوجتے مگر زے نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نہ تاروی، حکم نہیں مگر اللہ کا، اس نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے ساتھیوں کو صاف صاف بتا دیا کہ یہ مختلف قسم کے دیوبی دیوتا جو تم نے بنا رکھے ہیں اور ان کو مختلف قسم کے اختیارات تفویض کر رکھے ہیں۔



یہ سب تمہاری خود ساختہ باتیں ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کائنات کی ہر چیز اللہ وحدہ لا شریک کے زیرِ قلمین ہے۔ بلند یوں اور پستیوں میں اسی کا حکم نافذ ہے اسی واحد قہار کا یہ حکم ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کو معبود برحق اور مالک حقیقی تسلیم کیا جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو ایک خدا کو معبود بنانے کی دعوت دی۔ ان کی دعوت حق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَقَالَ الْعَسِیْبُ یٰبَنَیْ اِسْرَآئِیْلَ اَعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْہِ الْجَنَّةَ وَمَا وَکَ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (المائدہ ۷۲)  
اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے، بیشک جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی الہ مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے۔ عیسائیوں کی جگو اس خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہے (عیسائیوں میں یعقوبیہ اور ملکائیہ فرقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہتا تھا یہ لوگ حلول الوہیت کے قائل تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت ایسی سرایت کی ہوئی ہے جیسے پھول میں رنگ و بو، اسی طرح شیعوں میں نصیر یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کہتا ہے ان کا مطلب بھی یہی ہے) عیسائیوں کے دعویٰ کا بطلان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کرایا جا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ کون اللہ؟ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ رب کا معنی ہے آہستہ آہستہ کسی چیز کو اس کی استعداد کے مطابق نقص سے کمال کی طرف کمزوری سے قوت کی طرف پہنچانے والا۔ تو جب وہ مجھے مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تو پھر میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں۔ خدا تو وہ ہے جو ہر نقص اور کمی سے پاک اور منزہ ہو۔ وہ کسی کے پاک کرنے اور منزہ کرنے کا محتاج نہیں ہوتا۔

اگر تم مجھے خدا سمجھو گے تو شرک کا ارتکاب کرو گے اور جو شرک کرتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اور اس روز ظالم کی امداد نہیں کی جائے گی اور میں بھی تم سے دست بردار ہو جاؤں گا۔



حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے :

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَخَذَا﴾ (کہف: ۱۱۰) (اے پیکر رحمتی و نبیائی) آپ فرمائیے کہ میں بشری ہوں تمہاری طرح' وحی گنجائی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود تو صرف ایک معبود ہے۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (پچھلے صفحات میں اس آیت کریمہ کے تحت تفصیلاً تحریر کیا گیا ہے مزید تفصیل کے لئے خزانہ العرفان' اور نور العرفان' دیکھیں)

﴿قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَأَنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ (الانعام ۱۹)

تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔ معبود تو وہ ہو سکتا ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور ہر چیز اس کی محتاج ہو' تمہارے یہ بتائے ہوئے معبود اور خدا تو سراپا احتیاج ہی احتیاج ہیں۔ ہاں میرا معبود جو زمین و آسمان کا خالق وہی وہ معبود برحق ہے جو ہر محتاج کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ ہر چیز کو رزق پہنچاتا ہے اور خود کسی چیز کا محتاج نہیں۔ نہ کھانے کا نہ پینے کا نہ کسی اور چیز کا' اب تم انصاف کرو معبود حقیقی کون ہے؟

ان تمام آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ تک سب نبیوں اور رسولوں نے اہل دنیا کو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کی دعوت دی ہے۔

﴿قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابُ﴾ (الرعد ۳۰)

آپ فرمادیتے تھے کہ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میری رجوع ہے۔



حضور نبی کریم ﷺ اسی طرح رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کی طرف اپنے رسول بھیجے تھے تو نبی مبعوث ہونے پر آپ نے قوم کو اللہ تعالیٰ کے کلام کی دعوت دی مگر کافروں نے اس سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تاکید کی کہ آپ انہیں کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس لئے اس پر بھروسہ کر کے اسی کی طرف رجوع رکھو۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

آپ فرمائیے اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی رسالت تمام مخلوق کے لئے ہے رحمتہ للعالمین ہیں سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عظم دیا کہ اے محبوب لوگوں میں اعلان کر دیں تم سب کے لئے زمین و آسمان کے مالک اور خالق کی طرف سے کلمے کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو اس لئے اللہ تعالیٰ کو معبود مانتے ہوئے اس کی عبادت کرو۔

حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے ایک مقررہ وقت تک مرشد و رہبر بن کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین و آخرین جس رہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عالم گیر ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے ہر خاص و عام ہر فقیر و امیر ہر عربی و عجمی ہر رومی و عجمی کے لئے وہ مرشد بن کر آئے۔ اسی لئے اس بات کا اعلان بھی اس کی زبانی حقیقت ترجمان سے کرایا کہ اے اولاد آدم میں تم سب کے لئے اپنے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اب تمہارے لئے ہدایت اور فلاح کا راستہ بھی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر تمہارے



پاس آیا ہوں اور میرے نقوش پاگو اپنے لئے خضر راہ بناؤ' میری سنت سے انحراف نہ کرو۔  
 فائدے۔ حضور ﷺ تا قیامت ہمارے جن وانس بلکہ ساری مخلوق کے نبی رسول  
 ہیں۔ سب پر آپ کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔ یہ رسالت عامہ حضور ﷺ کی  
 وہ خصوصی صفت ہے جو حضور ﷺ کے سوا کسی کو نہ ملی۔ حضور ﷺ کی نبوت زمین  
 و زمان کی قیود سے آزاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے موجود معدوم دور نزدیک تمام سے خطاب فرما سکتے ہیں۔۔۔  
 سب کو پکار سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا کلام سب کو سنا دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے موجودہ  
 آئندہ تمام انسانوں بلکہ جن وانس کو پکارا جن میں سے بہت لوگ حضور ﷺ سے دور  
 تھے بہت ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے قیامت تک پیدا ہونے والے تھے۔ دیکھو حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنا کر سارے انسانوں کو حج کی دعوت دی سب کو اللہ تعالیٰ  
 نے سنا دی تا قیامت اس دعوت پر لبیک کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔

ساری مخلوق کا اصل انسان ہے باقی سب چیزیں انسان کے تابع ہیں جو اس کے لئے  
 بنائی گئیں۔ حضور ﷺ اگرچہ جہاں بھر کے رسول ہیں مگر خطاب فرمایا گیا صرف انسانوں  
 سے کہ جب حضور ﷺ انسانوں کے رسول تو ساری مخلوق کے بھی رسول ہوئے۔ کوئی  
 جن وانس کسی درجہ پر پہنچ جائے حضور ﷺ کی نبوت سے کسی حالت میں نکل نہیں سکتا۔  
 سارے اولیاء علماء حتیٰ کہ چار زندہ نبی حضرت عیسیٰ حضرت ادائیس حضرت الیاس حضرت  
 خضر علیہم السلام اسی طرح اصحاب کہف سب کے سب حضور ﷺ کے امتی ہیں حضور ﷺ  
 ان سب کے رسول ہیں۔

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و رسل اس کی قاہرہ ریاست پہ لاکھوں سلام  
 اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے اس کے یہ رسول زمین و آسمان کے نبی  
 و رسول ہیں جہاں خدا کی خدائی وہاں حضور انور ﷺ کی بادشاہی ہے۔



## کیا خدا موجود ہے؟

یہ وہ سوال ہے جو ہر دور اور ہر زمانے میں پوچھا گیا اور ہمیشہ طرح طرح سے اس کا جواب بھی دیا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُتَجَوِّزَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفِضْلُ بَعْضُهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (رعد/۴)

﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّزَاتٌ﴾ یعنی ایک ہی زمین کے چند ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ﴿وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ﴾ زمین کے ایک ہی ٹکڑے میں انگوروں کے بھی باغ ہیں اور قسم قسم کی کھیتیاں بھی ہیں اور طرح طرح کی کھجوروں کے درخت بھی ہیں کچھ درختوں کی جڑیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں کچھ درختوں کی جڑیں الگ الگ ہیں ﴿يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ﴾ ان سب درختوں کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے ﴿وَنُفِضْلُ بَعْضُهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ﴾ لیکن اس کے باوجود کہ یہ سب درخت ایک ہی باغ میں ہیں اور ایک ہی پانی سے پیتے جاتے ہیں پھر بھی ایک کا مزہ دوسرے سے مختلف ہے پھر ایک ہی مزے والے درختوں کے پھل مزے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ اے انسان ان درختوں اور ان کے پھلوں کے عجیب و غریب نظام قدرت میں عقل رکھنے والی قوموں کے لئے یقیناً بہت بڑی بڑی اور بے شمار نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا ہے کیوں نہ ہو۔ کہ درختوں کی گلیوں، پھلوں بلکہ پتے پتے میں خالق کائنات کے وجود اس کی ہستی اس کی قدرت اس کی حکمت کی لا تعداد نشانیاں موجود ہیں جو تجھ کو، جیسو کو، انسان کو ہوشیار خبردار کر رہی ہیں کہ اے غافل انسان دیکھ خدا موجود ہے یقیناً موجود ہے بلا شک موجود ہے بلا شبہ موجود ہے۔

سمندری سیلاب بڑے بڑے صحراؤں کو غرق کر سکتا ہے۔ بڑے بڑے شہروں کی اہٹ



سے ایٹم بننا سکتا ہے۔ سینکڑوں گاؤں ہزاروں بستیاں لاکھوں انسان اور جانوروں کو تباہ و برباد کر سکتا ہے لیکن سمندر کی مجبوری اور بے بسی یہ ہے کہ ایک سکند کے لئے ٹہرنے کی فرصت نہیں، آرام نہیں لے سکتا۔ ایک زبردست و عظیم طاقت ہے جس کی غالب و قابض حکومت نے سمندر کو مجبور و لاچار محکوم بنا رکھا ہے جو ایک سکند کے لئے ٹہرنے اور آرام کرنے نہیں دیتا۔ اسی عظیم طاقت و قوت اور اسی قابض و غالب قدرت والے کا نام اللہ ہے اور وہ بے شک موجود ہے یقیناً موجود ہے بلاشبہ موجود ہے۔ پہاڑ کتنا طاقتور، کتنا بڑا اور کس قدر سر بلند ہے۔ پہاڑ کے دامن میں قسم قسم کے ہزاروں تناور درخت اور طرح طرح کے بے شمار گل بوٹے ہیں۔ سینکڑوں نمایاں پہاڑ کے چشموں سے جاری ہیں اور لا تعداد عجائب قدرت کے خزانے پہاڑ کی جیبوں میں ہیں۔ پہاڑ کی سر بلندی کو آسمان بھی جھک کر سلام کرتا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسان دنیا بھر سے دیدار کے لئے آتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجبوری اور لا چاری کا حال یہ ہے کہ ہزاروں برس سے ایک ہی جگہ پر بیٹھا ہے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا کروٹ نہیں لے سکتا۔ وہی زبردست اور عظیم طاقت اور وہی لامحدود و بے انتہا قوت جو طاقتور پہاڑ کو ہلنے اور ٹپکنے نہیں دیتی اسی لامحدود طاقت اور لازوال قدرت والے کا نام اللہ ہے اور وہ یقیناً موجود ہے بلا شک موجود ہے بلاشبہ موجود ہے۔

پودے اور گھاس اچھے نرم و نازک اور کمزور ہوتے ہیں کہ مسل دینے سے پاش پاش ہو کر فنا ہو جاتے ہیں لیکن یہ اپنی کمزوری اور نراکت کے باوجود پتھر ملی اور سخت زمین کو پھاڑ کر کھل آتے ہیں وہ سخت زمین جس کو لوہے کے پھاڑے بھی بمشکل کھود سکتے ہیں لیکن اسی پتھر ملی اور سخت زمین کا کلیجا پھاڑ کر سروں سے باہر نکلتے ہیں زمین سے غذا حاصل کر کے بڑھتے اور پھولتے جھلکتے ہیں۔ اسی طاقت والے وجود اور اسی قدرت والی ہستی نے نازک و کمزور پودوں کو اتنی طاقت اور توانائی بخشی ہے جس کا نام اللہ ہے جو یقیناً موجود ہے بلاشبہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے جن کی آنکھوں میں نور بشارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی موجود ہے وہ گھاس اور پودوں کو دیکھ کر بہ آواز بلند پکار اٹھتے ہیں کہ جو گھاس زمین سے اُگتی ہے وہ خدا کی ہستی کا اعلان کرتی ہے اور وحده لا شریک له کا نعرہ حق بلند کرتی ہے۔



انسان اگر بصیرت کی نگاہوں سے درختوں کے ہرے ہرے پتے پر نظر ڈالے تو معلوم ہوگا کہ یہ پتے نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ہر ہر پتہ خدا کی معرفت اور اس کی حکمت و قدرت کا پتہ بتانے والی ایک کھلی ہوئی کتاب اور مفصل دفتر ہے۔

زمین سے لے کر آسمان تک جو چیز جہاں ہے اور جس حال میں ہے وہ ایک بڑے بڑے قانون کے ساتھ بندھی ہوئی ہے آبادیوں میں بنی نوع انسان، ماؤں کے ارحام میں جنین، جنگلوں میں وحوش و طیور، سمندر کی گہرائیوں میں تیرنے والی مچھلیاں، زمین کے اندر رہنے والے حشرات الارض، صحراؤں میں خونخوار درندے اور فضاؤں میں اڑنے والے پرندے سب کے سب ایک عظیم و بصیر ایک صانع حکیم ایک قدیر و جبار اور ایک رحمن و رحیم پروردگار کی نگہبانی میں ہیں۔ اپنی اپنی سرشت کے مطابق جسے زندہ رہنے کے لئے جس طرح کا حیرانہ وجود چاہئے، جو غذا چاہئے، جو ماحول چاہئے، جیسا مسکن چاہئے، وہ یکساں طور پر بغیر کسی طلب کے سب کو مہیا ہو رہا ہے۔

مہر و ماہ کو اکب و نجوم، ابر و باد اور عالم بالا کے مہر و برات امر سب کے سب ایک صانع حکیم اور ایک رب کریم کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہر وقت اپنی ڈیوٹی پر ہیں۔ علم و قدرت کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ کہیں سے بھی انحراف و نافرمانی اور بغاوت و سرکشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

گیہوں کے ایک دانے سے لے کر پھولوں کے نرم و نازک پودوں تک جب بھی کوئی امانت زمین کو سپرد ہوئی اور فوراً نشوونما کا عمل شروع ہو گیا۔ ہوا سے لیکر پانی اور شبنم تک سورج کی گرم و صوب سے لے کر چاند کی ٹھنڈی چاندی تک سب اپنے اپنے مقررہ فرائض کی انجام دہی میں لگ گئے اور اس وقت تک لگے رہے جب تک گیہوں اپنے خرمن میں اور پھول کسی گلہ سے تک نہیں پہنچ گیا۔

قرآن کہتا ہے کہ یہ سب کچھ یوں ہی نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس کے پیچھے آسمان سے اترا ہوا ایک مکمل منصوبہ بند نظام ہے جس کی تکمیل میں موجودات کا ہر حصہ مصروف ہے اسی مفہوم کو قرآن اپنی زبان میں ﴿تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔



## مخلوق و دلیل خالق

زمین و آسمان کی جن جن چیزوں سے بھی آپ یہ سوال کریں گے کہ کیا خدا موجود ہے؟ تو یقیناً ہر چیز اپنی زبان حال سے یہی اعلان کرے گی کہ بیشک خدا موجود ہے کیونکہ مخلوق کا وجود ہی خالق کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس لئے انسان کائنات عالم کے ذرے ذرے کو دیکھ کر خلاق عالم کو پہچان سکتا ہے کیونکہ ہر چیز میں اس کے وجود اس کی قدرت اس کی حکمت کی بے شمار دلیلیں اور لاتعداد نشانیوں موجود ہیں۔

جن خوش نصیب انسانوں نے زمین و آسمان کی مخلوقات کو بصیرت کی نگاہوں سے دیکھا تو روز روشن کی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے اس حقیقت کی تجلی ہو گئی کہ یقیناً صانع عالم و خالق کائنات موجود ہے اور وہ بے اختیار پکار اٹھے کہ **اللہ خالق کل شیء**، وهو **الواحد القہار**، یعنی یقیناً ان تمام مخلوقات کا ایک خالق ہے جس کا نام اللہ ہے جو واحد حقیقی اور بے پناہ قدرت و غلبہ والا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اس قدر بے پردہ و بے نقاب ہے کہ اس کو جاننے اور پہچاننے کے لئے ہر ذرے میں اس کے جلوؤں کی تجلیاں چمک رہی ہیں کہ تم جس ذرے میں چاہو اس کے وجود کا مشاہدہ کر سکتے ہو لیکن اس بے حجابی کے باوجود اس کمال ظہور پر کمال بطون کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ عام انسانوں کے لئے اس کا دیدار و نظارہ غیب بلکہ غیب الغیب بنا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ عوام تو عوام بڑے بڑے خواص اور بحر معرفت کے خواص کی عمریں فنا ہو گئیں اور وہ بحر معرفت میں غرق ہو گئے مگر معرفت الہی کا گوہر مراد حاصل نہ ہو سکا۔

عرب کا ایک دانشمند اعرابی ایک مرتبہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر صحرائے عرب سے سینکڑوں میل دور چلا گیا ایک جگہ اونٹ سے اتر کر وہ اپنے دل ہی دل میں فخر کرنے لگا کہ میں صحرائے عرب میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ آج تک دنیا کا کوئی انسان اس سنبان بیابان میں نہیں پہنچا ہوگا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے اس کارنامے کو سوچ سوچ کر



خوش ہو رہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ اٹھی تو کیا دیکھتا ہے کہ ریت پر اونٹ کی چند میٹگنیاں ہیں اور کسی انسان کے قدموں کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ وہ فوراً چونکا اور بول اٹھا کہ افسوس میرا خیال غلط تھا اس مقام پر تو مجھ سے پہلے بھی کوئی اونٹ سوار آچکا ہے وہ زور زور سے کہنے لگا کہ میں نے یہاں آنے والے اونٹ اور انسان کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن اونٹ کی یہ میٹگنیاں پتہ دے رہی ہیں اور پیروں کے یہ نشان اعلان کر رہے ہیں کہ اس مقام پر مجھ سے پہلے کوئی اونٹ اور کوئی انسان ضرور آچکا ہے پھر اس اعرابی کے قلب میں اچانک خدا کی معرفت کا نور چمک اٹھا اور وہ چلا چلا کر یہ اعلان کرنے لگا کہ

الْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبُعِيرِ وَاثَرُ الْقَدَمِ عَلَى السَّبْرِهْ فَالَسَّمَآءُ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَالْاَرْضُ ذَاتُ فُجَاجٍ وَالْبَحَارُ ذَاتُ اَمْوَاجٍ كَيْفَ لَا تَدُلُّ عَلَى الْعَلِيمِ الْخَبِيرِ۔ یعنی جب اونٹ کی میٹگنیاں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ اس راستے سے اونٹ گیا ہے اور قدم کا نشان دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان یہاں سے گزرا ہے۔ تو پھر یہ برجوں والا آسمان اور یہ راستوں والی زمین اور یہ موجیں مارنے والے سمندر کیونکر ایک علیم وخبیر ذات کے موجود ہونے پر دلالت نہ کریں گے۔ جب ہم نے میٹگنی کو دیکھ کر اونٹ کو جان لیا، نشان قدم دیکھ کر انسان کو جان لیا تو ہم آسمانوں زمینوں اور سمندروں کو دیکھ کر یقیناً پہچان سکتے ہیں کہ ضرور ان مخلوقات کا کوئی خالق ہے یقیناً ان مصنوعات کا کوئی صانع ہے جو طاقت و قدرت والا علم و حکمت والا سیوج و قدوس اور حی و قیوم ہے اور اسی کا نام 'اللہ' ہے۔

اللہ جبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران/ ۱۹۰) یعنی زمین و آسمان کے پیدا کرنے میں اور دن رات کے اول بدل ہونے میں عقل والوں اور نگاہ بصیرت رکھنے والوں کے لئے معرفت الہی کی بڑی بڑی نشانیاں اور عظیم الشان دلائل موجود ہیں۔

سمندر میں اگر ایک پتھر ڈال دیا جائے تو وہ فوراً غرق ہو جاتا ہے مگر لاکھوں ٹن کے لوہے اور تانبے کا بنا ہوا جہاز جس پر ہزاروں لاکھوں ٹن کا بوجھ لدا ہوا ہے وہ سمندر کی سطح پر ایک ہلکے پھلکے شعلے کی طرح تیرتا ہوا چلا جاتا ہے اور اتنا وزنی ہونے کے باوجود غرق نہیں ہوتا۔



کیا یہ خداوند قدوس کی قدرت کا ملکہ کا بے مثال نمونہ اور روشن جلوہ نہیں ہے؟ یہی وہ منظر ہے جس کی تصویر کشتی قرآن مجید نے ان پرکشش جملوں میں فرمائی کہ ﴿وَإِنْ فِیْ ذٰلِكَ لَا یُبَیِّنُ لَکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ﴾ (لقمان/ ۳۱) یعنی اے آنکھ والے کیا تو نہیں دیکھتا کہ کشتیاں سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے چل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلا سکے۔۔۔ یقیناً ان کشتیوں میں صبر و شکر ادا کرنے والے بندوں کے لئے بہت زیادہ اور بہت بڑی بڑی نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر وہ خدا کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ اونچے اونچے پہاڑ یہ آسمان یہ زمین یہ سمندر فرض تمام چیزیں خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں اور کائنات عالم کی ہر ہر چیز میں خدا کے وجود ہستی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور اہل زبان و بے زبان سب اک زبان ہو کر اعلان کر رہے ہیں کہ خلاق عالم 'صانع' 'خالق' جو واحد حقیقی و معبود حقیقی ہے یقیناً موجود ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔

## سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مناظرہ

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ منکرین خدا نے مطالبہ کیا کہ آپ کسی عقلی دلیل سے خدا کے وجود کو ثابت کیجئے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اچھا پہلے تم میری ایک بات سنو پھر جو تمہارا جی چاہے کر سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج دریا میں ایک ایسی کشتی دیکھی ہے جو مال و سامان سے لدی ہوئی تھی اور طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جا رہی تھی اس پر کوئی ملاح نہیں تھا وہ کشتی خود بخود ہر گھاٹ پر ٹہرتی تھی اور مالکوں کا سامان اتار دیتی تھی اور پھر طوفان کی موجوں سے بچتی ہوئی آگے چلی جاتی تھی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ منکرین خدا کی جماعت شور مچانے لگی کہ غلط غلط بالکل غلط یہ سراسر جھوٹ ہے اور بالکل عقل کے خلاف ہے۔ امام اعظم نے فرمایا! کیوں کیا بات ہے؟ میری بات کیوں عقل کے خلاف ہے۔ منکرین کہنے لگے کہ اے امام ہماری عقل کبھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ کوئی کشتی



بغیر ملاح کے اس طرح طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جائے۔ امام نے مسکرا کر فرمایا کہ سبحان اللہ جب ایک کشتی عقل کے نزدیک بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی تو یہ زمین و آسمان کا سارا کلام بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟ کیا یہ بات تمہاری عقل میں آ سکتی ہے؟ حضرت امام اعظم کی اس تقریر سے منکرین کے دلوں میں معرفت الہی کا آفتاب و مانتاب طلوع ہو گیا۔ سب کے سب رو پڑے اور بولے کہ اے امام افسوس! ہم آج تک غافل و جاہل رہے۔ آپ کے یہ چند کلمات طیبات ہمارے لئے معرفت الہی کا دفتر بن گئے۔ سب کے سب بے اختیار پکار اٹھے کہ اللہ خالق کل شیء و هو الواحد القہار اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کلمہ حق سے فضاے آسمان گونجنے لگی اور تمام منکرین مشرف بہ اسلام ہو کر نعت کو عین سے سرفراز اور دولت دارین سے مالا مال ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء اولیاء اور علماء کے وسیلے سے ایمان نصیب ہوتا ہے ان کی بارگاہ میں حاضری سے دولت دارین سے مالا مال ہوتے ہیں۔

لطیفہ : ایک منکر خدا نے کسی اللہ والے فقیر سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو وہ ہم کو نظر کیوں نہیں آتا؟ ہم تو اس وقت تک خدا کو موجود نہیں مانتیں گے جب تک ہم خدا کو آنکھ سے نہ دیکھ نہ لیں۔ فقیر نے ایک پتھر اٹھا کر اس کے سر پر مارا، خدا کا منکر درد سے چیخ پڑا اور فقیر کو قاضی کی عدالت میں لے گیا۔ قاضی نے پوچھا کہ تم نے پتھر کیوں مارا؟ فقیر نے کہا کہ میرے پتھر مارنے سے انھیں کیا ہو گیا۔ منکر خدا چلا کر بولا کہ میں درد سے بے چین ہو گیا۔ فقیر نے جواب دیا میں کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ تمہارے سر میں درد ہے۔ اگر واقعی درد موجود ہے تو مجھے دکھا دو۔ میں جب تک آنکھ سے درد نہ دیکھ لوں گا ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کروں گا کہ درد موجود ہے۔ پھر فقیر نے قاضی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ اس منکر خدا نے مجھ سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ میں تو جب تک آنکھ سے نہ دیکھ لوں کبھی نہیں مان سکتا کہ خدا موجود ہے۔ اسی مسئلے کو سمجھانے کے لیے میں نے اس کے سر پر پتھر مارا۔ اگر اس کے سر میں درد موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ میں تو



جب تک درد کو آنکھ سے نہ دیکھ لوں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ اس کے سر میں درد ہے۔ مجھے یہ  
اپنا درد دکھا دے تو میں بھی اس کو اپنے خدا کا دیدار کرادوں گا۔ فقیر کا جواب سن کر مگر خدا  
خیران رہ گیا۔

## سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا استدلال

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلیفہ بغداد ہارون رشید نے سوال کیا کہ آپ  
کوئی ایسی مختصر اور سیدھی سادی دلیل بیان کیجئے جس سے آسانی کے ساتھ ہر شخص کی سمجھ میں  
آجائے کہ خدا موجود ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے بادشاہ  
ہر انسان کی پیدائش نطفے سے ہوئی ہر انسان کے چہرے میں آنکھ ناک کان پیشانی رخسار  
اور ٹھوڑی ہے اور یہی سب سامان ہر انسان کے چہرے میں ہیں اور ہر انسان کا چہرہ بھی  
ایک ہی طرح کا ہے لیکن اس کے باوجود مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک  
ہر انسان کا چہرہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلک ہے۔ ناچیز نطفے سے پیکر جمیل انسان  
کا پیدا ہونا پھر سب کے چہروں کی بناوٹ یکساں اور سب کے چہروں میں ایک ہی سامان  
ہونے کے باوجود ہر انسان کا چہرہ ایک دوسرے سے ممتاز و مختلف ہے۔ تو کیا یہ بلا کسی علم  
و حکمت والے صانع و خالق کی صنعت کے بغیر ہو سکتا ہے؟ کیا بھلا یہ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ  
بلا کسی بنانے والے کے خود بخود بن جائے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ تو بس سمجھ لو وہی حکمت  
والا اور وہی طاقت و قدرت والا خالق و صانع خدا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔ یہی وہ  
مضمون ہے جس کو رب العالمین جل جلالہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرما کر بندوں کو اپنی  
معرفت کی دعوت دی کہ ﴿هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ اللہ وہی  
ہے جو ماؤں کی پیچ دانوں میں جھکی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنا دیتا ہے۔



## سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل

سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک باغ میں تشریف فرما تھے کہ ستر منکرین نے آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ کیا خدا موجود ہے؟ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شہوت کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو یہی شہوت کا پتہ اگر تار کا ہرن کھالے تو یہ منک بن جاتا ہے اور اگر بکری اس پتے کو کھالے تو یہ پتہ میٹھی بن جائے گا اور اگر ریشم کا کیڑا اس پتے کو کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے اور اگر شہد کی مکھی اس کا رس چوس لے تو وہ شہد بگھتی ہے۔ فمن ذا الذي جعل هذه الاشياء مع ان الطبع واحد۔ یعنی تم بتاؤ کہ وہ کون ہے جو ان تمام چیزوں کو بناتا ہے باوجود یہ کہ شہوت کے پتے کی طبیعت ایک ہی ہے پھر بھی اسی ایک پتے سے اتنی مختلف الطباع چیزیں بنانے والا کون ہے؟ بس سمجھ لو کہ وہی قدرت و حکمت والا ہے جس نے ایک ہی پتے کو کہیں منک بنادیا، کہیں میٹھی بنادیا، کہیں اس کو ریشم کا روپ بخشا، کہیں اس کو شہد کی صورت عطا فرمادی، پھر منک و شہد کی بھی مختلف قسمیں بنادیں۔۔۔ وہی علیم و قدير ذات خدا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ نورانی تقریریں کر منکرین کے سخت دل موم سے زیادہ نرم ہو گئے اور سب کے سب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

بہر حال زمین و آسمان کی تمام کائنات نباتات و حیوانات و غرض ہر ہر چیز خدا و مدد قدوس کے وجود و ہستی کی کھلی ہوئی نشانی اور روشن دلیل ہے۔ ہاں مگر شرط یہ ہے کہ انسان عقل کی روشنی میں فہم و تدبیر کے ساتھ کائنات عالم پر نظر ڈالے۔ یہی وجہ ہے کہ رب العالمین نے کہیں لقوم یعقلون فرمایا اور کہیں لا ولی الا للہ فرمایا یعنی زمین و آسمان میں خدا کے وجود کی نشانیوں کو دیکھ لینا یہ صرف عقل و سمجھ والوں ہی کا حصہ ہے اور اس دولت لازوال سے صرف وہی لوگ مالا مال ہو سکتے ہیں جو اپنی عقلوں کو غور و فکر اور فہم و تدبیر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پروردگار عالم جل جلالہ نے قرآن مجید



میں ارشاد فرمایا کہ ﴿وَكُنَّا مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ﴾ (یوسف/۱۰۵) یعنی زمین و آسمان میں خدا کے وجود کی بے شمار ایسی نشانیاں ہیں کہ لوگ ان نشانیوں کے پاس سے گزرتے ہیں لیکن ان نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے چلے جاتے ہیں اور عقل کی روشنی میں نور بصیرت سے ان آیات بیانات کو نہیں دیکھتے۔

خداوند عالم نے ایک دوسری آیت میں کہتے کریمانہ انداز مخاطب کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (م/۵۳) یعنی آسمان و زمین کے کناروں میں اور خود ان کی ذاتوں میں ہم اپنی نشانیاں لوگوں کو دکھائیں گے یہاں تک کہ حق ظاہر ہو جائے۔

## عالم اکبر، عالم اصغر

ہر انسان کی ذات میں خدا کے وجود اور اس کے عجائبات قدرت کی ان محنت نشانیاں موجود ہیں۔ انسان اس قدر عاقل اور اپنی نفسانی خواہشات میں اتنا منہمک ہے کہ خداوند قدوس کی ان آیات بیانات اور روشن دلیلوں سے منہ موڑے ہوئے ہے اور آفتاب و مانتاب سے زیادہ تامل و تامل کے لاکھ بند کئے ہوئے ہے۔

انسان کیا ہے؟ حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حقیقت انسانی کی نقاب کشائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اتحسب انك جرم صيفر وفيك انطوى العالم الاكبر یعنی اے انسان کیا تیرا خیال ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے۔ اے عاقل و نادان! تیرے اندر تو ایک بہت بڑا عالم سمٹا ہوا ہے۔

یہ آسمان و زمین کا عالم، یہ نباتات و جمادات و حیوانات کی دنیا، یہ تو عالم اکبر یعنی ایک بڑی دنیا ہے اور انسان عالم اصغر یعنی چھوٹی دنیا ہے اسی لئے خالق کائنات کا فرمان ہے کہ ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ﴾ (م/۵۳) یعنی وجود باری تعالیٰ کی نشانیاں عالم اکبر میں بھی ہیں جو زمین و آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک بکھری



اور پھیلی ہوئی ہیں اور خداوند قدوس کے شواہد قدرت و دلائل وجود عالم اصغر میں بھی ہیں یعنی انسان کے جسم میں سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ایک ایک بوٹی ایک ایک ذرے ایک ایک روکنگے اور بال بال میں خداوند عالم بزل و لایزال کے بے مثل و بے مثال شواہد و دلائل موجود ہیں۔ پھر اے انسان تمہیں کیا ہو گیا ہے تم نہ عالم اکبر کی نشانیوں کو دیکھتے ہو نہ عالم اصغر کی روشن دلیلوں پر نظر ڈالتے ہو اگر تم زمین و آسمان کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے تو کم از کم اپنے وجود و ہستی اپنے جسم و جان ہی کی نشانیوں میں غور و فکر کے ساتھ نظر ڈالو اور خدا کے وجود و توحید اور اس کی قدرت و حکمت پر ایمان لاؤ۔ قرآن مجید کی مقدس آیتوں نے بار بار عقل انسانی کو گھنچھوڑ کر متنبہ کیا اور بتایا کہ اے نادان انسان ﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْۤوَانًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (البقرہ / ۲۸) یعنی اے انسان بھلا کس طرح تم اللہ تعالیٰ کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ اس نے تم کو ایک بے جان لطف سے جان دار انسان بنایا پھر تمہیں موت دے گا پھر موت کے بعد وہ دوبارہ تمہیں زندگی بخشے گا پھر تم اس کے دربار میں دوبارہ حاضر کئے جاؤ گے۔

انسان کی ذات ایک عالم اصغر ہے اور انسان اگر اپنے وجود و ہستی کو غور و فکر کی نظر سے دیکھ لے تو اس کو اپنی ذات میں اس قدر گنجائش قدرت و شواہد وحدانیت نظر آئیں گے کہ یقیناً اس پر معرفت الہی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اسی لئے حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه یعنی جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا وہ حقیقت اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ کیونکہ انسان کی ذات میں خداوند قدوس کی معرفت کی ایسی ایسی نشانیاں اور روش دلیلیں ہیں کہ جس طرح انسان چمکتی ہوئی تیز و صوب کو دیکھ کر سورج کے وجود کا اقرار کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان اپنی ذات میں لاتعداد آیات و نجات اور بے شمار شواہد قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد خالق کائنات کے وجود کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔

انسان کے جسم میں زمین و آسمان کی تمام کائنات کے نمونے موجود ہیں مثلاً انسان کے بال یہ عالم نباتات یعنی درختوں اور گھاسوں کا نمونہ ہیں۔ انسان کے سر کی بناوٹ



پہاڑوں اور پہاڑوں کی کھاڑیوں کا منظر ہیں۔ آنکھیں چشموں کی روانی اور آنکھوں کی چمک میں ستاروں کی جگہ گہٹ کی عکاسی ہے۔ یوں ہی انسان کا چمکنا بدن زمین کے ہموار صحراؤں اور ریگستانوں کا خاکہ پیش کر رہا ہے۔ المختصر انسان کے جسم کی بناوٹ میں عالم اکبر یعنی زمین و آسمان کی مخلوقات کے تمام نمونے موجود ہیں۔ لہذا اگر انسان اپنے انہیں اعضاء اپنی کھال، رگوں، پٹھوں، گوشت، ہڈیوں کی ساخت اور ہر عضو میں چھپی ہوئی طاقتوں، قوتوں اور ان کے عجیب و غریب نظام عمل، ان کے اعتدال، ان کی یکسانی، ان کے کمال، ان کے حسن و جمال پر ایک لمحہ کے لئے بھی عبرت کی نگاہ ڈالے اور فہم و تدبیر سے کام لے تو نہ صرف انسان کی زبان بلکہ اس کے جسم کا رونگھا رونگھا اور بدن کا بال بال پکار اٹھے گا کہ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ**۔ یعنی بہت ہی برکت والا ہے تمام مخلوقات کا بہترین خالق جس کا نام اللہ ہے۔

## وحدانیت

خدا کا وجود ایک ایسی کھلی ہوئی روشنی حقیقت ہے کہ ہر عقل والا جس طرح یہ یقین رکھتا ہے کہ دو اور دو مل کر چار ہوتے ہیں سورج چمک رہا ہے، آگ گرم ہے، اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھ کر ایک عاقل کو اس بات کا حق الیقین حاصل ہے کہ خالق عالم یعنی اللہ موجود ہے۔ منکرین خدا کو بھی جب قدرت کی قہاری کا تھپڑ لگ جاتا ہے تو وہ بھی مصیبت کے وقت اللہ اللہ پکارنے لگتے ہیں۔ مصیبت پڑنے پر منکرین خدا کو بھی خدا یاد آ جاتا ہے۔ بہر حال ہر صاحب عقل خدا کے وجود کا قائل ہے یہاں تک کہ کفار مکہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لاتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد رہا ہے ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (نہمان / ۲۵) یعنی اے نبی ﷺ اگر آپ ان کا فہم سے یہ سوال کریں گے کہ بتاؤ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو کافر بھی یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے، مگر ہاں فرق یہ ہے کہ خدا کا وجود ماننے والوں میں سے کچھ



نادانوں نے یہ ظلم کیا کہ وہ دودو اور تین تین خداؤں کے قائل ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض مشرکین نے تو چھتیس کر دے دیتاؤں کو خدا مان کر پوجنا شروع کر دیا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان ظالموں نے تو یہاں تک ظلم کیا کہ سفر میں سٹو اور مٹھائیوں کے بت بنا کر ساتھ لے جاتے تھے۔ جب پوجا کا وقت ہوتا تو ان بتوں کے سامنے خوب بھجن گانے گانے کر ان کی عبادت کرتے اور بھجن سے فارغ ہو کر جب بھوک لگتی تو ان ہی دیوتاؤں کا بھوجن کر لیتے تھے۔

اسلام نے ایسی خدا پرستی کو شرک ٹھہرا کر باطل قرار دیا اور اعلان کر دیا کہ **قل** **هو الله احد** یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہ صرف ایک ہی ہے۔ اسلام کے نزدیک توحید کے بغیر خدا کا وجود مان لینا یہ گمراہی میں خدا کو نہ ماننے ہی کے برابر ہے۔ خدا کے وجود کا سچا ماننے والا وہی ہے جو **لا اله الا الله محمد رسول الله** پڑھ کر ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ کے وجود کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے اور تمام معبودان باطل کی نفی کر کے شرک سے اٹھ کر چڑائی کرے، یہی وہ برحق خدا پرستی ہے جس کو سید عالم رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس تعلیم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

جس طرح عجائبات قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے سے ایک صحیح العقول انسان کو خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے اسی طرح کائنات عالم میں تفکر و تدبیر کرنے سے یہ یقین بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ یہ نظام عالم کی یکسانیت، یہ کائنات عالم کا نظام محکم، یہ زمین، یہ آسمان، یہ سارا جہاں، یہ ہر جگہ و ہر اعلان کر رہا ہے کہ اے غافل انسان یقیناً اللہ موجود ہے اور وہ بلاشبہ ایک ہی ہے۔

**لطیفہ:** ایک بڑھیا چرخہ کا تار رہی تھی کہ ایک فلسفی آن پہنچا اور پوچھا کہ یہ بتاؤ کیا خدا موجود ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں بیٹکے خدا موجود ہے۔ فلسفی نے کہا کوئی دلیل ہے؟ بڑھیا نے کہا میرا چرخہ دلیل ہے کہ خدا موجود ہے۔ جب تک میں چرخہ چلاتی رہتی ہوں یہ چلتا رہتا ہے اور جب چھوڑ دیتی ہوں تو رک جاتا ہے تو جب میرا چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو بھلا زمین و آسمان کا اتنا بڑا نظام عالم بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟



فلسفی نے پھر سوال کیا کہ بتاؤ خدا ایک ہے یا دو؟ بڑھیا نے جذبہ ایمانی کے ساتھ جواب دیا کہ خدا ایک ہے اور اس کی دلیل بھی میرا یہی ہے کہ میرے اس چہرے کو اگر دو غور تیں مل کر گھمائیں تو ان دو حالتوں سے خالی نہیں۔ اگر میں اور وہ دونوں ایک ہی طرف چہرے کو گھمائیں تو چہرے کی رفتار تیز ہو کر میرے دھاگے کو توڑ ڈالے گی اور اگر میں ایک جانب چہرے کو گھماؤں اور وہ دوسری جانب چہرے کو چلائے تو ظاہر ہے کہ چہرہ چلنے کے بجائے نوٹ پھوٹ کر ٹکڑیوں کا ڈھیر بن جائے گا تو اس طرح اگر اس نظام عالم میں دو خداؤں کا عمل دخل ہوتا تو ہرگز یہ نظام عالم اس خوبی و سلامتی کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا بلکہ سارا نظام عالم تروبالا ہو کر تمام کائنات برباد ہو جاتی۔ یہ وہ ایمانی عقل ہے جس پر فلاسفروں اور سائنسدانوں کی عقلیں قربان ہیں۔ اسی مضمون کو قرآن مجید نے پیش فرمایا کہ ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ (الانبیاء ۲۲) اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو زمین و آسمان میں ہر طرف فساد پھیل جاتا (یعنی اگر زمین و آسمان میں چند خدا ہوتے تو زمین و آسمان دونوں برباد ہو جاتے)

مومنین کی بے مثال مائیں جن کی پاکیزگی کی گواہی قرآن مجید نے دی

**امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن** ملک الطہر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

ازواج مطہرات کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور ﷺ کی یہاں فرمایا ازواج النبی ﷺ اور آپ کی اولاد پاک کی شان رفیع میں آیتِ تعمیر نازل فرمائی۔ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے گھروں کو جہلاوتی الہی اور رحمت ربانی کا گہوارہ قرار دیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مکان کی عزت و تکریم مبین سے ہوتی ہے۔ دنیا کا بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو اپنی عظیم ترین ماؤں کے بارے میں اپنا ناپاک زبان و لہجہ کرے۔ امہات المؤمنین کا انکار یا ان کی شان عالی مرتبت میں بکواس کرنا دراصل اس بات کا ثبوت کرنا ہے کہ مومنین کی بلند مرتبہ ماؤں سے ان کا کوئی ایمانی عقلی اور رسی رشتہ نہیں ہے۔ امہات المؤمنین کی سیرت پر نہایت ہی جامع مدلل اور تحقیقی کتاب جس میں بد مذہب عناصر اور مستشرقین کے تمام بیہودہ اعتراضات کا علمی انداز میں مدقوز جواب دیا گیا ہے۔ کتاب دینی جامعہ میں داخل نصاب ہے۔



## توحید کے عقلی دلائل

عقل یہ چاہتی ہے کہ اس عالم کا خالق و صانع ایک ہو دو نہیں۔ اور اس دعویٰ پر سب سے عمدہ دلیل جسے خود قرآن نے بھی پیش کیا ہے۔ وہ نظام عالم کی ایکسانی و وحدت اور کائنات کے علل و اسباب کا باہم توافق و تعاون اور اشتراک و اتحاد ہے۔

دنیا کا کوئی ذرہ اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ آسمان سے لے کر زمین تک کی تمام کارکن قوتیں اور اسباب ایک دوسرے کے موافق و مناسب نہ ہوں۔

ایک دانہ کے اگنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ:

دانہ اگنے کے لائق ہو زمین میں اگانے کی صلاحیت ہو موسم بھی اس کے مناسب ہو بارش موافق ہو آفتاب کی گرمی اور روشنی اس کے مزاج کے مطابق بہم پہنچے۔

پھر اس کے بعد وہ تمام رکاوٹیں یکسر دفع ہوں جو اس کی نشوونما میں خلل ہو سکتی ہے ان سب مراحل کے بعد دانہ اگتا ہے اور پھر پھل آتا ہے۔ کتاب مجید نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَنَ اللَّهُ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾  
(الانجیاء/۲۲) اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو زمین و آسمان میں ہر طرف فساد پھیل جاتا۔ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ جو عرش کا رب ہے ان تمام نازیبا باتوں سے جو یہ مشرک کہتے ہیں۔

فرض کہ توحید کے ثبوت اور شرک کے ابطال کی سب سے اہم دلیل نظام عالم کی وحدت ہے۔ چاند سورج اور تاروں سے لے کر انسان، حیوان، پانی، ہوا اور گھاس پھوس پات کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ سب ایک مقررہ نظام اور ایک بندھے اصول کے ماتحت ہیں اور ان سب میں یکسانی اور مساوات کی ایک خاص وحدت قائم ہے اور یہ بات اس امر کی دلیل ہے یہ سب کسی ایک ہستی کے ہاتھ میں ہوتے تو یہ باہمی تضاد میں ایک لہ کے لئے بھی قائم نہ رہتے۔ اسی وحدت نظام کے استدلال کو قرآن مجید نے ان دو آیتوں میں یوں ادا کیا ہے۔

﴿مَاتَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَوتٍ ۚ فَإِذْ جَعَلَ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ﴾ (نمل/۳)



تو خدا کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھتا، نگاہ رکھ کر کیا کوئی خلل تجھے دکھائی دیتا ہے ؟  
 ﴿وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لُذِّهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّا بَغَضُنَّ عَلَىٰ بَعْضِ﴾  
 (مومنوں/ ۹۱) اور نہ اس خدا نے برحق کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھ جاتا۔

دنیا کی مشہور قوموں میں عیسائی اور یہودی تو توحید کے علاوہ منکر ہیں۔ عیسائی تین خداؤں کے قائل ہیں۔ قرآن نے ان کے اس عقیدہ کی صاف و صریح طور پر تردید کی ہے۔  
 ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (المائدہ/ ۷۲) بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ خدا مسیح ابن مریم ہے۔  
 ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ﴾ (المائدہ/ ۷۳) بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے۔

موجودوں کا کہنا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں باہم متضاد ہیں۔ خیر و شر، نور و ظلمت، فسق و صلاح وغیرہ یہ سب ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے ایسے دو متضاد عالم کا خالق ایک نہیں ہو سکتا، ورنہ لازم آئے گا کہ خدا شر کو بھی پیدا کرتا ہے اور جو شخص برائی کے پیدا ہونے کو جائز رکھتا ہے وہ خود اچھا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں ان کے اس خیال کی تردید کی گئی اور بتایا گیا جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا اور خیر و شر کا خالق بھی ایک ہی اللہ ہے اور اچھی یا بُری چیزوں کا پیدا کرنا بہر حال کمال ہے کیونکہ حسن و قبح کا تعلق تو اس چیز سے ہے نہ کہ خالق سے اس لئے اچھی چیزوں کے لئے الگ اور بُری چیزوں کے لئے الگ خالق تسلیم کرنے کی کیا ضرورت؟

﴿وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَإِنِّي فَارِهُنُونَ﴾  
 وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴿ (الحمل/ ۵۱-۵۲) اور اللہ نے فرمایا دو خدا نہ ٹھہراؤ، وہ تو ایک ہی معبود ہے، تو مجھ ہی سے ڈرو۔ اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔



## دلائل توحید

زمین و آسمان کی اس کائنات میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔

اس دعوے پر قرآن مجید نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ اسے معقول 'دل آویزا اور فکر انگیز ہیں کہ اگر کسی کے پاس عقل سلیم ہو اور درمیان میں عصیبت اور کفر الحاد کا کوئی عجاب حامل نہ ہو تو انھیں تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ قرآن کے استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے سارے دلائل محسوسات و مشاہدات اور انسانی انصیات پر مبنی ہیں اس لئے انھیں تسلیم کرنے کے لئے صرف آنکھ کھول کر دیکھنے، کان کھول کر سننے اور دماغ کا پت کھول کر سوچنے کی ضرورت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن جہاں بھی انسانوں کے سامنے اپنی کوئی بات رکھتا ہے تو اپنی دعوت کے اختتام پر یہ ضرور فرماتا ہے۔

'ہماری یہ دعوت اصحاب فکر و بصیرت کے لئے ہے۔ ہماری یہ بات اہل علم کے لئے ہے۔ ہماری یہ دلیل عقل والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ ہدایت غور و فکر سے کام لینے والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ بات اہل فہم کے لئے ہے۔ ہماری یہ دلیل تدبر و شعور رکھنے والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ دعوت سمجھنے والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ بات بصیرت کے کان سے سننے والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ نشانیاں انصاف و حقیقت کی آنکھ سے دیکھنے والوں کے لئے ہے۔ اور ہماری یہ بات صحیح ذہن پر سوچنے والوں کے لئے ہے۔'

قرآن کا یہ انداز بیان اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے کہ اس کی دعوت کی بنیاد جبر و اکراہ پر نہیں بلکہ فکر و بصیرت اور علم و عقل کے صحیح تقاضوں پر ہے۔ وہ اپنی بات قہر و تشدد کے ذریعہ نہیں بلکہ تفہیم و تلقین اور دل نشین دلائل و شواہد کے ذریعہ منوانا چاہتا ہے۔ خدا کو ایک ماننے اور صرف اسی کے آگے بندگی کا سر جھکانے کے لئے اگر قہر و جبر ہی



سے کام لینا مشیت کو منظور ہوتا تو دنیا میں انبیاء کیوں بھیجے جاتے؟ کتنا ہیں کیوں اتاری جاتیں؟ اور انسانوں کے درمیان دعوت و تبلیغ کا سلسلہ کیوں قائم کیا جاتا؟  
قرآنی دلائل اس طرح ہیں :

(۱) اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان اور ان میں رہنے والی ساری موجودات کا خالق ہے اس پوری کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں اور نہ اس کام میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور شریک ہے کہ دونوں کے اشتراک سے یہ کائنات وجود میں آئی ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہی سب کا پروردگار ہے۔ اکیلے وہی اس پرے کارخانہ ہستی کو چلا رہا ہے ہر مخلوق کو زندہ رہنے اور اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے جس طرح کا جو سامان اسے مطلوب ہے وہ اکیلے سب کو مہیا کر رہا ہے اس کام میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے کہ دونوں کے اشتراک سے یہ کارخانہ چل رہا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان اور ان میں رہنے والی ساری مخلوقات کا مالک اور بادشاہ ہے اس کی سلطنت و ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے کہ مشترک بادشاہت و ملکیت کا کوئی تصور کیا جاسکے۔

قرآن فرماتا ہے کہ جب تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے جب ربوبیت و پروردگاری اور کارخانہ ہستی کے انتظام و انصرام میں کوئی اور کہاں سے شریک ہو جائے گا۔ قرآن کی زبان میں اسی کا نام عقیدہ توحید ہے یعنی ایک معبود بلا شرکت غیر سے صرف ایک معبود پوری کائنات میں صرف ایک عبادت کا مستحق اور وہ صرف اللہ۔

میں سے چھوٹے معبودوں کے تصور کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے جیسا کہ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کیوں کہ جب تخلیق ربوبیت اور ملکیت و سلطنت میں کوئی دوسرا کسی حیثیت سے بھی شریک نہیں ہے تو اب چھوٹے خداؤں کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔ یعنی جب کوئی چھوٹا خالق نہیں ہے جب چھوٹا پروردگار نہیں ہے جب کوئی چھوٹا مالک نہیں ہے تو کوئی چھوٹا معبود کہاں سے نکل آئے گا۔



عقیدہ تو حید کے اثبات میں قرآن نے ایک دلیل اور پیش کی ہے جو نہایت معقول بصیرت انگیز اور دل نشین ہے۔

قرآن فرماتا ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا بھی چند خدا ہیں جیسا کہ مشرکین کا عقیدہ ہے تو اب سوال الہی تھا ہے کہ اس کارخانہ ہستی کو چلا کون رہا ہے؟ سب مل کر چلا رہے ہیں یا ان میں سے کوئی ایک چلا رہا ہے۔ اگر کوئی ایک چلا رہا ہے تو باقی خداؤں کا کیا مصروف ہے؟ اگر وہ بیکار ہیں اور ان کی کوئی ضرورت باقی نہیں ہے تو اس کا کھلا ہوا مطلب ہے کہ مخلوق کو اب ان کی طرف کوئی احتیاج نہیں ہے اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جس کی طرف مخلوق کی احتیاج نہ ہو وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر سب مل کر چلا رہے ہیں تو اب دوسرا سوال یہ الہی تھا ہے کہ عالم کے انتظام و انصرام میں سب کی حیثیت مستقل ہے یا ہر ایک کو اپنے اپنے کام کی انجام دہی میں دوسرے کی احتیاج ہے اگر احتیاج ہے تو جو دوسرے کا محتاج ہو وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ سارے خدا باہمی مشورے سے کارخانہ ہستی کا انتظام چلا رہے ہیں تو اس صورت میں انتظامی امور میں باہمی مشورہ بھی احتیاج ہی کی ایک شکل ہے اور اگر ان میں سے کوئی خدا کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر خدا اس کارخانہ ہستی کے انتظام میں مستقل قدرت و اختیار رکھتا ہے اور اپنے کام میں وہ دوسرے خداؤں کی مرضی اور ان کے فیصلے کا قطعاً پابند نہیں ہے تو اس صورت میں عقل سلیم سوال کرتی ہے کہ سارے خدا جب اپنی ہی مرضی اور ارادہ سے اس کارخانہ ہستی کو چلا رہے ہیں اور آپس میں کوئی مشورہ بھی نہیں ہے تو بتایا جائے کہ سورج کے طلوع و غروب، چاند کے گھٹنے بڑھنے، موسموں کے آنے جانے اور ہر مخلوق کے توالد و تمائل کے نظام میں آج تک کوئی فرق کیوں نہیں پڑا؟

اس طرح کا ایک بھی واقعہ اب تک کیوں رونما نہیں ہوا کہ رات کے بارہ بجے اچانک سورج نکل آتا اور جب دن کے دس بجے تو رات آ جاتی اور آسمان پر چاند تارے نکل آتے۔ اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ آدمی کے نطفے سے شیر پیدا ہوتا اور شیر کے پیٹ سے آدمی جنم لیتا۔ اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ زمین میں گے ہوں کے دانے بوئے جاتے اور پٹنے کا کھیت



تیار ہو جاتا۔ آسمان کی گھنٹی زمین میں دفن کی جاتی اور وہاں سے نارمل گاڑی نکلتی آتا۔  
 اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ شہد کی مکھی کے پیٹ سے زہر نکلتا اور بچھو کے ڈنک سے  
 شہد کا قطرہ نکلتا؟ اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ خزاں کے موسم میں سارے درخت ہرے  
 بھرے ہو جاتے اور بہار کے دن آتے تو چمن میں خاک اڑنے لگتی؟ اب تک ایسا کیوں  
 نہیں ہوا کہ نومبر ڈسمبر میں اچانک برسات آ جاتی اور مئی جون کا مہینہ سردیوں میں تبدیل  
 ہو جاتا؟ اگر ایسا اس لئے نہیں ہوا کہ یہ سارا نظام ایک ہی خدا کا مقرر کردہ ہے اور وہی  
 ایک نچ پر اسے چلا رہا ہے تو پھر بتایا جائے کہ دوسرے خداؤں کا نظام کہاں ہے؟ اگر کوئی  
 خدا کسی دوسرے خدا کے وضع کردہ قانون کا پابند نہیں ہے تو کارخانہ ہستی کے انتظام میں خود  
 اس کا اپنا وضع کردہ قانون کدھر ہے؟ جب مشاہدات کی روشنی میں دوسرے خداؤں  
 کا کوئی سکہ یہاں نہیں چل رہا ہے تو ماننا پڑے گا کہ ساری کائنات میں صرف ایک ہی خدا کی  
 حکمرانی ہے اور یہی خدا کا فرمان ہے کہ ﴿لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ اللہ تعالیٰ کے  
 مقرر کردہ نظام میں کوئی تبدیلی تم ہرگز نہیں پاؤ گے۔

﴿أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا  
 مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ  
 تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۳۱﴾ (الانبیاء: ۳۱) کیا غور نہیں  
 کیا کافروں نے کہ آسمان و زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے دونوں کو الگ الگ کر دیا  
 اور پیدا کیا ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے تو کیا (اتنی کھلی ہوئی نشانوں کے بعد بھی) وہ  
 ایمان نہیں لائیں گے اور ہم نے زمین میں پہاڑوں کے ٹکڑے کھڑے کئے کہ انہیں لپکریں  
 ایک طرف نہ جھک جائے اور بنائے ہم نے اس میں کشادہ راستے تاکہ وہ چل سکیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ملکہ کا ذکر فرما رہا ہے کہ زمین و آسمان موجودہ صورت اختیار  
 کرنے سے پہلے ایک دوسرے میں پیوست تھے پھر ہم نے اپنی قدرت سے زمین کو الگ  
 کر دیا اور آسمان کو الگ کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر علماء تفسیر سے  
 اس آیت کا یہی مفہوم منقول ہے۔ قال ابن عباس والضحاك وعطاء وقتاده كانتا



شیئاً واحداً ملتزقین ففسرالک بینہما بالہواء (قرطبی) یعنی زمین و آسمان شے واحد کی طرح تھے اور ان کے اجزاء ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے ہوئے تھے پھر ہوا کے ذریعہ انھیں علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔۔۔ سیکڑوں صدیوں کی تحقیقات تجربات اور غور و فکر کے بعد علمائے طبعین جس نتیجہ پر پہنچے ہیں قرآن حکیم نے پہلے ہی اس حقیقت کو چند الفاظ میں ذکر کر دیا تھا۔

ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداء میں آفتاب ایک بھڑکتا ہوا شعلہ تھا۔ اس کی حرکت بہت ہی تیز تھی سرور و ہور میں اس کی حرکت کم ہوتی گئی اور وہ سکڑتا اور چھوٹا ہوتا گیا اور اس سبب سے اس کے مادے میں گاز حاپن آ گیا اور حرکت کی تیزی کے سبب اس میں سے چند ٹکڑے ٹوٹ کر ڈور ڈور تک چلے گئے اور اسی کے گرد چکر کھانے لگے۔ اس وقت تک ظاہر ہوا ہے کہ آفتاب سے گیارہ ٹکڑے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ جن سے ہمارا نظام شمسی بنا ہے اور زمین بھی انہی سے ایک ہے۔

موجودہ زمانہ میں اجرام سماویہ کی ابتدائی تخلیق اور کردہ ارضی کی ابتدائی نشوونما کے جو نظریے تسلیم کر لیے گئے ہیں یہ اشارات بظاہر ان کی تائید کرتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان بنیادوں پر شرح و تفصیل کی بڑی بڑی عمارتیں اٹھا سکتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح نہ ہوگا یہ نظریے کتنے ہی مستند تسلیم کر لیے گئے ہوں لیکن پھر بھی نظریے ہیں۔ اور نظریات جزم و یقین کے ساتھ حقیقت کا فیصلہ نہیں کر سکتے پھر اس سے کیا فائدہ کہ ان کی روشنی میں قرآن کے مجمل اور محتمل اشارات کی تفسیر کی جائے لیکن کل کو کیا کریں گے۔ اگر ان نظریوں کی جگہ دوسرے نظریے پیدا ہو گئے۔ صاف بات یہی ہے کہ یہ معاملہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے جس کی حقیقت ہم اپنے علم و ادراک کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے۔ اور قرآن کا مقصود ان اشارات سے تخلیق عالم کی شرح و تحقیق نہیں ہے۔ خدا کی قدرت و حکمت کی طرف انسان کو توجہ دلانا ہے۔

رتق اور فتن کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔ 'رتق' سے مراد یہ ہے کہ آسمان کا منہ پہلے بند تھا کوئی بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین کا منہ بھی بند تھا کوئی چیز اس میں پیدا نہیں ہوتی تھی۔



اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کا مزہ بھی کھلا (فتح) اور بارش برسنے لگی۔ زمین کی مہر بھی نوٹی  
اس میں سے ضروریات کی ہر چیز اگنے لگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
ہر جاندار چیز کی تخلیق پانی سے کی گئی ہے یہی اس کا مادہ اصلی ہے یا ہر جاندار کی  
جناور نشور نما کا انحصار پانی پر ہے یا یہ کہ مادہ منویہ جو ہر جاندار کا اصل ہے۔ وہ پانی ہے  
بہر حال جس لحاظ سے دیکھو زندگی اور پانی کا ساتھ ہے۔

عموماً جاندار چیزیں جو نظر آتی ہیں بالواسطہ و بلاواسطہ پانی سے بنائی گئیں۔ پانی ہی  
ان کا مادہ ہے۔ شاید ہی کوئی ایسی مخلوق جس کی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس کی پیدائش میں  
پانی کو دخل نہیں وہ مستثنیٰ ہوگی۔ لاکٹر حکم الکمل کے اعتبار سے یہ کلمہ صادق رہے گا۔  
ہم نے اتنے اونچے اونچے پہاڑ پیدا کیے جن کی بلند چوٹیاں آج بھی مہم جو انسانوں  
کو لگا رہی ہیں لیکن ان پہاڑوں کی تخلیق میں بھی قدم قدم پر تمہیں ہماری حکمت کے جلوے  
نظر آئیں گے۔ ان کو سنگین دیواروں کی طرح کھڑا نہیں کر دیا گیا کہ ایک طرف سے دوسری  
طرف آمد و رفت ہی بند ہو جائے بلکہ ان میں ایسی گھاٹیاں اور درے بنادیئے ہیں جن کے  
ذریعہ تم ایک طرف سے دوسری طرف جا سکتے ہو بلکہ بڑی بڑی شاہراہیں بنا سکتے ہو۔

کیونکہ آسمان زمین کو اسی طرح ڈھاپنے ہوئے ہیں جیسے چھت مکان کو اس لیے فرمایا  
ہم نے زمین کے لیے آسمان کو بہ منزلہ چھت بنایا ہے لیکن یہ ایسی چھت نہیں جو گر پڑے  
یا اس میں شگاف ہو جائیں بلکہ یہ ہر طرف سے محفوظ اور مستحکم ہے۔ پھر مزید کرم یہ فرمایا کہ  
رات دن کا تسلسل قائم کر دیا۔ اگر ہمیشہ رات کا اندھیرا چھا یا رہتا یا ہمیشہ دن ہی ہوتا تو دنیا  
کی یہ رونقیں نہ ہوتیں یا تمازت آفتاب سے زمین خلی بھسن جاتی یا ساری دنیا قطب شمالی  
کے علاقوں کی طرح برف کے نیچے دبی رہتی۔

فلک کیا ہے؟ کیا سماء (آسمان) اور فلک دونوں ایک چیز ہیں؟ کیا شمس  
و قمر اور دوسرے سیارے ان میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں جس طرح لکڑی میں کیل؟  
فلاسفہ یعنی قدیم علماء طبعیین کی رائے یہ ہے کہ فلک اور آسمان ایک چیز کے دو نام ہیں



اور فلک کی انہوں نے یہ تعریف کی ہے۔ **بانه حى عالم متحرك بالارادة حركة مستديرة ولا يقبل الخرق والا لتقام**۔ یعنی فلک زندہ ہے عالم ہے۔ اپنے ارادہ سے گول حرکت کرتا ہے۔ پھٹنے اور جلنے کو قبول نہیں کرتا کیونکہ فلاسفہ کے نزدیک فلک میں خرق والتام ممنوع ہے اس لئے انہوں نے یہ کہا کہ سیارے اُن میں گزرے ہوئے ہیں۔ وہ متحرک نہیں بلکہ وہ فلک متحرک ہیں جن میں وہ گزرے ہوئے ہیں کیونکہ حرکتیں مختلف ہیں اس لئے انہوں نے افلاک کو متعدد مانا ہے۔ اُن کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ افلاک کی تعداد نو ہے۔

فلک کی جو تعریف ان فلاسفہ نے کی ہے علمائے اسلام نے علم کلام کی کتابوں میں اس کا بطلان ثابت کیا ہے بلکہ اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور سما (آسمان) دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور سما افلاک سے اور پر ہے چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ **قال اکثر المفسرين هو (الفلك) موج مكفوف تحت السماء يجرى فيه الشمس والقمر**۔ کہ فلک ایک موج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور شمس و قمر اسی میں محو حرکت ہیں اور ضحاک جو مشہور اور مسلم مفسر ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ فلک کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ سیارے گردش کرتے ہیں ان کی مدار کا نام ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس باب میں وہی قول مشہور ہے۔ **قال الضحاک وهو ليس بجسم وانما هو مدار هذه النجوم والمشهور ما روى عن ابن عباس**۔ فلاسفہ کا یہ قول کہ افلاک کی تعداد نو ہے یہ بھی قطعی اور یقینی نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہوں۔ (روح المعانی)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اور علامہ ابن حیان اندلسی نے اپنی اپنی تفاسیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور پسند فرمایا ہے۔

علامہ ابی عبد اللہ الانصاری القرطبی کی عبارت ملاحظہ ہو: **والاصح ان السيارة تجري في الفلك**۔ وہی سبعة افلاك دون السموات المطبقة التي هي مجال الملائكة واسباب الملكوت فالقمر في الفلك الادنى ثم عطارد ثم الزهرة ثم



الشمس ثم مریخ المزئیم المشتري ثم زحل والثامن فلك البروج والتاسع الفلك  
الاعظم قال ابن زید الافلاك مجاری النجوم والشمس والقمر وقیل الفلك  
موج مکفوف ومجرى الشمس والقمر فيه والله اعلم (قرطبی) یعنی کواکب سیارہ  
فلك میں چلتے ہیں اور یہ آسمانوں سے نیچے ہیں۔ چاند سب سے نچلے فلك میں ہے۔ اس  
سے اوپر عطارد پھر زہرہ پھر سورج پھر مریخ پھر مشتری پھر زحل آٹھویں کو فلك البروج  
نویں کو فلك اعظم کہتے ہیں۔ ان سب سے اوپر سبع سموات (سات آسمان) ہیں جو ملائکہ کی  
جو ملائکہ اور اسباب ملکوت کا مخزن ہیں۔ واللہ اعلم

یہ حقائق جو صد ہا سال پہلے علمائے اسلام اپنی نگاہ حقیقت بین اور عقل رسا سے بے  
تقاب کر چکے ہیں ان کی روشنی میں اگر جدید علمائے فلکیات کی تحقیقات کا آپ مطالعہ کریں گے  
تو آپ کو قرآن کریم کے کتاب الہی ہونے کا یقین آ جائے گا اور علمائے اسلام کی دقت نظر  
اور ان کے علوم کی وسعت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے جس طرح آج کے سائنس  
دان اپنے پیشروؤں پر تنقید کر رہے ہیں۔ اُن کے شاگرد کل اپنے ان استادوں کی غلطیاں  
نکالنے لگیں۔ اس لئے کسی مومن کو یہ زیبا نہیں کہ قرآن کی صداقت کو وہ جب تسلیم کرے جب  
جدید تحقیقات کی صدا سے مل جائے بلکہ اس کا یہ پختہ یقین ہونا چاہیے کہ حق وہ ہے جو قرآن  
نے بیان کیا ہے۔ قدیم تحقیقات اور جدید انکشافات کا وہی حصہ درست ہے جس کی تائید  
قرآن سے ملتی ہے اور جو قرآن حکیم کی تصریحات کے خلاف ہے وہ غلط ہے آج نہیں تو کل  
اسکے طعیر وار خود اپنی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس سے بڑھ  
کر احساس کمتری کا مظاہرہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ مسلمان قرآن مجید کی تصدیق کے لیے  
قدیم و جدید نظریات کا سہارا ڈھونڈتا پھرے البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ قرآنی حقائق  
کو سمجھنے کے لیے اجتہادی کوشش کی جائے ایسا نہ ہو کہ ہم نے سنائے نظریات کو قرآن کے  
نظریات تصور کرنے لگیں اور اس بے خبری کے باعث علم و دانش کی دنیا میں اپنی تھنیک کے  
ساتھ فرقان حمید کی توہین کا بھی سبب بنیں۔ (العیاذ باللہ)



﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلَّكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ  
وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَنَزِيرٌ وَجِئْتُكُمْ  
(ج/ ۶۵) کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بس میں کر دیا جو کچھ زمین میں  
ہے اور تمہارے بس میں کر دیا کشتی کو جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ تمہارے  
ہوئے ہے آسمان کو کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ بے شک اللہ  
انسانوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم والا ہے۔

دلائل تو حید اسنے واضح اور یقین آفرین ہیں کہ اگر کوئی معمولی عقل و فہم رکھنے والا بھی  
غور کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اُسے اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ ذرا غور تو کیجئے زمین و آسمان  
کا یہ کارخانہ کتنا وسیع ہے اور کتنے بے شمار ہڈیوں سے مرکب ہے۔ ہر ہڈی نہ چھوٹا ہو یا بڑا  
اپنی اپنی جگہ پر اس خوبی سے فٹ ہے کہ نہ کوئی بیچ ڈھيلا ہوتا ہے نہ کوئی گراری ٹوٹتی ہے  
اور نہ انجن کی رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ ہر چیز اپنا اپنا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ جس کے  
ذمے چلنا ہے وہ چل ہی رہی ہے نہ اپنی سمت بدلتی ہے نہ اپنے مقررہ راستہ سے ہال برابر  
ادھر ادھر سرکتی ہے اور نہ اسکی پال میں فرق پڑتا ہے۔ جس کے ذمے دوڑنا ہے وہ دوڑتی  
ہی چلی جا رہی ہے۔ جنھیں ٹھیرنے کا حکم ملا ہے وہ دم بخود چپ چاپ کھڑی ہیں۔ انسان  
اس محیر العقول کارخانہ کی پیچیدگیوں میں غور کرے تو سر پکرا جاتا ہے اور اگر حقیقت شناس  
نگاہ سے وہ یہ منظر دیکھے کہ ہر چیز ایک حلقہ جگوش غلام کی طرح تعمیل حکم میں مصروف ہے تو بے  
ساخت اس کی زبان سے یہ نکلتا ہے۔ تبارك الله احسن الخالقين (تیسیر نیا، القرآن)  
﴿إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ  
ذَٰلِكُمْ اللَّهُ فَآتَىٰ تُوْفِكُورٌ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسُ  
وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا  
بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (انعام ۹۷-۹۵)

بے شک اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلی کو (زمین کے اندر) پھاڑتا ہے (تاکہ اُس میں سے  
کوئی نکل سکے) وہ زندہ جسم کو مُردہ (بے جان چیز) سے نکالتا ہے (جیسے اٹھنے سے بچہ) اور



مردہ (بے جان چیز) کو زندہ جسم سے نکالتا ہے (جیسے مرنے سے اٹھا) یہ ہے اللہ تعالیٰ (تم اس کی تلاش میں) کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو وہ تاریکی کا پردہ چاک کر کے صبح طلوع کرتا ہے۔ اُس نے رات کو آرام کے لئے بنایا اور سورج اور چاند کو (سال اور وقت کا حساب معلوم کرنے کے لئے۔ یہ ایک مقرر کیا ہوا اندازہ ہے زیر دست علم والے کا' وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم راستہ پاؤ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ہم نے اپنی قدرت کی نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں علم والوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے وہ کرشمے جن کا ہم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہیں ان کا ذکر کر کے ان میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے اور پوچھا جا رہا ہے کہ اے عقل کے دشمن! یہ بتاؤ کہ عبادت کے لائق وہ ذات والا صفات ہے جس کی قدرت کے یہ کرشمے ہیں کہ وہ خشک دانے اور سخت جھٹلی کو چیر کر اس سے سرسبز پودے اور بلند و بالا درخت اُگاتا ہے یا وہ بے بس اور بے جان پتھر و غیرہ کے بت جنہیں اپنی بھی خبر نہیں۔ گندم کے دانے کا دل چیر کر کس طرح گندم کا پودا نکلتا ہے جس کی کئی بالیں ہوتی ہیں اور ہر بال پر الگ الگ خوشہ ہوتا ہے جس میں سینکڑوں دانے مضبوط غلافوں میں لپٹے ہوئے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس چھوٹے سے دانے میں سے کیونکر نکلا اور اب تک اس میں کیونکر سمٹا رہا' آم کی چھوٹی سی جھٹلی سے اتنا بڑا درخت کیسے پیدا ہو گیا۔ اگر انسان اسی میں تامل کرے تو حقیقت روشن ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دوسرا اعجاز ہے جان اٹھانے سے جاندار مرنے اور قطرہ آب سے زندہ انسان یا ہڈ سے ٹیک اور ٹیک سے ہڈ۔

اللہ اور معبود برحق تو وہ ذات ہے جس کی قدرت کے یہ کرشمے ہیں۔ تعجب ہے تم پر اگر اس کے بعد بھی تم دوسروں کو خدا سمجھتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس حساب اور اندازے سے سورج اور چاند کی حرکت مقرر فرمادی ہے جس سے دن صبح اور سال بنتے ہیں۔ جس سے گرمی سردی بہار اور غزاں کے موسم ظہور پذیر ہوتے ہیں' جن سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہر طرح مستفید ہوتی ہے۔ پہلی آیت میں دانہ اور جھٹلی جو بظاہر معمولی چیزیں ہیں ان کا ذکر فرمایا تھا اس آیت میں نظام شمسی کے دو اہم ستاروں سورج اور چاند کا ذکر ہو رہا ہے



بتانا یہ ہے کہ کارخانہ ہستی کی ہر چھوٹی بڑی چیز اسی کی قدرت کا مذکا کرشمہ ہے اسی کی حکمت اور علم نے ان کے لیے ایسے اندازے اور ضابطے مقرر کر دیے ہیں جن کے وہ پابند ہیں اور سب اس کے حکم کی قیبل اور اس کے فرمان کی بجا آواری میں سرگرم عمل ہیں اور زندگی کی یہ تہا بھی موجود ہے۔

اہل علم و دانش کے لیے کائنات ہستی کی ہر چیز میں توحید کی دلیلیں موجود ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی آپ کوئی چیز لیں اس کی وضع و قطع کی موزونیت اس کی خصوصیات اس کے ان گنت فوائد اور پھر سارے نظام عالم کے ساتھ اس کی وابستگی کو دیکھ کر انسان مجبوراً کہہ اٹھتا ہے کہ اس کے بنانے والی ذات بڑی قدرت علم اور حکمت کی مالک ہے جتنا علم زیادہ ہوگا اسی مناسبت سے عرفان توحید زیادہ ہوگا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا بَفءٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بِلَيْغِهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرءٌ وَفٌ رَّحِيمٌ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النمل ۵-۸) اور اس نے جانوروں کو پیدا کیا جن میں تمہارے لئے گرم لباس (کا بھی ساز و مان) ہے اور دوسرے فوائد بھی ہیں اور ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو اور ان میں تمہارے لئے زینت و جمال کی کشش بھی ہے جب تم انہیں شام کے وقت چراگاہ سے واپس لاتے ہو اور جب صبح کے وقت انہیں چرانے لیا کرتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ ڈھو کر ایسے شہر کی طرف لیجاتے ہیں کہ تم وہاں تک نہ پہنچتے لیکن اوجھ مرے ہو کر بیٹھک تمہارا رب بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اور اس نے پیدا کئے گھوڑے غجر اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان سے زینت حاصل کرو اور وہ (آئندہ ایسی سواریوں اور زینت کا سامان) پیدا کرے گا جن سے تم (آج) ناواقف ہو۔

انسان کی زندگی کی بقاء کے لئے اور اس کو آرام دہ اور دلکش بنانے کے لئے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ تمہاری خدمت گزاری اور تمہارے فائدے کے لئے



انہیں پیدا فرمایا ہے۔ جانوروں کی اُون وغیرہ سے بنے ہوئے کپڑوں سے تم حرارت حاصل کرتے ہو اس کے علاوہ متعدد مصلحتیں حاصل کرتے ہوئے ان کا دودھ پیتے ہو اُن کی ہڈیوں کو طرح طرح سے استعمال کرتے ہو اور تو اور ان کا گوشت کھاتے ہو۔

اس کے علاوہ جب جانور صبح سویرے چرنے کے لئے بستیوں سے باہر نکلتے ہیں اور دن بھر چرنے کے بعد شام کے وقت واپس آتے ہیں تو کتنا دلکش منظر ہوتا ہے وہ راستے بھی آباد آباد دکھائی دیتے ہیں جہاں سے وہ گزر رہے ہوتے ہیں اپنے مویشیوں کو جب یکجا تم دیکھتے ہو تو جو فرحت اور طمانیت تمہارے دل میں محسوس کرتے ہیں ذرا اُس کا ہی اندازہ لگاؤ۔ تم اللہ تعالیٰ کے کس کس احسان کو بھلاؤ گے اور کہاں تک ناشکری کرو گے۔ میدانی علاقہ ہو یا ریت کے نیلے ہوں پہاڑوں کی بلندیاں ہوں یا وادیوں کا نشیب ہو راستہ ہموار ہو یا قدم قدم پر گڑھے ہوں یہ جانور تمہارے بھاری بھرکم سامان کو اپنی پشتوں پر لادے ہوئے کس طرح خاموشی سے چلے جا رہے ہیں۔ ذرا غور تو کرو اگر تمہیں یہ سامان خود اٹھا کر لے جانا پڑتا تو تمہیں کس وقت کا سامنا ہوتا۔ ایسے جانوروں کا بہم پہنچانا تمہارے پروردگار کی از حد شفقت اور بے پایاں رحمت کا کتنا بڑا ثبوت ہے اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازیوں نے صرف ہار برداری کے جانور ہی پیدا نہیں کئے بلکہ تمہاری سواری کا انتظام بھی فرمایا دیا۔ جب تم ان پر سوار ہوتے ہو تو وہ اپنی سبک رفتاری سے ہوا سے باتیں کرنے لگتے ہیں اور قلیل عرصہ میں تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔ سواری اور سفر کی سہولت کے ساتھ ساتھ اس میں زینت کا پہلو بھی قابلِ لحاظ ہے ایک خوبصورت نقرے گھوڑے پر انسان سوار ہو تو وہ کتنا جھللا معلوم ہوتا ہے اور اپنے آپ کو اس وقت برتری کے جس جذبہ سے سرشار پاتا ہے وہ تو بیان ہی سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بقاء اور تمہارے آرام و آسائش کے لئے بے شمار چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جن کو تم جانتے ہو اور بعض ایسی بھی ہیں جن کی تمہیں خبر تک نہیں تم ان کا نام بھی نہیں جانتے اور یہ فرمانِ ایزدی وہ شب و روز تمہاری خدمت میں مصروف ہیں۔



نوٹ : اس آیت سے نقل و حرکت کے وہ ذرائع بھی مراد لئے جاسکتے ہیں جو نزول قرآن کے وقت موجود نہ تھے لیکن بعد میں ایجاد ہوئے یا جو قیامت تک ایجاد ہوتے رہیں گے یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہے۔ یہ موٹریں، یہ مگر، یہ جہاز، یہ طیارے، راکٹ اور خدا معلوم ابھی اور کیا کیا بننے والا ہے۔ یہ سب اُسی کی صفتِ رافت و رحمت کے مظاہر ہیں۔

﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِمْ مِنْ مَّاءٍ بَيْنَ فَرْثٍ وَذِمِّهَا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ﴾ (النحل ۶۶) بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں غور و فکر کا مقام ہے کہ ہم تمہیں پلاتے ہیں (سفید رنگ کا) خالص دودھ جو اُن کے پیٹوں میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے جو پینے والوں کیلئے بہت خوش ذائقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور نعمت جلیلہ یا دولا کر اس میں غور کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک بھینس جو خوراک کھاتی ہے وہ سب اس کے حلق سے اتر کر اس کے معدہ میں چلی جاتی ہے۔ معدہ ایک ہے اور وہ عوامل بھی یکساں ہیں جو خوراک کو ہضم کے مختلف مرحلوں سے گزارتے ہیں لیکن اُس کا کچھ حصہ گوبر بن جاتا ہے اور کچھ حصہ خون بن کر جسم کے تمام اعضاء میں پہنچ جاتا ہے اور اُس تقسیم میں بھی یہ حکمت ملحوظ ہے کہ ہر عضو کو خون کی اتنی مقدار ہی بہم پہنچائی جاتی ہے جتنی اُس کو ضرورت ہوتی ہے لیکن خون اور گوبر کے علاوہ وہیں ایک چیز بھی اس خوراک سے بنتی ہے۔ رنگ، یہ اور ذائقہ میں وہ اُن دونوں چیزوں سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ ہے سفید دودھ اب کوشش سے سوچو کیا اس میں گوبر کی بو کا شائبہ بھی ہے۔ غور سے دیکھو کیا اس میں خون کی ہلکی سی سرخی بھی دکھائی دیتی ہے۔ وہ کون ہے جو اس طرح کی چیزوں میں سے ایسی پاک اور صاف چیز کشید کرتا ہے اور وہ اتنی لذیذ اور خوش ذائقہ ہے کہ خود بخود حلق سے نیچے اترتی چلی جاتی ہے۔ ہر چیز اپنے خالق کی حمد و ثنا میں مصروف ہے لیکن اے انسان تو ہی اتنا ناشکرا ہے کہ اپنے کریم پروردگار کو نہیں پہچانتا اور سرکشی پر ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿وَأَوْحَىٰ ذَٰلِكَ إِلَى النَّحْلِ أَنَّ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا



يَعْرِشُونَ ۚ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِنْ بَطُونِهَا  
 شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٨﴾  
 (نحل/ ٦٨-٦٩) اور اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں،  
 درختوں اور چھتوں میں اپنا گھر بنا، پھر ہر قسم کے پھلوں (یعنی ان کے پھولوں) کا رس چوستی  
 پھر اور چلتی رہ اپنے رب کی بٹائی ہوئی نرم اور آسمان راہوں پر۔ اس کے پیٹ سے  
 مختلف رنگوں کا ایک مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بیشک اس میں  
 (خدا کی قدرت کی) نشانی ہے غور و فکر کرنے والوں کے لئے۔

کائنات کی بڑی بڑی چیزیں اپنے جمال و جلال اور اپنی نفع رسانی کی وجہ سے لوگوں کی  
 توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں لیکن عام طور پر چھوٹی چیزوں کو حقیر سمجھ کر لائق التفات خیال نہیں کیا  
 جاتا۔ اور پھر مکھی بھی چھوٹی سی چیز کے لئے کس کو فرصت ہے کہ اس میں سوچ بچار کرنے  
 بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری حکمت و قدرت کے جلوے صرف پہاڑوں، سمندروں،  
 موشیوں اور بلند و بالا درختوں میں ہی نظر نہیں آتے بلکہ ایک چھوٹی سی شہد کی مکھی بھی میری  
 حکمتوں کی تجلی گاہ ہے۔ اس کے منظر جتنے میں بھی ہمارے کرشموں کا مینا بازار لگا ہوا ہے۔  
 ذرا اس چھت کو دیکھو کس مہارت سے اسکو مسدس خانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے جن کے تمام  
 اضلاع اور سارے زاویے مساوی ہیں۔ تمہارا کوئی ماہر انجینیر بھی مسطر اور پرکار کے بغیر ایسے  
 مسدس بنانے نہ جانتا، پھر اسکے مختلف حصوں پر نظر ڈالو۔ کہیں تو نو زائیدہ بچوں کی قیام گاہ  
 ہے، کہیں شہد کا ذخیرہ کیا جا رہا ہے، کہیں موسم تیار ہو رہا ہے، کہیں خوراک کا گودام ہے۔ پھر  
 اس حیران کن نظم و نسق کو دیکھو جسکے ماتحت یہ کثیر التعداد کھیاں یہاں آباد ہیں کسی متدن ملک  
 کی بہترین تربیت یافتہ فوج بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان میں ایک مکھی سب کی سردار  
 ہے، دوسری اس کی فرمانبردار ہیں، اور اس کے حکم بجالانے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتیں۔  
 بعض خوراک لانے کے لئے متعین ہیں، بعض پہریدار ہیں، کیا محال کہ کوئی اجنبی اندر قدم  
 بھی رکھ سکے جو خوراک لانے پر مقرر ہے وہ اپنے چھت سے دور دراز مقامات پر اڑ کر جاتی  
 ہیں، وہاں سے مختلف پھولوں، کلیوں، کوٹیلوں اور پتوں کا رس دن بھر چوستی رہتی ہیں اور پھر



طویل مسافت طے کر کے اپنے بھرتے میں واپس آ جاتی ہیں نہ وہ دانستہ بھولتی ہیں نہ لیت بھوتی ہیں اور نہ اپنے فرض کو انجام دینے میں کسی کا بلی کی روادار ہیں۔ پھر جس حکمت و خوبی سے پھلوں کے پتوں سے ہونے اس رس کو شہد بنانے کا عمل تکمیل پاتا ہے وہ تو اتنا حیرت انگیز ہے کہ عقل و نگ رہ جاتی ہے۔ انسان اتنے علمی کمال اور صنعتی ترقی کے باوجود کوئی ایسی مشینری تیار نہیں کر سکا جسکے ذریعے وہ پھلوں وغیرہ کے رس سے شہد جیسا جو ہر کشید کر سکے۔ غور طلب یہ امر ہے کہ اس چھوٹی سی مکھی کو یہ مہارت اور یہ کمال کس نے سکھایا؟ یہ باقاعدگی، نظم و نسق کی پابندی، اپنے فرائض کی ادائیگی، اپنے امیر کی اطاعت، یہ فنی نزاکتیں اور اس پیچیدہ کام کو انجام دینے میں اتنی نفاستیں یہ چیزیں اس حیوان کو کس نے تعلیم کیں۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ اے محبوب کائنات ﷺ یہ تمہارے رب کی تعلیم ہے۔ اُسی نے یہ سارے گھر یہ سارے قاعدے اور یہ طریق کار اس مکھی کو سکھایا ہے۔ اور اسکی دی ہوئی سمجھ سے وہ شہد بھی نعمت بنا کر انسان کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ اس آیت میں وحی سے مراد الہام ہے۔ یعنی وہ سمجھ جو اللہ تعالیٰ حیوانات وغیرہ کو عطا کرتا ہے جس سے وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکتے ہیں اور اپنے طبی فرائض خوش اسلوبی سے ادا کر سکتے ہیں۔ (قرطبی)

شہد میں تمہارے لئے شفا ہے۔ کسی حاذق طبیب یا ڈاکٹر سے پوچھیے وہ تمہیں بتائے گا کہ یہ ذرا سی مکھی جو لعاب تیار کرتی ہے وہ مختلف پھلوں سے جو جو ہر کشید کرتی ہے وہ کتنی لاعلاج بیماریوں کے لئے زوداثر تریاق ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں میں مختلف صحت بخش اثرات رکھ دیئے ہیں اور علاج کے طور پر کسی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے اور اسکے استعمال سے باذن اللہ شفا بھی ہوتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا لکل داء دواء فاذا يصيب دواء الداء برأ بإذن الله اور جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ علاج کرنا اور دم کرنا مباح ہے وعلى اباحة التداوى والاسترقاقاً جمہور العلماء (قرطبی)

مکھی کے اس طریقہ کار میں اور شہد کی اس صحت بخش تاثیر میں جتنا تم غور کرو گے اتنے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات تمہیں نظر آئیں گے (تفسیر ضیاء القرآن)



﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ مِ بَطُونٍ أَنهَيْكُمْ لَا تَغْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ  
وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۚ أَلَمْ يَزُوا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ  
السَّمَاءِ مَا يَتَّبِعُنَّ إِلَّا اللَّهُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (نمل ۷۸-۷۹)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں  
جانتے تھے اور تمہیں عطا کئے کان اور آنکھ اور دل تاکہ تم خدا کا شکر ادا کرو کیا انھوں نے کبھی  
پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو حکم کے پابند ہو کر فضا میں اڑ رہے ہیں بجز خدا کے انھیں کوئی  
تھامے ہوئے نہیں ہے بلکہ اس میں اہل ایمان کیلئے کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش ہے کہ اس نے تم کو انسان کی شکل میں پیدا فرمایا اور جب تم  
پیدا ہوئے تھے تو تمہاری نادانی کا یہ حال تھا کہ تم اپنی ماں کو بھی نہیں پہچان سکتے تھے جس کے  
حکم میں تم ایک عرصہ گزار کر آئے تھے۔ اسی خالق نے تمہیں ظاہری حواس کان، آنکھیں  
وغیرہ بھی بخشیں اور اسی نے تمہیں سوچنے اور سمجھنے کی استعداد بھی مرحمت فرمائی تاکہ تم اپنے  
خالق و مالک کی عنایات بے پناہ کا اعتراف کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

اپنی قدرت کی ایک اور نشانی کی طرف توجہ دلائی کہ تم بلندی کی طرف کوئی چیز کہتے ہی  
زور سے پھینکو وہ تھوڑی دور اوپر جا کر نیچے گر پڑے گی کیونکہ ہر قتل چیز مرکز زمین کی طرف  
لوٹی ہے لیکن فضا کے آسمان میں عجب پرواز پرندوں کو دیکھو یہ نیچے کیوں نہیں گر پڑتے؟  
زمین کی کشش ثقل ان کو اپنی طرف کیوں نہیں کھینچ لاتی؟ وہ کون ہے جس نے پرندوں  
کو ایسے بازو ایسے دم بخشے ہیں کہ وہ ہوا کی دسمتوں میں گھنٹوں پرکشارہتے  
ہیں کیونکہ پرندوں کے جسم کی مخصوص ساخت ان کے بازو اور پیر سب اللہ تعالیٰ کے بنائے  
ہوئے ہیں اس لئے ان کو ہوا میں معلق رکھنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی۔ جن ایمان  
والوں کے لئے پرندوں کی ہیئت ترکیبیں میں آیات و علامات تھیں وہ تو ہنگ اڑا کر ہی خوش  
ہوتے رہے اور دوسری قوموں نے اس رہنمائی سے فائدہ اٹھا کر طیارے اور معلوم نہیں کیا  
کیا بنا کر فضا کو مسخر کیا اور وہاں اپنے جہاز لے گئے۔



﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْاَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ﴾ (النحل ۸۰) اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں گھر دیے سکونت کیلئے اور تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں سے (غیمے والے) گھر بنائے جو تمہیں جگہ پرستے ہیں سفر کے دن اور منزل پر ٹھہرنے کے دن۔

ان انعامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے ہر شخص ہر وقت مستفید ہوتا ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے ان کی اہمیت کا احساس بہت کم ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آسانیاں اور سہولتیں جن کو ہم خاطر ہی میں نہیں لاتے اگر ہم سے چھین لی جائیں تو زندگی گزارنا دشوار ہو جائے۔ اس آیت میں انہیں نعمتوں کی طرف توجہ دلائی جن سے ہم ہر وقت لطف اندوز ہوتے ہیں کہ دیکھو یہ کس کی کرم گستریاں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتلادیا کہ ان سے دل نہ لگا بیٹھنا انہیں ایک دن چھوڑنا ہوگا مبادا اس دل لگانے کی وجہ سے چھوڑتے وقت تمہیں تکلیف ہو۔

تمہارے لئے بنائے ہیں جانوروں کے چمڑوں سے گھر (یعنی غیمے) جنہیں تم ہلکا بھلکا پاتے ہو اور بڑی آسانی سے سفر میں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اٰيَاتِهِ الْغَنَاءَ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيَّكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيَّكُمُ الْبَأْسَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ لَكُمْ اٰيَاتِهِ عَلٰیكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِحُوْنَ﴾ (النحل ۸۱) اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لئے سائے مہیا کئے اور پہاڑوں میں تمہارے لئے پناہ گاہیں بنائیں اور اس نے تمہارے لئے کچھ ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی کی شدت سے بچاتے ہیں اور کچھ ایسے پہناوے دیئے جو لڑائی میں تمہاری حفاظت کرتے ہیں اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل فرماتا ہے تاکہ تم اس کا حکم مانو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی انہیں انعامات کا تذکرہ فرمایا جو روزمرہ کے استعمال میں آنے والے ہیں گرمی کا موسم ہو چھلپاتی دھوپ ہو سخت گرم لو چل رہی ہو آپ کسی گھنے درخت کے خنڈے سایہ میں نہ کے آپ کو پتہ چلے کہ سایہ کتنی بڑی نعمت ہے دیواروں



کے سائے، مکانوں کے سائے، ہر چیز کا سایہ بنا کر تم پر احسان فرمایا۔ پھر پہاڑیوں کو بھی ایسا نہیں بنایا کہ سپاٹ چٹانیں ہوں اور وہاں سفر کرتے کرتے اگر بارش ہونے لگے برف کا طوفان آجائے تو تمہیں کہیں سر پھپھانے کو چگہ نہ ملے بلکہ جگہ جگہ غاریں بنادی ہیں جہاں تم آرام کر سکو یا رات گزار سکو۔ اس نعمت کی قدر و قیمت آپ ان لوگوں سے پوچھیے جن کا بسیرا کوہستانی علاقوں میں ہے یا جنہیں کبھی پہاڑی سفر کا اتفاق ہوا ہو۔

پھر مزید کرم یہ کیا کہ طرح طرح کے لباس بنائے۔ کوئی گرمیوں میں پہننے کا کوئی سردیوں میں استعمال کرنے کا اور کوئی ایسا لباس (فولادی زرہیں وغیرہ) جو زیب تن کر کے میدان جنگ میں جاتے ہو اور وہ تمہیں دشمن کے واروں سے بچاتا ہے۔ وہ کریم جو ہر حال میں تم پر اپنی نعمتوں کی بارش برسا رہا ہے جسے تمہاری ہر چھوٹی اور بڑی ضرورت کا خیال ہے جھک جاؤ اس کے حضور میں اور اس کے احکام کی اطاعت کو اپنا شعور بنا لو احسان شناسی کا یہی تقاضا ہے اور تمہیں یہی بات ذریعہ دیتی ہے۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُتَفَكَّرُونَ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافَ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوُيُوتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ﴾ (روم ۲۰-۲۲) اور یہ (بھی اس کی قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا جیسی تم انسان (اس جہانِ خاکی میں) ہر طرف پھیلے ہوئے نظر آتے ہو۔ اور یہ (بھی اس کی قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے ہی جنس سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے تاکہ تمہیں راحت و سکون ملے اور تمہارے اندر آپس میں محبت و رحمت (کی کشش) رکھی۔ بے شک اس میں (اس کی قدرت و حکمت کی) کھلی ہوئی نشانیاں ہیں غور و فکر سے کام لینے والوں کے لئے اور اس کی نشانیاں میں سے ہے آسمان و زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں (بولیوں) اور رنگت کا اختلاف بھی۔ بیشک اس میں بھی اسبابِ علم و دانش کے لئے اس کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں۔



یہاں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کبریائی اس کی قدرت اور حکمت کے دلائل کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے ان میں سے ہر دلیل اتنی مؤثر اور یقین افزا ہے کہ انسان جب اس پر غور کرتا ہے تو اس کا دل و دماغ بے ساختہ شہادت دینے لگتا ہے کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔

انسان کو مٹی سے بنایا۔ وہ مٹی محض بے جان ہے۔ دیکھنے، سننے کی صلاحیت سے محروم، عقل و فہم سے یکسر عاری۔ ایسی مٹی سے انسان کو بنایا اور اسے احسن تقویم کے شرف سے نوازا۔ چاند کی چاندنی اس کے نور جمال کے سامنے شرمندہ، سر و چمن اس کی قامت زیبا کے آگے دم بخود، مہربلب غنچوں کا تبسم اس کی مسکراہٹ پر قربان، پھولوں کی تازگی اور لطافت اس کی رعنائی و دلربائی پر نثار، غرضیکہ حسن و جمال کے سارے مظہر اس آئینہ انور الہی کے سامنے سراغ بندہ ہیں۔ اس کی عقل و فہم کی جولانیوں کے سامنے افلاک کی بلندیاں سرنگوں اور فضا کی وسعتیں سٹ کر رہ گئی ہیں۔ تم ہی بتاؤ جس رب قدوس نے اس بے جان مٹی سے ایسا شاہکار تخلیق فرمایا اس کی عظمتوں کا کیا لھکانہ (تفسیر ضیاء القرآن)

خیال رہے کہ مٹی جمادات میں داخل ہے اور انسان حیوانات میں۔ جمادات اور حیوان میں بہت فاصلہ ہے لہذا یہ پیدائش بہت عجیب ہے۔

عورت کی پیدائش مرد سے ہے یعنی حضرت حوا علیہا السلام، آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئیں، اس لئے اس طرح خطاب ہوا یعنی تم مردوں سے عورتیں بنائیں۔

مرد روزی کمانے کے لئے ہے عورت مرد کو آرام دینے کے لئے۔ عورتوں کا کمانا اور مردوں کا گھر کی خدمت کرنا فطرت کے خلاف ہے۔ اسی لئے عورتوں کو حیض و نفاس وغیرہ ایسے عوارض دئے گئے جن میں انھیں گھر میں رہنا پڑتا ہے۔

قدرتی طور پر خاوند و بیوی میں محبت ہوتی ہے اگرچہ پہلے اجنبی ہوں بلکہ نکاح سے دو خاندان اور کبھی دو ملک مل جاتے ہیں اس لئے اسے نکاح کہتے ہیں یعنی ملانے والی چیز۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو بیوی کے عزیزوں سے اور عورت کو خاوند کے عزیزوں سے محبت ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے نا اتفاقاً اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔



جانوروں میں نر و مادہ ہیں مگر ان میں وہ الفت و محبت اور معاشرت نہیں جو انسانوں میں ہے حالانکہ جناح اور اولاد جانوروں میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے کہ انسانی عقلیں اب تک معلوم نہ کر سکیں کہ مٹی اور آسمان کس چیز سے بنے ہیں۔ ایک آدم کی اولاد اور اتنی کثیر ذباہیں اور اتنے مختلف رنگ، پھر ہر زبان اپنی اپنی جگہ سچ علم و دانش اور مخزن ادب و فن، ہر رنگ پر کشش اور دل موہ لینے والا اہل علم ان امور میں غور کریں اور پھر فرمائیں کہ جس خالق نے ایک آدم سے گونا گوں اولاد پیدا فرمادی اس کی حکمت و قدرت کا کون انکار کر سکتا ہے۔

انسان کے سوا تمام جانور غذا بولی شکل میں یکساں ہیں۔ انسان ان چیزوں میں مختلف ہے۔ پھر سب کو اسلام نے یکساں بنادیا کہ سب کا کلمہ نماز رسول کعب ایک ہو گیا۔ غرض کہ انسان کو رنگ بولی شکل و صورت نے بکھیرا اور حضور ﷺ نے ایک کر دیا۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۚ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝﴾ (روم/۲۳-۲۴)  
اور رات اور دن کے حصوں میں تمہارا سونا اور (جاگنے کے بعد خدا کا فضل تلاش کرنا بھی اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ بیکل اس میں بھی ہوش و غش سے سننے والوں کیلئے حکمت خداوندی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور یہ بھی اس کی (قدرت کی) نشانیاں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی (کی چمک) دکھاتا ہے (قصص کا) خوف اور (بارش) کی امید دلاتی ہوئی اور آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ بیکل اس میں بھی اصحاب عقل و بصیرت کیلئے خدا کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں۔

یہ بھی اس کی شان رحمت ہے کہ اس نے دن کام کے لئے اور رات آرام کے لئے مخصوص فرمادی تاکہ ہر صبح انسان تازہ دم ہو کر اٹھے اور نئے نئے جوش و نشاط کے ساتھ نئے دن کا استقبال کرے۔ اس سونے اور جاگنے سے مرنا اور مرجانے کے بعد قیامت میں اٹھنا معلوم کر لیں اور اس پر ایمان لائیں۔



بکلی چمکنے پر بارش کی امید اور اس کے گرنے کا اندیشہ اور خوف ہوتا ہے لہذا یہ امید اور خوف دونوں کی جامع ہے۔ علم و عقل اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں مگر جب کہ ان سے ایمان اور ایمانیات کا پتہ لگایا جائے ورنہ یہ علم و عقل ہلاک بھی کر دیتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاضِلْهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمِهِ﴾ دیکھو اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرمایا کہ ان چیزوں سے علم والے عقل والے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انسان علم و عقل کی وجہ سے دوسری مخلوق سے افضل ہے ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَةٌ مِّنَ الْاَرْضِ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۚ وَلَہٗ مَنۢ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ کُلُّ لَہٗ قٰیْنَتُوْنَ ۚ وَہُوَ الَّذِیۡ یَبْدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَہُوَ اٰھُوْنۢ عَلَیْہٖ ۚ وَلَہٗ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ اور یہ بھی اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ زمین و آسمان اُس کے حکم سے قائم ہیں پھر جس دن وہ تمہیں زمین سے پکارے گا جیسی تم اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑو گے اور اسی کے مملوک ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سب اس کے تابع فرماں ہیں اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ بنائے گا۔ اور اسی کی سب سے برتر شان ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

آسمان کا سامانِ طاب و چوب کا محتاج نہیں۔ کرو زمین کسی نے کندھوں پر اٹھا نہیں رکھا پھر ہر چیز کیوں کرا اپنی اپنی جگہ قائم ہے اور ہزاروں لاکھوں برسوں سے قائم ہے۔ آج تک اس کی ایک چول بھی ڈھیلی نہیں ہوئی۔ آج تک کہیں اس میں شکاف پیدا نہیں ہوا۔ اس نظامِ بدیع کے مطابق عالم کی تخلیق اور پھر اس کی ہر کس کی وحدانیت اور کبریائی کی گواہ ہے۔ اس سے اشارہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان حرکت نہیں کرتے دونوں ٹھہرے ہوئے ہیں صرف تارے متحرک ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿کُلُّ فِی فَلْکَ یَسْبَحُوْنَ﴾ کیونکہ حرکت قیام کے خلاف ہے۔ جب تم مر جاؤ گے اور زمین میں دفن کر دیے جاؤ گے اور تمہیں دفن ہوئے سینکڑوں صدیاں بیت جائیں گی اور اللہ تعالیٰ جب تمہیں زمین سے باہر نکل آنے کا حکم دے گا تو تم ایک آن ویر کئے بغیر دامن جھاڑتے ہوئے نکل آؤ گے۔ اس سے دوسرے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں



کے کام اللہ تعالیٰ کے کام مانے جاتے ہیں۔ اُس وقت ہکا رنا ندا فرمانا حضرت اسرافیل علیہ السلام کا کام ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہکا رے گا۔ دوسرے یہ کہ سب زمین سے اٹھیں گے کوئی آسمان سے نہ اترے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لا کر یہاں دفن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ہر شان مخلوق کی صفات سے کہیں اعلیٰ و بالا ہے۔ مثل عظیم الشان وصف کو کہتے ہیں جیسے قدرت عامہ، حکمت عامہ اور دیگر صفات کمال اور اعلیٰ و بلند تر جس کا کوئی ہم پلہ نہ ہو۔

﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَالْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ﴾ (لقمان/ ۱۱) اور اللہ تعالیٰ نے بلند کیا آسمان کو نظر آنے والے ستونوں کے بغیر اور کھڑے کئے زمین میں پہاڑوں کے لشکر کہ کہیں وہ جمہیں لیکر ایک طرف نہ جھک جائے اور پھیلا دیئے زمین کے طول و عرض میں ہر طرح کی جاندار مخلوق اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی۔ پھر اُگائے ہم نے زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ اب مجھے یہ دکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں نے کیا پیدا کیا؟

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا فرمایا جنہیں تم دیکھ سکو۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا فرمایا ہے اور تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ آسمان ستونوں کے بغیر قائم ہے۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کے لئے ایسے ستون نہیں بنائے جو جمہیں نظر آئیں، ہو سکتا ہے کہ وہاں ستون ہوں لیکن غیر مرئی ہوں جنہیں تم آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں قول لکھنے کے بعد فرماتے ہیں فہی قدرة الله و ارادة یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ ہے جن کے سہارے یہ عالم افلاک اپنے ان گنت روشن



ستاروں، ٹکراؤں و سحوتوں اور بلند یوں کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ سائنس کی جدید اصطلاح میں آپ اسے جذب و کشش کا قانون کہہ لیں یا کلیہ اس کی کوئی اور توجیہ پیش کریں۔ بہر حال یہ نظام شمس اپنی عظمت اور وسیع گہیرائی کی قدرت کا مظہر اور اس کے ارادے کا ظہور ہے۔ آسمان کا یہ رفیع اور وسیع گنبد جسے تھامنے کے لئے کوئی ستون اور سہارے نظر نہیں آتے، یہ کشادہ زمین اور اس میں گڑے ہوئے فلک یوں پہاڑ، یہ گونا گوں جانور، مناسب اوقات پر بارش کا برسا، رنگارنگ فصلوں، سبز یوں، درختوں کا آگن، پھلنا پھولنا اور ان کے علاوہ جو کچھ تمہیں نظر آ رہا ہے اسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تخلیق فرمایا ہے اور تم بھی اس کے انکار کی جرات نہیں کر سکتے۔ اب یہ بتاؤ جن جھوٹے خداؤں کی پوجا پاٹ میں تم روز و شب مشغول رہتے ہو اور انھیں اپنا خدا یقین کرتے ہو، انھوں نے آخر اپنی قدرت اور حکمت کا کونسا کمال دکھایا ہے کہ تم ان کو بھی خدا ماننے لگو ہو۔ شرک کے بطلان کی یہ کتنی زبردست اور عام فہم دلیل ہے۔

﴿اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَنَسُطُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَنَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (روم/ ۴۸) اللہ وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہادل کو ابھارتی ہیں پھر اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ پھر اسے ٹکرے ٹکرے کر کے (تہہ بہ تہہ جما دیتا ہے) اب تو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے میہد برس رہا ہے۔ پھر جب اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہتا ہے تو وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں۔ ایسی ہوا بھیجتا ہے جو ہادل کو اٹھا کر لاتی ہے اور سارا آسمان اس سے ڈھک جاتا ہے۔

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ مِّمَّ بَعْدَ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ مِّمَّ بَعْدَ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾ (روم/ ۵۳) وہی اللہ ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا کیا پھر ناتوانی کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر قوت کے بعد تمہیں کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ بناتا ہے جیسا چاہتا ہے اور وہی علم اور قدرت والا ہے۔



اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کاملہ کی ایک اور دلیل پیش کی جا رہی ہے یعنی اگر تمہاری نگاہ کائنات کی دوسری اشیاء تک نہیں پہنچ سکتی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے دیگر دلائل و شواہد سے تم استفادہ کرنے سے قاصر ہو تو کم از کم اپنی ذات پر ہی نگاہ ڈالو۔ جب تم پیدا ہوئے تمہاری باتوانی اور بے بسی کی کیا کیفیت تھی پھر رفتہ رفتہ تم جوان ہوئے پھر قویٰ میں کمزوری اور بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے یہاں تک کہ تم اپنا مقررہ وقت ختم کرنے کے بعد موت کی آغوش میں جا پہنچے۔ زندگی کے اس مختصر عرصہ میں جن گونا گوں حالات سے تمہیں دوچار ہونا پڑا قدم قدم پر جو حیرت انگیز تبدیلیاں تمہارے اعضاء اور ذہنی قوتوں میں رونما ہوئیں ان کا اگر تم نظر غائر سے مطالعہ کیا ہوتا تو تم بھی اپنے رب کی نافرمانی نہ کرتے بلکہ صدق دل سے اس کی عظمت اور کبریائی کے سامنے سر نیا زخم کر دیتے اور شرح صدر سے پورے یقین کے ساتھ یہ اعلان کرتے کہ میرا پروردگار جس طرح چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے نہ اس کے علم سے کوئی چیز مخفی ہے اور نہ اس کی قدرت کے سامنے کوئی چیز ناممکن ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۚ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (مومن/۸۰) اور وہی اللہ ہے جس نے تمہیں زمین میں ہر طرف پھیلا دیا۔ اور ایک دن اسی کی طرف تمہیں اٹھاتا ہے۔ اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اور اسی کے لئے ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں۔ تو کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے کہ ان نشانیوں سے خدا کو پہچانو۔

اپنی قدرت و حکمت کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے احسانات و انعامات کی طرف بھی ہماری توجہ مبذول کروائی جا رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے حیران کن مناظر جو تمہیں نظر آ رہے ہیں کبھی صبح ہو رہی ہے کبھی شام ہو رہی ہے کبھی سورج طلوع ہو رہا ہے کبھی غروب ہو رہا ہے وغیرہ وغیرہ ان میں یہ حکمت ہے کہ تمہاری بقا نشوونما اور آرام و آسائش کے تمام وسائل بڑی فیاضی سے مہیا کر دیے جائیں۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۚ إِنَّ يَسَاءَ يَسْكِنِ الرِّيحُ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۚ أَوْ يُوقِنَنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْلَمُ



عَنْ كَثِيرٍ (بخاری/۳۲-۳۳) اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں پہاڑوں کی طرح چلنے والے جہاز۔ وہ اگر چاہے تو ہوا روک دے (اور باد بانوں کے سہارے چلنے والی کشتیاں) سمندر کی سطح پر ٹھہری رہ جائیں۔ بیشک اس میں قدرت خداوندی کی عظیم نشانیاں ہیں ہر صابر و شاکر کے لئے۔ یا (وہ جہاز جو باد بانوں کے سہارے نہیں چلتے) انہیں تباہ کر دے (جہاز والوں کی) شامت اعمال کی وجہ سے۔ اور عام طور پر وہ درگزر فرماتا ہے بہت ہی خطاؤں سے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور رحمت بے پایاں کی ایک اور دلیل پیش فرماتا ہے کہ اے اہل مکہ تم تجارت پیشہ ہو۔ آئے روز تم بحر و بر میں سفر کرتے رہتے ہو یہ بتاؤ کہ وہ باد بانی جہاز جو پہاڑوں کی طرح بلند و بالا اور محلوں کی طرح آرام دہ ہوتے ہیں اور روزنی سامان اٹھائے پانی کی سطح پر تیرتے جاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہواؤں کو چلنے سے روک دے تو تم کس طرح ان بھاری بھر کم جہازوں کو گھسیٹ کر منزل مقصود تک پہنچاؤ گے یا ان نرم نرم ہواؤں کے بجائے جن کے بل پر تمہارے جہاز غراماں غراماں ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں اگر عید و تیز طوفان بھیج کر تمہارے کشتیوں کے باعث تمہیں غرق کر دے تو تم کیا کر سکتے ہو۔ اتنے بے بس اور ضعیف ہو کر تم رب العالمین سے اکڑ رہے ہو۔ اپنی حقیقت کو پہچانو اور ان سرکشیوں سے باز آ جاؤ۔ (تفسیر فی القرآن)

اس زمانے میں کشتیوں کی روانی موافق ہوا سے ہوتی تھی۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر ہم ہوا موافق نہ چلائیں تو تم کیسے منزل مقصود تک پہنچو یا اگر ہم مخالف ہوا چلا دیں تو تم کیسے پار لگو لہذا اس کا شکر ادا کرو۔

ہلاکت کی دو صورتیں ہیں یا تو ہواؤں کا چلنا ہمیشہ کے لئے موقوف کر دیا جائے یہاں تک کہ جہاز وسط سمندر میں کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سخت طوفان آجائیں اور جہازوں کو الٹ کر رکھ دیں۔ سمندر میں اٹھنے والے طوفانوں کی قہرمانیوں کے سامنے جہازوں کی حیثیت جھکے سے بھی زیادہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اسی کے کرم



کے طفیل ایٹمی توانائی سے چلنے والے جہاز بھی سلامتی سے منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔

سمندر اُن کے جہاز اُن کے ہوائیں اُن کی ٹھنائیں اُن کی

گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر، گرہ ہے تقدیر کا بہانہ

وہ مخلص مومن جو مصیبتوں میں صبر اور راحتوں میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں وہ ان

کشتیوں سے پھل لگاتے ہیں کہ زندگی کی کشتی دنیا کے دریا سے جب ہی بھیریت پار لگ سکتی

ہے جب فضل و کرم کی ہوا چلتی رہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ نصف ایمان صبر ہے اور

نصف شکر۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ﴾ 'إِنَّا صَبَّيْنَا الْمَاءَ صَبًّا' ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعَيْنَبًا وَقَضْبًا وَرَزَقْنَاهَا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً

وَأَبًّا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾ (عن/۲۴-۳۲) آدمی کو چاہیے کہ اپنی غذا پر غور کرے

(کہ وہ کتنے مرحلوں سے گزرنے کے بعد اُس تک پہنچتی ہے) تو (سب سے پہلے ہم نے

سوکھی ہوئی زمین) پر پانی برسایا۔ پھر (دانے کے نشوونما کے لئے) ہم نے زمین کا سینہ شق

کیا۔ تو اس میں سے ہم نے اناج اُگائے۔ اور انگور اور چارہ بھی اور زیتون اور کھجور بھی۔

اور گھنے باغیچے بھی اور میوے اور روپ گھاس بھی۔ (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے

مویلیوں کے فائدے کے لئے ہے۔

احوال معاش کا ذکر ہو رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور بے شمار

نوازشات کے جو جلوے دکھ رہے ہیں ان کی طرف انسان کو توجہ کیا جا رہا ہے یعنی تم اپنے

دستر خوان پر بچھے ہوئے رنگ برنگ گھانوں کو ہڑپ کر جاتے ہو اور یہ نہیں سوچتے کہ اللہ

تعالیٰ نے کس طرح ان کو پیدا کیا ہے۔ بارش برہتی ہے بیج زمین کا سینہ شق کرتے ہوئے

نازک نازک بالیوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں پھر وہ اُگتے ہیں۔ نشوونما پاتے ہیں

کسی کمیت میں تمہارے لئے اناج کے ذخیرے تیار کئے جا رہے ہیں کہیں انگوروں کی بلیں

زمین پر مل کھاتی نشوونما پا رہے ہیں کہیں تمہارے جانوروں کے لئے چارہ اُگ رہا ہے۔



زچون اور کھجور کے درخت کہیں بہار دکھا رہے ہیں، کہیں شاداب اور گھنے باغات ہیں جن کے درختوں کی ٹہنیاں رنگارنگ پھولوں اور پھلوں سے لدی ہیں، کہیں گھاس اُگ رہی ہے جو تمہارے جانوروں کے کام آتی ہے۔ اس طرح ہم نے اپنی رحمت و قدرت سے تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے سامانِ زیست فراہم کر دیا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِيَنَاسُوا وَالنَّوْمَ سُباتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نَشُورًا ۚ وَهُوَ الَّذِي اَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا يَنْفِثُ بِذِي رَحْمَتِهِ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾  
(فرقان/ ۴۸) اور وہی اللہ ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند کو راحت و سکون کا ذریعہ۔ اور دن کو بنایا اٹھنے اور چلنے پھرنے کے لئے۔ اور وہی ہے جس نے ٹھنڈی ہوائیں بھیجیں اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے مڑوہ سناتی ہوئی۔ اور ہم نے آسمان سے اتارا پاک کر دیا پانی۔

آٹھ پہروں کو رات دن میں تقسیم کرنے کے جو فوائد ہیں ان کا ذکر کر کے ان لوگوں کو احسانِ عظیم پر شکر بجالانے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی عظیم احسان ہے کہ وہ ظاہری قسط سالی کو رحمت کی بارش برسا کر دور کرتا ہے اور جہاں خاک اُڑتی ہے وہاں چند دنوں بعد شاداب گھیت لہلہاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔  
﴿هُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا يَمْحٌ اَجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَجِزًّا مَّخْجُورًا﴾ (الفرقان/ ۵۳) اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے ملا دیا ہے دو دریاؤں کو یہ (ایک) بہت شیریں ہے اور یہ (دوسرا) سخت کھاری اور بنادی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کے درمیان آڑ اور مضبوط رکاوٹ۔

قدرتِ خداوندی کے ایک اور حیران کن کرشمے کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ پانی دو قسم کے ہیں۔ مٹھے خوش ذائقہ اور صحیح و نمکین۔ لیکن ہر پانی اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ ان کو الگ الگ رکھنے کے لئے قدرت نے رکاوٹیں قائم کر دی ہیں تاکہ یہ باہم مل نہ سکیں۔ یہ رکاوٹیں کبھی تو اتنی لطیف اور غیر محسوس ہوتی ہیں کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات



دیکھا گیا ہے کہ ایک جگہ ٹکا لگا یا تو پانی بیٹھا نکلا۔ پھر چند فٹ کے فاصلہ پر دوسرا ٹکا لگا یا گیا تو پانی کھارا نکلا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیوار کے اندر والا پانی بیٹھا اور باہر والا کھاری۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن یہ بات ہے کہ سمندر میں جب مڑ ہوتا ہے تو سمندر کا آب شور دُر تک خشکی کے دریاؤں ندی نالوں میں داخل ہو جاتا ہے لیکن بائیں ہمہ وہ اُن کے بیٹھے پانی کے ساتھ مخلط نہیں ہوتا اور جزیر کے وقت وہی آب شور واپس ہو جاتا ہے اور ان دریاؤں کا بیٹھا پانی حسب سابق رواں رہتا ہے اور اس کے ذائقہ میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں تک اس کا پانی سمندر میں جوں کا توں چلا جاتا ہے نہ اس کی رنگت بدلتی ہے اور نہ اس کا ذائقہ تبدیل ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ کھارے کڑوے سمندر کے وسط میں پانی کے ایسے ذخیرے دریافت ہوئے ہیں جن کا پانی بالکل بیٹھا ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابی الیمان اندلسی لکھتے ہیں وترى المياه قطعاً فى وسط البحر المالح فيقولون هذا ماء تلج فيسقون منه من وسط البحر (بحر محیط)

غور فرمائیے وہ کس کی طاقت ہے جو زیر زمین بیٹھے پانی کے ذخیروں کو کڑوے پانی سے الگ رکھتی ہے۔ جو حالت مڑ میں سمندر کے کڑوے پانی کی موجوں کو بیٹھے پانی پر چڑھ آنے کے باوجود ملے نہیں دیتی۔ وہ کس کی صفت ہے جس نے سمندروں میں بیٹھے پانی کے چشمے جاری کر دیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کی حکمت کے کرشمے آپ کو جگہ جگہ اس کی عظمت و کبریائی کی شہادت دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔

اس آیت کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ بیٹھے پانی سے مراد حق ہے اور کڑوے کھارے پانی سے مراد باطل ہے۔ باطل اپنی ساری کثرت اور شوکت کے باوجود حق کو مٹا نہیں سکتا۔ گمراہی کے گھپ اندھیروں میں بھی ہدایت کے چراغ ضرور فروزاں رہیں گے۔ ان طوفانوں اور اندھیروں کے باوجود حق کا علم لہر اتا ہی رہے گا۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ۚ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنۢ أَرَادَ أَنۡ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾ (فرقان/۶۲)



بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں بروج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا ہوا چاند۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی اولی ہدلی رکھی۔ (قدرت خداوندی کی یہ نشانی) اس کے لئے ہے جو غور و فکر سے کام لے اور خدا کی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہے۔  
قدرت کا یہ شاہکار فقط ان لوگوں کے لئے ہی مفید ہے جو حق قبول کرنا چاہتے ہوں اور اس کی طلب کا جذبہ رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر شکر یہ ادا کرنے کے خواہشمند ہوں۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَّتْ سَائِغٌ شَرْبُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أجاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفَلَكَ فِيهِ مَوَاجِدٌ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (فاطر/۱۳) اور دو سمندر یکساں نہیں ہیں۔ یہ میٹھا ہے خوب میٹھا پانی خوشگوار۔ اور دوسرا نمکین ہے سخت کڑوا۔ اور دونوں میں سے تم کھاتے ہو تازہ گوشت اور نکالتے ہو زینت کا سامان جسے تم پہنتے ہو۔ اور تو سمندر میں کشتیوں کو دیکھے گا کہ وہ پانی کو چرتی ہوئی چلی جا رہی ہیں۔ تاکہ سفر کے ذریعہ تم خدا کا رزق تلاش کرو تا کہ نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرو۔

عام طور پر بحر کا اطلاق سمندر پر ہوتا ہے لیکن میٹھے پانی کے وسیع ذخیرہ کو بھی اہل عرب بحر کہتے ہیں۔ البحران کا معنی دو سمندر یا دو دریا کیا گیا ہے۔ سمندر سارے کھارے ہیں کوئی میٹھا نہیں اور دریاؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے کھارے نہیں ہوتا۔

دریاؤں کے میٹھے پانی اور سمندر کے نمکین پانی کے باوجود وہاں مچھلیوں کا تازہ گوشت تمہارے کھانے کے لئے دستیاب ہوتا ہے۔ طویل سمندری سفر میں اگر خوراک کے ذخائر ختم بھی ہو جائیں تو مچھلی کے گوشت پر انسان گزارا وقت کر سکتا ہے پھر اس کی قدرت کا کرم ملاحظہ ہو ایسا نہیں کہ دریاؤں کی مچھلیوں کا گوشت لذیذ اور کھانے کے قابل ہو اور کھاری سمندروں کی مچھلیوں کا گوشت نمکین اور کھارا ہو۔ اگرچہ جس پانی میں وہ پیدا ہوئیں خوراک کھاتی رہیں وہ تو کڑوا اور کھارا ہے چکھا نہیں جاسکتا۔ لیکن اس کی مچھلیوں میں نہ سمندر کی بدبو ہے اور نہ وہ ناپسندیدہ ذائقہ۔ اس خالق کی قدرت کا اس سے زیادہ روشن ثبوت کوئی اور بھی نہیں درکار ہے۔



اس کا مزید کرم ملاحظہ ہو کہ اسی سمندر میں تمہیں موتی، جواہرات اور مرجان ملیں گے جن کو زیوروں کی طرح پہن کر تم اپنی زیب و زینت کو چار چاند لگا سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت کا سلسلہ بس یہیں ختم نہیں ہو جاتا، تم ان کشتیوں، ان بھاری بھر کم سمندری جہازوں کو دیکھو اپنی پشتوں پر ہزاروں مسافروں کو اٹھائے ہزاروں لاکھوں من سامان سے لدے سمندر کی موجوں کو چیرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں تاکہ تم اپنے ملک سے دوسرے ملکوں میں جا کر علم اور ہنر سیکھو اپنا سامان تجارت لے جا کر وہاں کی منڈیوں میں فروخت کرو۔ وہاں کے نوادرات اور ضروریات کی مصنوعات خریدو اور انہیں اپنے وطن میں لا کر بیچو اور ایک سفر سے دو ہر نفع کھاؤ۔ ان تمام امور کو قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کا فضل کہا ہے۔

اور یہ سب نوادرات اس لئے ہیں تاکہ تم ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو اور اپنے منعم حقیقی کا شکر بجالاؤ یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو اس کے رسول مکرم پر ایمان لاؤ اس کے تمام اوامروں و انہی کی سختی سے پابندی کرو تاکہ تم پر مزید لطف و کرم کی بارش کی جائے۔

﴿يُولِجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾ (طہ/۱۳) وہ بھی داخل کرتا ہے رات کو دن کے حصے میں (جیسے موسم گرما کے لمبے دن) اور سورج اور چاند کو حکم کا پابند کر دیا کہ ان میں سے ہر ایک گردش میں ہے مقررہ میعاد تک۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کی ہے ساری بادشاہی۔

سال بھر موسم بھی ایک سا نہیں ہوتا اور دن رات بھی گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں ورنہ تم اس یکسانیت سے اکتا جاتے۔ نیز طرح طرح کی ہزیاں گرمی اور سردی کے پھل ان سے بھی تم محروم ہو جاتے۔ اس لئے اپنی قدرت کاملہ سے اس نے یہ انتظام فرما دیا ہے کہ مناسب وقفوں کے بعد موسم بدلتے رہیں۔ گرمی کے بعد سردی، خزاں کے بعد بہار کی آمد کا تسلسل قائم رہے۔ دن اور راتیں غلطی بڑھتی رہیں تاکہ اس کی قدرت کے مختلف شئون ظہور پذیر ہوتے رہیں۔ اس نے سورج اور چاند کے لئے بھی ایک نظام الاوقات مقرر کر دیا ہے وہ اسی کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔



جو اتنی قدرتوں کا مالک 'جو اتنی حکمتوں والا اور پیہم لطف و احسان فرمانے والا ہے وہ ہے تمہارا خدا جو تمہارا رب ہے جو تمہیں ضعف سے قوت کی طرف، نقص سے کمال کی طرف، جہالت سے علم کی طرف تدریجاً لئے جا رہا ہے۔ سارا ملک اسی کا ہے۔ سب جہانوں میں اسی کی حکمرانی ہے۔

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کی معرکہ الاراء تصانیف  
اسلام کا نظریہ الہ اور مودودی صاحب : دین اور اقامت دین  
اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب

جماعت اسلامی کے بانی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے ایک کتاب 'قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں' تالیف کی ہے جس میں الہ، رب، عبادت اور دین کو قرآن کی بنیادی اصطلاحیں قرار دیتے ہوئے ان کا ایک اور نیا مفہوم پیش فرمایا ہے۔ تفسیر ہارائے کی بنیادی غلطی کرتے ہوئے مودودی صاحب نے تحریف قرآنی کے شبہی عقیدہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ حضور شیخ الاسلام کے متعدد چار کتابوں کے اندر پیش کردہ اعلیٰ معیار تحقیق، شرح و توضیح کا اچھوتا اور دل پذیر انداز اور مطہر کردینے والے طریق استدلال سے جہاں حضرت مصطفیٰ کے تجرطم اسلامی علوم کے مختلف شعبوں پر وسیع و دقیق نظر اور سلف سے کامل طور پر علمی و اعتقادی وابستگی کا پتہ چلتا ہے وہیں مودودی صاحب کی اصل حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین پر بے محابا تنقید کرنے والا انسان خود علمی اعتبار سے کتنا کوتاہ قد ہے۔

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
رسول اکرم ﷺ کے تشریحی اختیارات	۱۸/	محبت رسول شرط ایمان	۲۰/
اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب	۳۵/	محبت اہلبیت رسول ﷺ	۲۰/
اسلام کا تصور الہ اور مودودی صاحب	۲۰/	انبیاء الہی ﷺ	۲۰/
دین اور اقامت دین	۵۵/	حقیقت نور محمدی ﷺ	۲۰/
محبت رسول روح ایمان	۲۰/	فضیلت رسول ﷺ	۲۰/
امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ	۱۰/	رحمت عالم ﷺ	۱۵/



## قرآن کا مشرکین کو چیلنج

قرآن حکیم نے مشرکین کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَزُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ وَ مِن دُونِهِ﴾ (القصص/ ۱۱) یہ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی بھی کوئی تخلیق ہو تو مجھے دکھاؤ۔

قرآن کا یہ چیلنج اتنا قاہر اور منسکت ہے کہ اس کے آگے سارے جھوٹے خداؤں کی قلعی کھل جاتی ہے۔ دنیا میں جھوٹی خدائی کے ایک سے ایک دعویدار پیدا ہوئے لیکن یہ دعویٰ کرنے کی ہمت کسی میں نہ ہوئی کہ زمین ہم نے بنائی آسمان ہم نے پیدا کیا چاند اور سورج کے خالق ہم ہیں۔ یہ سارا کارخانہ ہستی ہم چلا رہے ہیں۔ خدائی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں سے یہ جھوٹ اس لئے نہیں بولا گیا کہ یہاں کچھ کر کے دکھانے کا سوال تھا۔ نمرود کے سامنے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی بات رکھی تھی کہ میرا خدا پورپ (مشرق) سے سورج کو نکالتا ہے۔ تو اگر اپنی خدائی کے دعویٰ میں سچا ہے تو اسے مغرب (مچھم) سے نکال دے۔ قرآن فرماتا ہے کہ ﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ یہ بات سن کر کافر کے ہوش اڑ گئے اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اس دلیل کا کوئی جواب اس لئے اُس سے نہیں بن سکا کہ منہ سے خدائی کا دعویٰ کر دینا تو آسان ہے لیکن خدائی کا کام انجام دینا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔

﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَبَّ آيَاتٍ ذَاتِ بَهْجَةٍ ۖ فَلَا تُكَلِّمُنَّ الَّذِينَ اسْتَبَعَوْا إِلَٰهَهُم مَّعَ اللَّهِ﴾ (نمل/ ۶۰) (عبادت کے لائق یہ بہت ہیں) یاد رہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور اس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی اتارا۔ پھر اس سے ہم نے خوشنما باغ اُگائے۔ تمہاری بے طاقتی تھی کہ تم باغ کے پھل اُگاتے۔ کیا اللہ کے سوا اور کوئی خدا ہے؟ (ہرگز نہیں)

یہاں سے بہت پرستوں اور مشرکوں سے بچ چھا جا رہا ہے کہ جن خداؤں کی تم پرستش کرتے ہو



آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خالق اللہ ہے۔ ہر قسم کے انعامات و احسانات کا سرچشمہ فقط اسی کی ذات والا صفات ہے تو پھر کسی اور کو خدا کیوں بنایا جائے۔ چنانچہ کائنات کی مختلف چیزوں کو مشرکین کے سامنے یکے بعد دیگرے پیش کیا جا رہا ہے اور اُن سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا ان کی تخلیق ان کی ترقی اور ان کی نشوونما میں کسی اور کا بھی کوئی حصہ ہے تاکہ اُسے خدا بنایا جائے اور اُسے پوچھا جائے۔ پہلا سوال اُن سے یہ کیا گیا کہ یہ آسمان اور زمین کس نے پیدا فرمائے۔ پھر یہ بتاؤ آسمان سے پانی کون برساتا ہے؟ تمہارے دائیں بائیں یہ خوش منظر باغات جو لہلہا رہے ہیں کس نے اگائے ہیں؟ تم میں تو اتنی طاقت بھی نہیں کہ تم از خود ایک پودا بھی اگاسکو۔

اے بتوں کو پوچھتے والو۔ بتاؤ کیا آسمان زمین کی تخلیق یا ان باغات کی آفرینش میں کوئی اور خدا بھی شریک ہے۔ اگر تم بھی مانتے ہو کہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کیوں نہیں کرتے؟

یہ کافر بھی عجیب و غریب مخلوق ہیں۔ اتنے واضح دلائل کے باوجود اللہ تعالیٰ سے روگردان ہیں یا ان بتوں کو اس کا ہمسرہ سمجھتے ہیں (روح المعانی)

﴿اِنَّهُمْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلْفَهَا اَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَواسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ اِلٰهُ مَعَ اللّٰهِ﴾ (نمل/ ۶۱) (عبادت کے لائق یہ بت ہیں) یا وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو رہائش کے قابل بنایا۔ اور اس کے درمیان نہریں نکالیں۔ اور (اس کا توازن برقرار رکھنے کے لئے) اس میں (پہاڑوں کے) نظر کھڑے کئے۔ اور دو سمندروں کے درمیان (نظر نہ آنے والی) ایک دیوار حائل کی (کہ ایک کا رنگ دوسرے کے ساتھ نہ مل سکے) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے؟ (ہرگز نہیں)

قرار کا معنی ہے مستقر یعنی پھرنے کی جگہ جہاں تم آباد ہو اور اپنی زندگی خوشی و آرام سے بسر کر رہے ہو۔ قرار کے ایک لفظ میں آپ جتنا غور کریں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی شان ربوبیت کے ان گنت کرشمے آپ کو یہاں سمئے ہوئے نظر آئیں گے۔ انسانی زندگی کی بقا اور نشوونما کے لئے زمین میں کن خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے؟ کون کون سی



ایسی چیزیں ہیں جو اگر موجود نہ ہوں تو انسانی زندگی ان رعنائیوں اور مسرتوں سے بیکسر خالی ہوں جس سے اب اس کا دامن معمور ہے کون کون ہی ایسی چیزیں ہیں کہ اگر ان کا سراغ نہ لگایا جائے تو ایجاد و اختراع کی بے پناہ قوتیں جو اس کی فطرت میں مضمر ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بیکار پڑی رہیں۔ ان تمام وسائل اور اسباب کی بہم رسانی کے بعد ہی انسانی زندگی کو بقاء اور نشوونما نصیب ہو سکتی ہے۔ غرض کہ قرار کے لفظ میں آپ جتنا غور کرتے چلے جائیں گے معارف و معانی کا ایک لامتناہی سلسلہ آپ کے سامنے بے نقاب ہوتا چلا جائے گا۔

اس کو تمہاری قرار گاہ بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر طرف پانی کی بہم رسانی کے لئے ندیاں رواں کر دی ہیں۔ کچھ ٹھہری سطح پر دریاؤں، چشموں کی شکل میں تمہیں نظر آتی ہیں اور کچھ زیر زمین ہیں جن سے تم کوئیں کھود کر ٹیوب ویل لگا کر اور دوسرے مختلف طریقوں سے پانی نکالتے ہو۔ ہموار میدان ہوں یا اونچے پہاڑ ہر جگہ ہم نے تمہارے لئے پانی کا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے۔ ذرا غور کرو جہاں پانی نایاب ہے یا اس کی سطح کو ہم نے اتنا گہرا کر دیا ہے جہاں تک اس مشینی دور میں بھی تمہاری رسائی نہیں ہوئی وہاں تم کوئی بستی آباد کر کے کوئی باغ لگا کر یا کوئی فصل کاشت کر کے دکھاؤ تو کوئی بات بھی ہو۔

کرۂ زمین محیط ہوا میں معلق ہے۔ اگر ہم اس کو پہاڑوں کے نظروں سے ایک حالت پر قرار نہ بخشے تو یہاں آبادی کا امکان تک نہ ہوتا۔ ہر وقت اسی قسم کے خوفناک جھٹکے آتے رہتے جن کا مشاہدہ تم گاہے گاہے زلزلہ کی شکل میں کرتے ہو جن کی وجہ سے آن واحد میں تمہاری فلک بوس عمارتیں اور گنجان آبادیاں بے ہودہ خاک ہو جاتی ہیں۔ دریاؤں کے رخ بدل جاتے ہیں زمین کے شکم سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں ہم نے اپنی قدرت و حکمت سے پہاڑوں کے کیل گاڑ کر اس کا توازن ایسا برقرار رکھا ہے کہ وہ اپنی طبعی حرکت سے متحرک ہونے کے باوجود تمہارے لئے کسی اضطراب کا باعث نہیں بنتی۔

پھر بیٹھے اور کھارے پانی کو باہم ملنے سے ہم نے روکا ہوا ہے اور بسا اوقات یہ رکاوٹیں اتنی لطیف اور غیر محسوس ہوتی ہیں کہ تم ان کا انکشاف بھی نہیں کر سکتے لیکن اتنی لطافت کے باوجود وہ اتنی پختہ اور مضبوط ہوتی ہیں کہ کیا مجال کہ دونوں پانی آپس میں خلط ملط ہو سکیں۔



اب بتاؤ یہ سب کچھ کس کی قدرت، حکمت اور علم کی جلوہ نمائی ہے۔ کیا کوئی اور خدا ہے جس کو تم شریک کا ربتا سکو؟ جب نہیں اور رہتا نہیں تو پھر تم کسی کو الہ اور معبود کیوں بناتے ہو؟ کیا اس سے بڑی حماقت کوئی اور بھی ہو سکتی ہے؟

﴿إِنَّمَن يُجِيبُ الْمُضْطَرُّ إِذَا دَعَاہُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُ لَكُم خُلَفَاءَ ۖ الْأَرْضِ ۖ إِلَہَ مَعَ إِلَہِ﴾ (نمل/۶۲) (عبادت کے لائق یہ بت ہیں) یا وہ ہے جو مقررہ ولاچارگی فریاد مستنا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے۔ اور تمہیں زمین کا وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے؟ (ہرگز نہیں)

مضطر اس مصیبت زدہ کو کہتے ہیں جسے مصائب اور شدائد نے اتنا گھیرا دیا ہو کہ وہ ہر طرف سے مدموز کر صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے پر مجبور ہو جائے (قرطبی)

سہل بن عبد اللہ سے اس کا ایک یہ مضموم بھی مذکور ہے کہ وہ گہنگار جس کی ساری عمر گناہوں میں گزری اس کا نام اعمال نیکیوں اور طاعتوں سے یکسر خالی ہو اور جب وہ دعا کے لئے بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھائے تو اسے کوئی نیکی نظر نہ آئے جس کے وسیلہ سے وہ دعا کر سکے اس کا بھروسہ محض اللہ تعالیٰ کی شان رحمت پر ہو (قرطبی)

کفار سے اب ایک اور بات پوچھی جا رہی ہے جس کا تعلق کسی بیرونی چیز کے ساتھ نہیں جس کو وہ ٹھیک طور پر سمجھ نہ سکتے ہوں بلکہ اس کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہے اور جس کو وہ خوب سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی ذی چاہ و ذی مال ہو اس پر زندگی میں کوئی نہ کوئی اقتدار ایسی پڑتی ہے جب اس کی ذاتی قابلیتیں ذاتی وسائل اس کے دوست احباب سب بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس وقت اس کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھتی ہے اور وہ یقین کرتا ہے کہ اب اس کی چارہ سازی کے بغیر نجات ناممکن ہے کیونکہ اس قسم کے حالات سے ہر شاہ و گدا، ہر امیر و فقیر، ہر عالم و جاہل کو واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے ان سے سوال کیا جا رہا ہے کہ اس وقت تو تم بھی اعتراف کرتے ہو کہ تمہارے بت یہ معبودان باطل تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہے جو طوفانوں میں گھری ہوئی تمہاری کشتی کو



سلامتی سے کنارے لگا دے۔ تو پھر تم کیوں نصیحت قبول نہیں کرتے اور کیوں اس کی توحید پر پختہ ایمان نہیں لاتے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے غلاموں کو حالت اضطراب میں جس طرح اپنے مولا کریم کے سامنے دعا کرنے کا سبق دیا ہے وہ تحریر ہے تاکہ سب غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والکرام اس سے استفادہ کر سکیں۔

اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِي إِلَىٰ نَفْسِي طَرَفَةً عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ (قرطبی) اے اللہ! میں صرف تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ مجھے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر۔ میرے کام درست فرما دے۔ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔

﴿أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِى ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُزِيلُ الرِّيحَ بُشْرًا مَّ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ إِنَّ إِلَهَ مَعَ اللَّهِ﴾ (زل/۶۳) (عبادت کے قابل یہ بت ہیں) یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے۔ اور اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے ہواؤں کو بھیجتا ہے (بارش) کی خوشخبری دیتی ہوئی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ (ہرگز نہیں)

ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ جب رات کی تاریکیوں میں تم سڑ کر رہے ہوتے ہو اس وقت منزل مقصود کا پتہ تمہیں کون دیتا ہے۔ اسی کے روشن کئے ہوئے ستاروں کو دیکھ کر تم اپنا راستہ دریافت کرتے ہو اگر دن کے وقت جب کہ سورج کی روشنی ہر سو پھیلتی ہوئی ہوتی ہے یا رات کے وقت جب ستارے چمک رہے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے گا تو کوئی اور خدا ہے جو اس وقت تمہاری دھیکری کے لئے آگے بڑھے اور تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا دے۔ ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ایک اور مہربانی پر غور کرو جب بارش ہوتی ہے تو اچانک ہی شروع نہیں ہو جاتی بلکہ اس سے پہلے غنڈی ہوا کے جھوکے آنے شروع ہوتے ہیں جس سے نہ صرف تمہاری آنکھیں ہوئی طبیعت اور افسردہ مزاج ٹھنکتے ہو جاتا ہے بلکہ بارش سے پہلے جو احتیاطی



تدبیر تم اختیار کرنا چاہتے ہو اس کے لئے تمہیں کافی موقع مل جاتا ہے تو تم ایسے رحیم اور کریم کو چھوڑ کر کیوں دوسری چیزوں کو اپنا خدا بناتے ہو۔ کچھ تو سوچو، عقل سے کچھ تو کام لو۔  
 ﴿أَمْ يَتَّبِعُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ إِلَهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ﴾  
 (نمل/۶۴) (عبادت کے قابل یہ بت ہیں) یا وہ ہے جو خلق کی ابتداء کرتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائیگا۔ اور جو آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (ہرگز نہیں)

اللہ تعالیٰ کو وہ خالق تو مانتے تھے لیکن اعادہ حیات (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے) اور وقوع قیامت کے وہ قائل نہ تھے انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ جب وہ پیدا کر سکتا ہے جو بہت پیچیدہ اور مشکل کام ہے تو وہ اعادہ کیوں نہیں کر سکتا جو پہلے کام سے بدرجہا آسان ہے۔  
 اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال اور صفات کمال میں یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو پھر کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا کتنی بڑی حماقت ہے۔ آخر میں فرما دیا کہ یہ روشن حقیقتیں جو تمہارے سامنے پیش کی گئی ہیں اگر تمہارے پاس ان کے خلاف یا ان میں سے کسی ایک کے خلاف بھی کوئی دلیل ہو تو پیش کرو تمہیں عام اجازت ہے ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ اے مشرک۔ پیش کرو اپنی کوئی دلیل اگر تم سچے ہو۔

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سِنْعَكُمْ وَابْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ ۖ مَنِ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۚ أَنْظَرُ كَيْفَ نَصَرَفَ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْذِفُونَ﴾ (انعام/۱۰۶) تم فرماؤ کہ ذرا بتاؤ تو۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون خدا ہے جو یہ چیزیں تمہیں واپس لا کر دے؟ ذرا دیکھو کہ ہم کس کس رنگ سے (توحید) کے دلائل بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مشرکین کے عقیدہ کی بے سرو پائی کو ایک اور طریقہ سے واضح فرما رہا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان بے وقوفوں سے دریافت فرمائیے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اندھا اور بہرہ کر دے اور تمہارے دلوں پر غفلت کے پردے ڈال دے اور



سمجھنے اور سوچنے کی قوت سلب کر لے تو بھلا بتاؤ تمہارے یہ خدا جن کی تم پوجا کیا کرتے ہو؟  
 اُن میں سے کسی میں ہمت ہے کہ وہ تمہیں یہ چیزیں عطا کر دے؟ اور اگر نہیں اور ہرگز نہیں  
 تو پھر معبود حقیقی کو چھوڑ کر ان باطل اور عاجز چیزوں کی عبادت کرنا کہاں کی عقلندی ہے؟  
 کتنی واضح اور مضبوط دلیل ہے جس سے ہر ادنیٰ اور اعلیٰ عالمی اور عارف یکساں طور پر  
 ہدایت کی روشنی حاصل کر سکتا ہے۔

قرآن کا اسلوب استدلال استنادی ہے والا نہیں بلکہ اس میں وہ رنگینی اور تنوع ہے کہ  
 طبیعت ہر بار ایک نیا لطف محسوس کرتی ہے اور ایک نئی لذت سے سرشار ہوتی ہے۔ کبھی  
 عقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں کبھی تاریخی شواہد مذکور ہوتے ہیں کبھی اپنی رحمت کا مژدہ  
 سنایا جاتا ہے اور کبھی اپنی ناراضگی اور غضب کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔

﴿قُلْ اَرَاۤءَ يُتَمَّ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ الْبَلَّ سَرْمَۡدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ مِنْ اِلَہٍ غَیْرِ اللّٰهِ  
 یَاۡتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ (قصص/۱۷) تم فرماؤ! کہ ذرا بتاؤ تو اگر اللہ تم پر  
 قیامت تک ہمیشہ رات ہی رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں دن کا اجالا لا کر دے؟  
 کیا (اس کے بعد بھی) تم گوش ہوش سے بات نہیں سنو گے؟

انھیں حبیہ کی چارہی ہے کہ غور کرو اور سوچو یہ گونا گوں نعمتیں جن سے تم بہرہ ور  
 ہو رہے ہیں تمہیں کس نے عطا کی ہیں۔ کیا کوئی اور خدا ہے جو ان نعمتوں کے بہم پہنچانے  
 میں حصہ دار ہو۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم کیوں کسی کو اس کا شریک سمجھتے ہو۔

﴿قُلْ اَرَاۤءَ يُتَمَّ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ النَّهَارَ سَرْمَۡدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ مِنْ اِلَہٍ غَیْرِ اللّٰهِ  
 یَاۡتِیْكُمْ بِلَیْلِ تَسْكُنُوْنَ فِیْہِ﴾ (قصص/۷۲) تم فرماؤ کہ ذرا بتاؤ تو اگر اللہ تم پر قیامت  
 تک ہمیشہ دن ہی رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لا کر دے کہ تم اس میں  
 آرام کرو۔ کیا (اتنی مولیٰ بات) تمہیں نہیں سوچتی۔

﴿اَفَرَاۤءَ یَتَمَّ مَا تَحْرَثُوْنَ ؕ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗ اَمْ تَحْنُ الزَّرَّعُوْنَ ؕ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰہُ  
 حَطَّآۤمًا فَطَلْتُمْ تَفْکُہُوْنَ﴾ (واقفہ/۶۳-۶۵) بھلا بتاؤ تو اتم جو زمین میں دانے بونے ہو تو



کیا اس کی کھیتی تم تیار کرتے ہو یا ہم تیار کرنے والے ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں۔ پھر تم ہاتھیں بناتے رہ جاؤ۔

توحید باری اور وقوع قیامت پر ایک دوسری دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ کھیتی باڑی کے متعلق تمہیں تفصیلی علم ہے تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ زمین میں بیل چلاؤ اور اس میں بیج ڈالو اس کے بعد اس کے پک کر تیار ہونے تک جو حیران کن تغیرات وقوع پذیر ہوتے ہیں کیا اس میں تمہارا بھی کوئی دخل ہے؟ پھر ان کے لئے جتنی حرارت، ٹھنڈک، روشنی، ہوا، رطوبت وغیرہ عوامل کی ضرورت ہوتی ہے ان کو مناسب مقدار میں اور بروقت کون مہیا کرتا ہے؟ کیا تمہارے ہتھوں دیو تاروں میں یہ قدرت ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیوں کرتے ہو؟ نیز جو ذات اس دانے کو زمین میں گل جاتا ہے اس کو پھر ایک تن آور پودا بنادیتی ہے۔ کیا اس کے لئے مشکل ہے کہ وہ انسان کو خاک میں ملنے کے بعد نئی زندگی عطا فرما دے؟

اگر ہم چاہیں تو لہلہاتے کھیتوں کو جس نہس کر کے رکھ دیں نہ وہ انسانوں کی خوراک بن سکیں اور نہ حیوانات کے لئے چارہ کا کام دے سکیں۔ تم نے زراعت کو نفع بخش بنانے کے لئے کافی روپیہ خرچ کیا تھا۔ اعلیٰ بیج، مہنگے داسوں، خرید و فروش، کھاد، فراہم کی تھی، آب پاشی کے لئے بڑے مصارف برداشت کئے تھے، تمہیں یہ توقع تھی کہ بڑی آمدنی ہوگی، لیکن جو خرچہ کیا تھا وہ خرچہ بھی پلے نہ پڑا۔ اس وقت تم حسرت و یاس سے کف افسوس ملنے لگو گے اور کہو گے ہائے افسوس! ہماری لاگت بھی ضائع ہوگئی۔ افسوس۔ ہم بڑے بد نصیب ثابت ہوئے۔ ہم بگاڑنے والے وہ بنائے والا اس سے پہلے لگا کہ رب کو حارث نہیں کہہ سکتے، زارع کہہ سکتے ہیں، جیسے اُسے طیب نہیں کہہ سکتے، حکیم و شافی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ حارث بمعنی محنت ہے۔ زارع بمعنی قدرت۔ رب تعالیٰ محنت سے پاک ہے ایسے ہی طیب وہ جو طہارت کا پیشہ کرے۔ رب تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ ﴿اَفَرَأٰی يَتَمَنَّوْنَ النَّارَ الَّتِي تُورَوْنَ ؕ اَنتُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ﴾ (واقفہ/۷۲) اچھا جانتا تو! تم جو آگ روشن کرتے ہو تو کیا تم نے اس کا بیج پیدا کیا ہے یا ہم ہیں اس کے پیدا کرنے والے۔



انسانی تمدن کی ترقی اور معاشرہ کی بہبود میں آگ کو جتنا دخل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔  
اس سے گرمی حاصل کی جاتی ہے اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اس سے طرح طرح  
کے کھانے پکائے جاتے ہیں صنعت و حرفت میں اس سے کام لیا جاتا ہے غرض کہ اگر آگ  
کا وجود نہ ہوتا تو زندگی کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توجہ اپنی اس گر اس  
قدر نعمت کی طرف مبذول کر رہا ہے۔

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

حقیقت شرک	سید الانبیاء ﷺ	جماعت اہلحدیث کا فریب
عورتوں کا حج و عمرہ	آیات خفالت	اہلحدیث اور شیعہ مذہب
توبہ و استغفار	آیات رزق	جماعت اہلحدیث کا نیا دین
اسلامی نام	قرض سے چھٹکارہ	ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال
شیطان و وساوس کا قرآنی علاج	ظہر بد کا توڑ	جماعت اسلامی اور شیعہ مذہب
مفقرت الہی بوسیۃ الہی	عہدیت مصطفیٰ ﷺ	تلفیقی جماعت کی انکسرسن پورٹ
امہات المؤمنین	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	فضائل لا حول ولا قوۃ الا باللہ
حضور ﷺ کی ساجزادیاں	سخت و ہدعت	نورانی راتیں (نمازیں اور دعا کیں)
استحارہ (مشکات سے چھٹکارہ)	گناہ اور عذاب الہی	میاں بیوی کے جھگڑوں کا توڑ
سنی ہشتی زیورہ اشرفی	حقیقت توحید	شادی میں رکاوٹ اور انس کا علاج
معارف ام محمد ﷺ	شان مصطفوی ﷺ	قصص المناقبین من آیات القرآن
فضائل کلمہ طیبہ	شہادت توحید و رسالت	شرح اسرار الحسنی (روحانی طالع)
تبیح الہی	حمد الہی	سیرت رسول عربی کی جامعیت
ارشادات قرآنی	حقیقت کفر	مظہر معانات الہی

ملنے کا پتہ : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6

مغلیپورہ۔ حیدرآباد۔ اے پی



## صفات الہی

واجب الوجود اپنی ذات اور کمالات میں دوسرے سے بالکل بے نیاز اور غنی بالذات صرف ایک اللہ عزوجل ہے اور فقط وہی عبادت کا مستحق ہے اور کوئی نہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود مانے یعنی یہ کہے کہ یہ شخص اپنی ذات اور کمالات میں کسی کا محتاج نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عبادت کا مستحق ٹھہرائے وہ یقیناً مشرک ہے جیسے ہندوستان کے آریہ روج اور مادہ کو قدیم مانتے ہیں اور واجب الوجود سمجھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کی ذات بنانے والے سے بے نیاز ہے یہ مشرک ہیں۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۶۱ پر شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ الاشراک هو اثبات الشریک فی الالوہیۃ بمعنی وجوب کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدة الاصنام یعنی شرک کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ علامہ تفتازانی نے فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کو خدا کے سوا واجب الوجود مانا جائے دوسری یہ کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا کوئی بھی مسلمان انبیاء و اولیاء کو واجب الوجود یا لائق عبادت مانتا ہے۔۔ نہیں ہرگز نہیں۔۔ یہ موئینین پر افتراء ہے۔ ایک مسلمان کو بلا وجہ کافر و مشرک بتانا بہت بڑا جرم اور ظلم عظیم ہے۔ خداوند قدوس کی وعید شدید سے ڈرنا چاہیے۔ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾ یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے کہ اللہ نے جس چیز کو شرک نہیں فرمایا خواہ مخواہ یہ لوگ اس کو شرک بتاتے ہیں (ہماری کتاب حقیقت شرک کا مطالعہ کریں)



اگر کوئی کسی کے کمالات کو ذاتی مانے اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہو یا قدرت یا سمیع یا بصر ہو جیسے ستارہ پرستوں کا خیال ہے کہ عالم کے تغیرات کو اکب کی تاثیرات سے ہیں اور کو اکب ان تاثیرات سے غنی بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں۔ یہ عقیدہ بھی شرک ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے مشرک۔ اسی طرح اگر کوئی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں یہ بھی شرک ہے جیسے بہت بدست 'ہنوں کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں' یہ مشرک ہیں۔۔۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں میں مانتے ہیں اور کمالات کو عطا الہی جانتے ہیں وہ ہرگز مشرک نہیں، مثلاً کوئی شخص کسی کو سمیع و بصیر کہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صفت سمیع و بصر عطا فرمائی ہے تو وہ مومن اور موحد ہے مشرک نہیں۔ مشرک جب ہوتا ہے کہ یہ مانتا کہ آدمی میں سمیع و بصر کی صفت ذاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اللہ عز و جل کی صفات میں سمیع و بصیر کا ذکر کیا ہے مگر اس کے باوجود انسان کو بھی سمیع و بصیر قرار دیا ہے۔ ﴿فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ اور یہ شرک اس لئے نہیں کہ انسان میں جو صفت سمیع و بصیر کا بت کی گئی ہے وہ عطا کی ہے اور خدا میں ذاتی ہے۔ اس قسم کی سیکڑوں مثالیں کتاب و سنت سے دی جاسکتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہی نکلا ہے کہ کسی بھی کمال کو جو ممکن البشر ہے غیر اللہ میں عطائی مانا جائے تو شرک نہیں اور ذاتی مانا جائے تو شرک ہے۔ اگر ذاتی و عطائی کا فرق نہ کیا جائے تو پھر انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں سنتا ہوں، میں دیکھتا ہوں، میں موجود ہوں، خدا نے قوت دی، پانی نے پیاس بجھائی، آگ نے جلادیا، سردی نے نقصان پہنچایا، دوائے فائدہ دیا۔۔۔۔۔ یہ سب باتیں شرک ہو جائیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو وہ اس عقیدے کے ساتھ کہتا ہے کہ دیکھنے کی قوت مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے خود بخود نہیں ہے۔ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ دوائے شفا دی ہے تو اس عقیدہ کے ساتھ کہتا ہے کہ دوا میں شفا دینے کی طاقت اور تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اگر خدا نہ چاہے تو نہ میں دیکھ سکوں اور نہ دوا پنا اثر دکھاسکے۔



خلاصہ یہ ہے کہ کسی کمال کو غیر اللہ میں اگر ذاتی مانا جائے تو وہ شرک ہے اور اگر عطائی طور پر مانا جائے تو ہرگز شرک نہیں۔

جو شخص عطائی کمال کو غیر اللہ میں ماننے کو شرک کہتا ہے وہ جاہل ہے اور اگر جان بوجھ کر کہتا ہے تو خود گمراہ ہے کیونکہ اس نے عطائی کمال ماننے والے کو شرک کہہ کر یہ ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات عطائی ہیں اور وہ مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے۔

اسلام میں خدا کے وجود پر ایمان لانا اسی وقت معتبر ہے جب عقیدہ توحید کے ساتھ ہو اور اسلامی توحید یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور اپنی ذات و صفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ یاد رکھئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح اس کی تمام صفتوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنے والا کافر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اے محبوب ﷺ آپ فرماد دیجئے کہ اللہ ایک ہے ﴿اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ اللہ کے سب محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ اور اس کا کوئی جوڑا بھی نہیں ہے۔ آیت ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ میں یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ردِ بلیغ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزْرُ بْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ﴾ یعنی یہودیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح یہود کہا کرتے تھے ﴿نَحْنُ ابْنُو اللَّهِ وَآحِبَّائِهِ﴾ کہ ہم تو (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے اور خدا کے دوست ہیں۔ تو قرآن کریم کی اس آیت نے ان باطل پرستوں کے اس غلط عقیدے کا رد کر دیا کہ خدا نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔

اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی ایک صفت کا بھی انکار کفر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے جو اکبر الکلبار یعنی تمام بڑے بڑے



گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز کبھی معاف نہ کیا جائے گا اور شرک کی کبھی ہرگز ہرگز مغفرت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ انْ يَشْرُكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی نہیں بخشنے گا، ہاں شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ (شرک کا مفصل اور مدلل بیان ہماری کتاب 'حقیقت شرک' میں پڑھیں)۔

یاد رکھیے کہ جس طرح رحمن و رحیم اور خیر و علیم وغیرہ اس کی صفات ہیں اسی طرح اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تمام رسولوں کا مرسل اور ان کا بھیجنے والا ہے۔ اس لئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا بھی توحید کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح کوئی شخص اگر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمن یا رحیم کا انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی رسولوں اور نبیوں کا انکار کر دے تو وہ حقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کی صفت مرسل کا انکار کر دیا لہذا وہ بھی کافر ہو جائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی شفیع المذنبین محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے مضدق و مضدق ہیں اس لئے جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو رسول مان لیا اس نے تمام رسولوں کو مان لیا اور اللہ تعالیٰ کی صفت مرسل پر پوری طرح ایمان لایا اس لئے وہ سچا موجد ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس پرے کلمہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جب تک کوئی شخص اس پرے کلمے پر ایمان نہیں لائے گا وہ ہرگز ہرگز نہ مسلمان ہو گا نہ موجد۔ اور جو اس پرے کلمے پر ایمان لایا وہ گویا تمام ضروریات دین پر ایمان لایا اور سچا مسلمان اور پاک موجد بن گیا۔

حضور شیخ الاسلام و المسلمین رئیس المصلحین امام المصطفیٰ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اپنے عارفانہ و ناصحانہ خطبات میں ارشاد فرماتے ہیں: لا الہ الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا کلمہ طیبہ کے اس پہلے جزء میں پہلے معبودان باطل کی نفی ہے پھر اللہ تعالیٰ کے یکما ہونے کا اثبات صرف اثبات سے کوئی مومن نہیں بنتا۔ اثبات سے پہلے نفی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم خدا کو ہزار مرتبہ مانو مگر معبودان باطل کا انکار نہ کرو تو تم کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ ایک خدا کو ماننے کے لئے ضروری ہے کہ جتنے باطل معبود ہیں ان کا انکار کیجائے۔



ان سے کنارہ کشی کی جائے۔ ماننے کا طریقہ یہی ہوا کرتا ہے۔ یہ کوئی ماننے کا طریقہ نہیں کہ ہم آپ کو بھی مانیں اور آپ کے دشمن کو بھی مانیں آپ کے دشمنوں سے بھی ساز باز رکھیں۔ باغبان بھی خوش رہے، راضی رہے، ریا دہ بھی۔ یہ ماننا نہیں ہے۔ یہ منافقت کی بدترین صورت ہے کہ ہم آپ کے بھی بنے رہیں اور آپ کے دشمنوں کے بھی نہیں رہیں۔ اسلام ایک سحر دین ہے وہ ہمیں ایسا فریب نہیں دے سکتا، ہمیں ایسی تعلیم نہیں دے سکتا کہ ہمیں انسان مومن کے بجائے منافق بنے۔ اسی لئے اسلام کا کلمہ پہلے ہی ہے لا الہ الا اللہ پہلے انکار پھر اثبات۔ جب کوئی یہ کہے کہ کسی کو بُرا مت کہو کسی کو ایسا ویسا مت کہو تو اس سے کہو کہ پہلے تم کلمہ پڑھنا ہی چھوڑ دو۔ کون ہے جو کسی کو بُرا نہیں کہتا۔ ہر دین والا ہر مذہب والا ہر ازم والا۔ اپنے عقیدہ و نظریے کی روشنی میں اپنے سوا کو باطل سمجھتا ہے۔ اپنے سوا کو باطل سمجھتا ہے۔ دوسرے کو تو یہ حق ہے کہ وہ آپ کو باطل سمجھے اور آپ کو حق نہیں کہ آپ اس کو باطل سمجھیں۔ دوسرے کو تو حق ہے کہ وہ آپ پر فتوے لگائے دوسرے کو یہ حق ہے کہ وہ آپ کے کردار پر تنقید کرے۔

اگر مسلمان ہو تو بُرا کہنا پڑے گا، احسان کو بُرا کہنا پڑے گا، اللہ و رسول نے جس کو بُرا کہا ہے اسے بُرا کہنا پڑے گا۔ شیاطین کو بُرا کہنا پڑے گا۔ طواغیت کو بُرا کہنا پڑے گا اور اگر ایسا کہو کہ نہیں نہیں، ہمیں ایک ایسا اسلام چاہئے جس میں کسی کو بُرا نہ کہا گیا تو بہت مشکل ہے۔ اگر تم دن کا ذکر کرو گے تو رات کو تکلیف ہوگی اور رات کا ذکر ہم نے چھیڑ دیا تو دن کو تکلیف ہوگی۔ اگر آگ کی بات ہوئی تو پانی پر کیا گزرے گی اور پانی کی بات ہوگی تو آگ پر کیا گزرے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بات ہوئی تو شیطان پر کیا گزرے گی اور اگر شیطان کی بات ہوئی تو سیدنا آدم علیہ السلام پر کیا گزرے گی۔

ایسا کوئی عنوان نہیں جس کو بیان کرنے سے اختلاف نہ ہو۔ اے سیرت رسول کے بیان کرنے والو! کیا غزوہ بدر کا بیان نہ ہوگا، کیا غزوہ احد کا بیان نہ ہوگا، کیا غزوہ خندق کا بیان نہ ہوگا اور جب تم غزوہ بدر کا بیان کرو گے تو یہی تو دکھاؤ گے کہ دیکھو یہ رسول کی جماعت ہے۔ دیکھو یہ ابو جہل کی جماعت ہے۔ اور جہاں یہ تفریق تم نے کی وہیں تکلیف



شروع ہو گئی۔ وہ کون سا عنوان ہے کہ مصطفیٰ کا ذکر ہوا اور ایسا جہل بھی خوش ہو جائے۔  
 وہ کون سا عنوان ہے کہ ہمارے رسول کی سیرت بھی بیان ہو جائے اور عقبہ و شیبہ کو بھی  
 فرصت ہو۔ عقبہ ابن ابی معیط کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو، ولید ابن مغیرہ کو بھی کوئی دکھ نہ ہو  
 عبداللہ ابن ابی کو بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ آخر وہ کون سا عنوان ہے کہ رسول کا ذکر ہوتا ہی چلا  
 جائے اور کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اگر ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عنوان بنایا تو ضرور دیکھا  
 سوچے گا اور اگر ضرور دیکھو کہ ہم نے عنوان بنایا تو ابراہیم کیا کہیں گے۔ اور اگر ہم نے حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام کو عنوان کلام بنایا تو فرعونوں پر کیا گزرے گی اور اگر ہم نے فرعون کی  
 تعریف شروع کی تو منسوبوں پر کیا گزرے گی۔

کلہ پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کلمے کے اندر ہی پہلے انکار کیا گیا ہے  
 پھر اثبات کیا گیا ہے۔

کبھی ہی میں نہیں آتا کہ چھیڑیں داستان کیسے۔ زلائیں تو بغاوت ہے ہنسائیں تو بغاوت ہے  
 حریفان چمن کے تلخ نعرے مڑوہ راحت۔ اگر ہم اتفاقاً گنگنائیں تو بغاوت ہے  
 یہ کیسا انصاف ہے کہ بد عقیدہ عناصر سب کچھ کریں 'اُن کو کرنے دو' تم کچھ مت  
 کرو۔ وہ کتاب لکھتے جائیں 'لکھتے دو۔ دوسروں کی اہانت کرتے جائیں' کرنے دو۔  
 وہ دین و اسلام کے اندر عقیدے کے اندر بدعتیں نکالتے جائیں 'نکالنے دو' تم اعتراض  
 مت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اقدام کرنے والا کرتا جائے 'تم مدافعت بھی نہ کرو۔ یہ کیسا  
 انصاف ہوگا۔ اس کو انصاف کہا جائے گا۔ (خطبات برطانیہ)

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو شریک سے پاک ماننا تو حید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات  
 اور صفات پر ایمان اس طرح لانا ہوگا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے  
 (آمنت باللہ کما هو باسماہ و صفاتہ۔۔۔) اللہ تعالیٰ کی صفات کو اسی حیثیت  
 سے کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، ازلی  
 وابدی اور لامحدود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عطائی، محدود، عارضی اور فنا ہونے والی  
 نہیں ہیں۔ بندوں کو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے



والے اور بندے لینے والے ہیں۔ بندوں کے تمام صفات 'اختیارات' 'ملکیت' 'کمالات' طاقت و قوت سب کچھ محدود و عارضی باقی نہ رہنے والے اور فنا ہونے والے ہیں۔

جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ قادر و مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار کسی سے عطا نہیں ہوا بلکہ ذاتی ہے اور بندہ مختار ہونے میں محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات بندوں کو بھی عطا کرتا ہے جیسے دیکھنا 'سننا' مالک ہونا 'پادشاہ ہونا' غنی کرنا 'شفاء دینا' حاکم ہونا 'مدد کرنا' اور مارنا جلانا۔ اس طرح کی صفات قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں بندوں کے لئے بھی ثابت ہیں۔

عقائد نسفی شرک کی تعریف ان لفظوں میں کی گئی ہے اثبات الشریک فی اللوہیہ یعنی معبود اور الہ ہونے میں کسی کو خدا کا شریک ماننا یہ شرک ہے۔ شرک کی اس تعریف سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ الوہیت میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا اور نہ ہی الوہیت کسی کو عطا کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوہیت نہیں دے سکتا، کیونکہ الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں ہو سکتی۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرما دیا ہے وہ مشرک اور مجذوم ہے۔ مشرکین اور مؤمنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لئے عطاۓ الوہیت کے قائل تھے اور مؤمنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔ ﴿اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ﴾ و اشھد ان محمدا عبده ورسوله ﴿ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔



## ذاتی اور عطائی صفات

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطائی صفات
﴿إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (بنی اسرائیل/۱) بیشک اللہ ہی سمیع و بصیر (سننے اور دیکھنے والا) ہے	﴿فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ (الدھر/۲) ہم نے انسان کو سمیع و بصیر (سننے اور دیکھنے والا) بنایا ہے
﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾ (زمر/۴۱) اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے موت کے وقت	﴿يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾ (سجده/۱۰) تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے
﴿يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾ (البورہ/۳۵) اللہ تعالیٰ خلق فرماتا ہے (بناتا ہے) جو چاہتا ہے	﴿وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ﴾ (مائدہ/۱۱۰) اور جب تم (پھینکی علیہ السلام) خلق کرتے تھے (بناتے تھے) مٹی سے پرند کی سی صورت
﴿وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَى﴾ (حج/۶) اور بیشک اللہ ہی مردے کو زندہ کرتا ہے اور کرے گا	﴿وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (آعران/۳۹) اور میں (پھینکی علیہ السلام) مردہ زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے
﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ﴾ (سجده/۵) اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک	﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾ (زمر/۵) (قسم ہے) ان فرشتوں کی جو کام کی تدبیر کرتے ہیں



اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطا کی صفات
<p>﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾          (آل عمران/ ۱۸۹) اللہ ہی کے لئے ہے          زمین اور آسمان کی بادشاہت</p>	<p>﴿قُلِ اللَّهُمَّ مِلْكُ الْمُلْكِ تَوْتَى الْمُلْكِ﴾          مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ          تَشَاءُ ﴿(آل عمران/ ۳۹) اے محبوب! آپ یوں عرض کرو کہ اے اللہ تو مالک الملک ہے جسے چاہے بادشاہت عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے۔</p>
<p>﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ (آل عمران/ ۱۰۹) اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے</p>	<p>﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ﴾          (توبہ/ ۱۱۱) بے شک اللہ نے خرید لیا ہے مومنین سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلے میں</p>
<p>﴿فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾ (مل/ ۳۰) بیشک میرا رب غنی ہے کریم ہے۔</p>	<p>﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾          (الحاقة/ ۳۰) بے شک یہ قرآن رسول کریم کے ساتھ خدا کی باتیں ہیں</p>
<p>﴿يَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاءًا وَيَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ﴾          (الشوری/ ۴۹) اللہ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے</p>	<p>حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق قرآن ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا﴾ (مریم/ ۱۹) انھوں نے (حضرت مریم) سے فرمایا کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تمہیں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے ایک سحر ایسا عطا کروں۔</p>



ہندوں کی عطا کی صفات	اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات
<p>﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُخَرِّجُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (نساء/ ۶۵) اے محبوب! آپ کے رب کی قسم۔ وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کے بھڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔</p>	<p>﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (انعام/ ۵۷) اللہ کے سوا نہ کوئی حاکم ہے اور نہ کسی کا حکم</p>
<p>﴿فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَا وَجِبْرِيلَ وَصَالِحِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةِ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ﴾ (تحریم/ ۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور مومنین صالحین بھی اُن کے مددگار ہیں اس کے بعد فرشتے بھی اُن کی مدد پر ہیں۔</p>	<p>﴿أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرة/ ۲۸۶) تو ہمارا مولیٰ ہے لہذا کافروں پر ہماری مدد فرما</p>
<p>﴿وَجَعَلَ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (اعراف/ ۱۵۷) وہ رسول اُن کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال فرمائے گا اور گندی چیزوں کو اُن پر حرام کرے گا۔</p>	<p>﴿أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (بقرہ/ ۲۷۵) اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام فرمایا</p>
<p>﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ (مائدہ/ ۵۵) تمہارا مددگار تو اللہ ہے اور اُس کا رسول ہے اور مومنین صالحین ہیں۔</p>	<p>﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ ذُوِّنِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ (عنکبوت/ ۲۲) اللہ کے سوا تمہارا کوئی بھی یار و مددگار نہیں ہے۔</p>



اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطا کی صفات
<p>﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الفاتحہ/۱) ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔</p>	<p>قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد عزیز مصر کے متعلق نقل کیا ہے ﴿إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنُ مَثْوًى﴾ (یوسف/۲۳) ہے شک وہ (عزیز مصر) میرا رب (پرورش کرنے والا) ہے اُس نے اچھی طرح مجھے رکھا ﴿اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف/۴۲) تم (یوسف علیہ السلام) کا رہا ہونے والا ساتھی (اپنے رب (عزیز مصر) کے پاس میرا تذکرہ کرنا۔</p>
<p>﴿وَلِلَّهِ يَتَرَاتُ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ﴾ (آل عمران/۱۸۰) اور اللہ ہی آسمان اور زمین کا وارث ہے۔</p>	<p>﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (اعراف/۱۲۸) زمین اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بناتا ہے۔</p>
<p>﴿وَرَبُّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِظٌ﴾ (سہ/۴۱) اور تمہارا رب ہر چیز کا محافظ اور نگہبان ہے۔</p>	<p>﴿أَجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ﴾ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلَیْہُمْ ﴿ (یوسف/۵۵) مجھے زمین کے خزانوں پر نگران مقرر کروے چٹک میں حفاظت والا علم والا ہوں (یوسف علیہ السلام)</p>



اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطا کی صفات
<p>﴿إِنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ (بقرہ/۱۶۵)</p> <p>بے شک ساری قوت اللہ کو ہے۔</p>	<p>﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ﴾ (تکویر/۴۰) بے شک یہ (قرآن) عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے حضور عزت والا ہے (قوت کی نسبت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف بھی کی گئی ہے)</p>
<p>﴿إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرءٌ وَفٌ رَّحِيمٌ﴾ (بقرہ/۱۴۳) بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر نہایت مہربان ہے حد رحم والا ہے۔</p>	<p>﴿بِالسُّؤْمِيِّينَ رءٌ وَفٌ رَّحِيمٌ﴾ (توبہ/۱۲۸) (رسول پاک) ایمان والوں پر بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والے ہیں۔</p>
<p>﴿لَا مُبْدِلَ لِكَلِمَتِهِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (انعام/۱۱۵) اس کی باتوں (قرآن کریم) کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے خوب سُننے والا خوب جاننے والا۔</p>	<p>﴿قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَالِيمٍ﴾ (ہجر/۵۳) انھوں نے (حضرت جبرئیل علیہ السلام نے) کہا کہ آپ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) اور بے شک ہم آپ کو ایک لڑکے (حضرت اخی علیہ السلام) کی بشارت لائے ہیں جو علیم ہے۔</p>
<p>﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ (فرقان/۶۳)</p> <p>اور رحمن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔</p>	<p>﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالضَّالِّجِينَ مِن عِبَادِكُمْ وَآثَانِكُمْ﴾ (نور/۳۲) اور رقم نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے نیک بندوں اور گنہگاروں کا بھی (اس آیت میں نہایت واضح طور پر عہد (بندوں) کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہے یہاں بندہ کے معنی خادم اور غلام کے ہیں)</p>



## ذاتی اور عطائی علم غیب

رسولوں کا عطائی علم غیب	اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب
یہ آیات انبیاء کرام کے عطائی محدود اور حادث علم غیب کو بیان کرتی ہیں	یہ آیات اللہ تعالیٰ کے ذاتی 'ازل وابدی اور لامحدود علم غیب کو بیان کرتی ہیں
<p>﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران/ ۱۷۹) اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں ہے کہ اسے عام لوگوں میں غیب کا علم عطا کرے۔ ہاں اُس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔</p> <p>(اللہ تعالیٰ اپنے منتخب رسول (مختار رسول) کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کو رسولِ منتخبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ رسولوں میں آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول ہیں جب خدا نے انھیں غیب پر مطلع فرمادیا تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ خدا کی عطا سے انھیں غیب کا علم حاصل ہو گیا ہے۔</p>	<p>﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهَا شَيْءٌ وَهُوَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبُرُوجِ﴾ (انعام/ ۵۹) اور غیب کی ساری کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا۔ وہی جانتا ہے جو کچھ خشک و تر (زمین اور سمندر) میں ہے۔</p>



### اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ الْغَيْبُ إِلَّا اللَّهُ﴾  
(النمل/۶۵) اے حبیب ﷺ تم  
فرما دو کہ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں  
اور زمین میں ہیں سوا اللہ تعالیٰ کے۔

### رسولوں کا عطا کی علم غیب

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾  
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا  
(نساء/۱۱۳) اور اس نے آپ ﷺ  
کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں  
جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت  
بڑا فضل ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ  
وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي  
الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا  
تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ  
بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
خَبِيرٌ﴾ (النجم/۳۲) بیشک اللہ تعالیٰ کے  
پاس ہے قیامت کا علم وہی پانی برساتا ہے  
اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے  
اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کھل وہ کیا کرے گی  
اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں وہ  
مرے گی بیشک اللہ تعالیٰ جانتے والا بتاتے  
والا ہے۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا  
لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (نحل/۸۹) اور ہم نے  
تم پر یہ قرآن اتارا جس میں ہر چیز کا  
روشن بیان ہے۔  
(قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور  
جب وہ کتاب ہی رسول پر نازل کر دی  
گئی اور کتاب کے سارے علوم و اسرار  
رسول کو عطا کر دیئے گئے تو اب کون ہی  
چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دائر  
ہ علم و ادراک سے باہر رہ گئی ہو)



رسولوں کا عطا کی علم غیب	اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب
<p>﴿عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ﴾          (جن/۲۷) غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (ہمارے رسولوں میں حضور ﷺ کی جو شان و رفیع و اعلیٰ ہے وہ کسی پر چلی نہیں ہے لہذا حضور ﷺ کا علم غیب خاص عطا کیا گیا ہے)</p>	<p>﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ﴾          (انعام/۵۰) تم فرما دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ غیب جان لیتا ہوں۔</p>
<p>﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾          (تکویر/۲۳) اور یہ نبی غیب جاننے پر بخیل نہیں ہیں۔          (رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ خود غیب جانتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی غیب کی بات بتاتے ہیں)</p>	<p>﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَاسْتَكْفَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ﴾          (اعراف/۱۸۸) تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں خود غیب جان لیا کرتا تو بہت سی بھلائیاں منع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔</p>
<p>﴿الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾          (رحمن/۴) رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ انھیں ماکان و مایکون کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)</p>	<p>﴿قُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنتَظِرِينَ﴾          (یونس/۲۰) تم فرماؤ کہ غیب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔</p>



### اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب

﴿وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ  
وَالْيَهُ يُزَجِّعُ الْأَمْرُ كُلَّهُ ۚ فَاعْبُدْهُ  
وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (ہود/۱۲۳) اور اللہ  
تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں  
اور زمین کا غیب اور اسی کی طرف ہر  
چیز لوٹائی جاتی ہے تو اسی کی عبادت  
کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ  
الصُّدُورِ﴾ (طہ/۴۸) بیشک  
آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی  
بات کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے  
وہی دلوں کی بات جانتا ہے۔

### رسولوں کا عطائی علم غیب

(رسول اللہ ﷺ کو بھلائے  
خداوندی ماضی اور مستقبل کی  
دونوں ستوں میں غیب کا علم حاصل  
ہے۔ یہ شان محبوبیت ہے) صاحب  
لولاک سید المرسلین رحمۃ  
للعالمین ﷺ اپنی شان محبوبیت  
میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يَعْطِي  
(صحیح بخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں  
اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔  
(حضور ﷺ بھلائے خداوندی  
انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کو عطا  
فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا  
أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ بیشک ہم نے  
آپ کو کوثر (بے حد و بے حساب  
انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔



رسولوں کا عطائی علم غیب

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب

☆ الكرامت والمفاتيح  
يومئذبيدي (مشکوٰۃ المصابیح)  
اس قیامت کے روز  
کرامت اور تمام خزانوں  
کی چابیاں میرے ہاتھ میں  
ہوگی۔

﴿عِلْمُ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ  
مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا  
فِي الْأَرْضِ﴾ (سبا/۳) اللہ  
عالم الغیب ہے آسمانوں  
اور زمین میں ذرہ بھر کوئی چیز بھی  
اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

☆ اوتيت مفاتيح خزائن  
الارض (مشکوٰۃ المصابیح)  
مجھے زمین کے خزانوں کی  
کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔

﴿لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
أَبْصَرُ بِهِ وَأَسْمَعُ﴾  
(کہف/۲۶) اسی کے لئے  
ہے آسمانوں اور زمین کا غیب  
کیا ہی عجیب اس کا دیکھنا ہے  
اور کیا ہی عجیب اس کا سننا ہے۔

قرآن مجید کی ان مثالوں کا حاصل یہ ہے کہ :



دیکھنے اور سننے کی نسبت  
 وفات دینے کی نسبت  
 پیدا کرنے کی نسبت  
 مردے کو زندہ کرنے کی نسبت  
 مہر الامر ہونے کی نسبت  
 بادشاہت کی نسبت  
 ملکیت کی نسبت  
 کریم ہونے کی نسبت  
 اولاد عطا کرنے کی نسبت  
 حاکم ہونے کی نسبت  
 مولیٰ ہونے کی نسبت  
 حلال و حرام قرار دینے کی نسبت  
 رب ہونے کی نسبت  
 زمین کا وارث ہونے کی نسبت  
 محافظ اور نگہبان ہونے کی نسبت  
 رؤف و رحیم ہونے کی نسبت  
 علیم (علم والا) ہونے کی نسبت  
 عبد کہنے کی نسبت  
 نعمت دینے والا کی نسبت  
 عطا کرنے کی نسبت  
 قوت کی نسبت  
 غنی کرنے کی نسبت

اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے  
 اور بندے کی طرف بھی



اللہ تعالیٰ اور بندوں کی مشترکہ نسبتوں کے درمیان فرق نکالنے کے لئے اصولی بحث ذہن نشین فرمائیں تاکہ شرک کا وہم رفع ہو اور آیتوں کے مضامین کے درمیان جو بظاہر اختلاف نظر آ رہا ہے وہ دور ہو گیا کیونکہ دونوں طرح کے مضامین کی آیتیں برحق ہیں اور دونوں پر ہمارا ایمان ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے ائمہ تفسیر اور اکابرین اُمت کے اقوال کی روشنی میں اپنی مشہور کتاب 'الامن والعلنی' میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی ساری صفات اس کی اپنی ذات سے ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں ہیں۔ وہ ازلی ابدی اور لامحدود ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی جب کہ بندوں کی ساری صفات اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں، محدود ہیں، حادث اور فانی ہیں۔

صفات الفاظ کے اطلاق میں اگر ذاتی اور عطائی کا فرق ملحوظ نہ رکھا جائے تو عقیدے کی بحث تو الگ رہی، منہ سے الفاظ ہی نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر جہاں کسی کو آپ نے زندہ کہا اور مشرک ہوئے کسی کو ولی کہا اور مشرک ہوئے کسی کو مولانا کہا اور مشرک ہوئے کسی کو حافظ کہا اور مشرک ہوئے کسی کو بادشاہ کہا اور مشرک ہوئے کسی کا نام علی، حکیم، وکیل، سلام اور کریم رکھا اور مشرک ہوئے۔۔۔ کیونکہ ان سارے الفاظ کا اطلاق قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ مشرک ہونے سے آپ صرف اس لئے بچ جاتے ہیں کہ بندوں کے اندر یہ ساری صفات آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مانتے ہیں۔

ملک انجمن علامہ مولانا محمد نجی انصاری اشرفی کی تصنیف

خواتین اسلام کے لئے اصول تھ۔۔۔ عورتوں کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا  
کا مہاب زندگی بسر کرنے کے لئے بہترین راہنما کتاب  
مشکل الفاظ اور فقہی اصطلاحات کے لئے انگریزی کا استعمال  
مکملہ خواتین جس میں جدید مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے

سستی بہشتی زیور اشرفی

اعلیٰ معیار کی کتابت و طباعت کے ساتھ ان شاء اللہ بہت جلد منظر عام پر آ رہی ہے



## اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو ملانا ایمان ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (النساء/ ۵۹)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (الاحزاب/ ۱۷)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَنُوا أَنَّا عَلَى

رَسُولِنَا الْمُبِينُ﴾ (المائدہ/ ۹۲)

اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو ان رسول کی اور ڈرتے رہو پس اگر تم

بھجھو تم تو جان لو کہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر (کنز الایمان)

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ ﷺ کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو

کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے (نور العرفان)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی اور محتاط رہو۔ اور اگر تم

نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے (ہمارے

احکام کو) کھول کر۔ (ضیاء القرآن)

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا

حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (النور/ ۵۴)

آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی پھر اگر تم نے

روگردانی کی تو (جان لو) رسول کے ذمہ اتنا ہے جو ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ ہے

جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں ہے

(ہمارے) رسول کے ذمہ بجز اس کے کہ وہ صاف صاف پیغام پہنچا دے۔

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ

الْمُبِينُ﴾ (التہائم/ ۱۲)



اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (کرم) کی پھر اگر تم روگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول کے ذمہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ ایک ساتھ دونوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا مؤمنین کو حکم دیا ہے۔

﴿وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ إِنَّ كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (احزاب/۶۲)

اور اللہ اور رسول کا حق زیادہ تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

منافقین تنہائی میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آکر اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔ ایسی باتوں سے اللہ اور اس کا رسول تو خوش نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر منافقین کے نفاق کو ظاہر فرما دیا اور انکے قیام کاموں پر مطلع کر دیا۔ حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی کے لئے کوشاں رہتے۔ ﴿وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ﴾ کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کر دیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔

﴿مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا﴾ (احزاب/۶۳) جو کوئی

مخالفت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔

﴿وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْتَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ

أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ (احزاب/۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا

پھر اسے موت نے آ لیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی میت عبادت کو مکمل

کر دیتی ہے شرک نہیں ہجرت عبادت ہے جس میں ﴿إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ فرمایا گیا۔

بخاری شریف میں ہے ومن كان هجرة الى الله ورسوله... مکہ معظمہ سے مدینہ

منورہ کی طرف سفر کرنے کو ہجرت فرمایا گیا یعنی بیت اللہ کی زمین چھوڑ کر رسول اللہ کی زمین



پر یہو نچنا ہجرت ہے۔ اللہ کی طرف ہجرت کس طرح ممکن ہے! مکہ معظمہ چھوڑ کر عرض  
اعظم پر یہو غنچنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ یہو غنچنے کا حکم دیا گیا۔  
رسول کی طرف ہجرت کرنا ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت ہوگا۔

علم و بین سیکھنے حج، جہاد، زیارت، مدینہ منورہ، طلب رزق، حلال کے لئے وطن چھوڑنا، یہ  
اللہ و رسول کی طرف ہجرت ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْصِدُوا يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ  
عِقَابِهِ﴾ (الحجرات/۱)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو)  
اللہ سے ڈرو! اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔  
بعض صحابہ کرام نے بقرعید کے دن حضور ﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کر لی  
اور بعض صحابہ کرام رمضان المبارک سے ایک دن پہلے ہی روزے شروع کر دیئے تھے۔  
ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے کہ ان حضرات  
نے حضور ﷺ پر پیش قدمی کی تو فرمایا گیا کہ اللہ و رسول پر پیش قدمی نہ کرو۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ (توبہ/۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں عطا کیا۔  
اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے  
رسول کی طرف بھی، یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا، اللہ رسول دیتے ہیں  
اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دیتا ہے۔  
﴿أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ قُضُلِهِ﴾ (التوبہ/۴۷) انھیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول  
نے اپنے فضل سے

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے



رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعتیں دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔  
اللہ رسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَالْحَاقَّةُ ۖ﴾ (الحزاب/۲۹)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آغرت کا گھر چاہتی ہو۔۔۔۔۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اختیار کرنا اور حقیقت اللہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے۔  
جسے حضور ﷺ مل گئے اُسے خدا اور ساری خدائی مل گئی۔ جو حضور نبی کریم ﷺ سے دور  
ہوا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔

﴿سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولَهُ﴾ (التوبہ/۵۹)

اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا  
اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی  
ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا  
کرتے ہیں۔

﴿أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنعَمْتُ عَلَيْهِ﴾ (الحزاب/۳۷)

اُسے اللہ نے بھی نعمت دی اور (اے محبوب) اُسے تم نے بھی نعمت دی۔

ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے  
اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی طرف بھی فرمائی ہے۔

یقیناً اللہ رسول ہمیں نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونُوا لَهُمُ الْخِيَرَةُ

مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾ (الحزاب/۳۳ / ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب حکم (فیصلہ) فرما دیں  
اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں۔۔۔



اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔  
 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں  
 فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔  
 اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کر دیں تو حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین و دنیا کے مالک ہیں۔  
 حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

﴿وَسَيَرْى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ﴾ (التوبہ/۴۳)

اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت  
 اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن  
 اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے سب چھپے کھلے  
 کام اللہ رسول دیکھیں گے۔ حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں  
 کہ اللہ رسول نے چاہا تو یہ ہوگا۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ  
 المنافقون) اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر  
 منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْآخِرِ وَلَا یُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ  
 وَرَسُولُهُ﴾ (التوبہ/۳۰/۹) لڑو ان سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر  
 اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ ہر ایک دہی اعلان کر رہی ہے کہ حلت و حرمت کا اختیار رسول اعظم  
 واکرم ﷺ کو بھی رب کائنات نے عطا فرمایا ہے۔



## اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ کرنا کفر ہے

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾  
(النساء/ ۱۳۹)

وہ جو اللہ اور رسول کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسول کو جدا کر دیں۔  
اس آیت نے بتایا کہ اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو ملا کر ایمان بلکہ جان ایمان ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے۔ جیسے یسپ کی حق کا نور چھٹی کے رنگ سے ملا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری نمبر اس کے کاغذ سے ملتی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار ہے ایسے ہی نبوت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیب میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام ملا یا کہ اول جزء میں اللہ آخر میں آیا (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اور دوسرے جزء میں محمد اول ہے۔ تاکہ اللہ و محمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے۔

غرض کہ اللہ رسول کے ذکر اطاعت اور احکام میں فرق پیدا کرنا کفر اور فرق کو ختم کرتے ہوئے بیان کرنا ایمان ہے۔ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا اسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہو سکتا ہے جو قرب الہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفات تقدیس و کمال کو نہ پہچانتا اور اس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانتا تو اللہ کو کیا پہچانتا؟

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات کو ماننے اور رسول کی عظمت اطاعت اور احکامات کو ماننے سے الگ کر دے یا پا کا اور غیر اہم جانے یا رسول کی تعلیمات کو ناقص اور ناقص سمجھے۔ اور جو لوگ اللہ پر اس کی تمام صفات تقدیس و کمال پر اور بلا استثناء اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں ان کے لئے اجر عظیم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔



﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرُهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (النساء/۱۵۲)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی کے ایمان میں فرق نہیں کیا، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اجر وے کا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

## ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (بقرہ/۲۵۵)  
کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذن (اجازت) خداوندی کے (اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بھی سفارش نہیں کر سکتا ہے)

یہاں ایک قاعدہ بیان فرما دیا کہ ہر شخص کو بارگاہ الہی میں سب کشتائی اور شفاعت کی طاقت نہ ہوگی، صرف وہی شفاعت کرے گا جس کو پروردگار عالم نے اذن فرمایا۔ بتانا یہ ہے کہ اے کفار و مشرکین: قیامت کے دن تو وہی شفاعت کرے گا جسے اجازت ہوگی اور تمہارے ان بتوں کو تو کوئی اجازت نہیں، پھر ان سے یہ توقع عبث کیوں لگائے بیٹھے ہو اور ﴿إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ سے یہ واضح فرما دیا کہ وہ محبوب و مقبول بندگان خدا ضرور شفاعت کریں گے جن کو ان کے رب نے اجازت مرحمت فرمائی ہوگی۔ حضور ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے بارگاہ الہی میں اذن پا کر شفاعت فرمائیں گے۔ حضور ﷺ اُس روز مقام محمود کے منصب رفیع پر متمکن ہوں گے۔ اے اللہ کریم: ہم گناہ گاروں کو اپنے رسول ﷺ صاحب مقام محمود کی شفاعت نصیب فرما اور اس کی برکات و توجہات سے ہمیں دنیا و آخرت میں سرفراز رکھ۔ (آمین ثم آمین)

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے حضور نبی کریم ﷺ شفاعت فرمانے کے بعد میں انبیاء کرام اولیاء اللہ حفاظ اور شہداء بھی شفاعت کریں گے۔



ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید لہذا یہ عقیدہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے شرک ہے اور جب اذن الہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔ اذن الہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا اصل معیار ہے۔

اب اگر کوئی اولیاء اللہ کو باذن اللہ حاجت روا کہے تو شرک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم کے بغیر انسان سانس تک نہیں لے سکتا اور نہ ہی پلک جھپکا سکتا ہے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا ہے اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم کے بغیر یہ امور انجام دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ مشرک ہو جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیم رسالت پیش کی تو اُن سے کہا ﴿وَأُتِرِئِ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُخِي النَّوْمَتِ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (آل عمران/ ۴۹) اور اچھا کرتا ہوں اندھے اور کورنگی کو اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اب دیکھیے شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا۔ لیکن آپ آگے فرماتے ہیں ﴿بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہوں۔ پس جہاں اذن الہی آجائے تو شرک چلا جاتا ہے اور جہاں اذن گیا تو توحید بھی گئی۔ یہی اذن الہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا بنیادی نکتہ ہے (اس تفصیل کے لئے ہماری کتاب 'حقیقت شرک' کا مطالعہ کریں)

حدیث قدسی ہے (اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرماتا ہے: جب بندہ (فرائض کی تکمیل کے بعد) نوافل کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت 'بصر' اور قدرت کے انوار بندے کی سمجھ بصر اور قدرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نور بصر سے مستفاد ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔



یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کیوں کر نہ سن لے گا۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا نخل ہے عکس ہے اور پر تو ہے۔ پر تو اور نخل غیر مستقل ہوتا ہے اور پر تو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل تو حید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قریب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ 'سطعات' میں تحریر فرماتے ہیں:

اہل ولایت ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ برف کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ برف پگھل کر پانی بن گئی اس کے بعد آگ جلتی رہی یہاں تک کہ پانی کی ٹھنڈک ختم ہو گئی اور اس میں فتور آ گیا۔ اس کے بعد بھی آگ جلنے کا عمل جاری رہا یہاں تک کہ پانی گرم ہو گیا۔ آگ پھر بھی جلتی رہی یہاں تک کہ وہ پانی ان خصوصیات کا حامل بن گیا جو آگ میں ہیں مثلاً کسی چیز کو پکا ڈالنا یا انسان کے بدن پر آبلہ ڈال دینا۔ ان تمام تبدیلیوں نے (اس پانی کو) پانی ہی رہا آگ نہیں نکالا (یعنی آگ کی خاصیتوں کے پیدا ہو جانے کے باوجود وہ گرم پانی 'پانی ہی رہا' آگ نہیں بنا) البتہ یہ ضرور ہے کہ پانی کی حقیقت آگ کی حقیقت کے قریب تر ہو گئی۔ اسی طرح صوفیائے کرام کی فنا و بقا (قانی فی اللہ و باقی باللہ) ان کو انسانی حقیقت سے خارج نہیں کرتی بلکہ اس نے انہیں انسانیت کے ان اوصاف سے دور کر دیا جو حیوانات (جانوروں اور درندوں) کے مماثل تھے اور (انسانیت کے ان اوصاف) کے قریب کر دیا جو ملائکہ اور ان کے بعد عالم جبروت سے مناسبت رکھنے والے ہیں (سطعات)

شیعوں کے گیارہ اعتراضات : صاحب فیہ القرآن حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ نے ردائش کی طرف سے اٹھائے گئے گیارہ سوالات کا تحقیقی و انفرادی جواب دیا ہے۔

ہدیات' پر ایک معلوماتی کتاب۔ (کتب انوار المصطفیٰ - مغلپورہ - حیدرآباد)

امام حسین اور یزید : حضرت محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ کے قلم کا شاہکار۔ - حامیان یزید کے سامنے یزید کا حقیقی چہرہ بے نقاب کر دیا گیا ہے۔ یزیدی فتنہ کے خلاف مبارک قلمی جہاد۔



## توحید اور شفاعت

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (طہ/۱۰۹)

اس دن کوئی سفارش نفع نہ دے گی سوائے اُس شخص کی شفاعت کے جسے رحمن نے اجازت دی اور اُس کے قول کو پسند فرمایا ہو۔

یعنی قیامت کے روز یہ نہیں ہوگا کہ جس کا نبی چاہے گا اٹھ کر شفاعت کرنے لگے گا بلکہ اس روز وہی شفاعت فرمانے کی جرات کرے گا جسے بارگاہ رب العزت سے اس کا اذن شفاعت (اجازت شفاعت) مل چکا ہوگا جیسے انبیاء اولیاء صالحین۔ وغیرہ۔۔۔ اور اُن ہی کے حق میں شفاعت کی جائے گی جن کا کلمہ شہادت عند اللہ مقبول ہو (یعنی اللہ کے نزدیک اس کا ایمان ٹھیک ہو) اور جو بے ایمان ہو کر مرے گا اُس کے لئے کوئی شفاعت نہیں۔

کفار اپنے بتوں کی شفاعت کے امیدوار تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ چونکہ یہ بت حکومت الہیہ کے ممبر اور اس کے چلانے والے ہیں اس لئے رب تعالیٰ کو اُن کی شفاعت ماننی پڑے گی۔ اُن کی تردید کے لئے ارشاد ہوا کہ ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (بقرہ/۲۵۵)

اس جملہ میں دھونس کی شفاعت کا انکار ہے اور شفاعت بالاذن کا ثبوت لہذا شفاعت کا انکار نادانی ہے۔ ﴿مَنْ ذَا الَّذِي﴾ میں بتوں کی شفاعت ماننے والوں کی تردید ہے۔ ﴿إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ میں معتزلہ اور عام دیوبندیوں و بابیوں کا رد ہے جو شفاعت کے منکر ہیں۔

کفار اپنے بتوں کے متعلق دو عقیدے رکھتے تھے:

- ۱۔ ایک یہ کہ اُن میں الوہیت ایسے حلول کئے ہوئے ہے جیسے پھول میں رنگ و ملا اسی لئے ان کو اللہ اور شرکاء کہتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اتقا بذا جہان نہ سنبھال سکتا ہے نہ چلا سکتا ہے۔ اس لئے اپنی مدد کے لئے اپنے کچھ بندوں کو معاون و مددگار بنایا ہے



اور ان میں کام تقسیم کر دیے ہیں۔ اُن بندوں میں بعض تو اللہ کی لڑکیاں ہیں اور بعض اللہ کی بیویاں ویٹے (نور باللہ من ذلک) یہ عقیدہ صریح شرک ہے۔

۴۔ دوسرے یہ کہ یہ چھوٹے خدا بڑے خدا کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے اور اس بڑے کو جبراً اُن کی شفاعت ماننی پڑے گی جیسے بادشاہ کو ارکان سلطنت کی سفارش اس لئے ماننی پڑتی ہے کہ اُن کے بگڑ جانے سے زوال سلطنت کا اندیشہ ہے۔

اس آیت میں ان دونوں عقیدوں کا ردِ بلیغ فرمایا گیا۔ گو یا فرمایا کہ وہاں تو وہی شفاعت کر سکے گا جسے اُس کی اجازت مل چکی ہے یعنی انبیاء، ملائکہ اور مومنین۔ غرض کہ وہاں کی شفاعت کا انکار ہے اور شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالحبیب جو شفاعت بالاذن کی قسمیں ہیں اُن کا ثبوت۔

اگر شفاعت نہ ہو تو نماز جنازہ اور زیارت قبور اور مومنین کے لئے دعائے بے کار ہو جائیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے فرزند کے جنازے کے لئے چالیس نمازیوں کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ جہاں چالیس صالح مسلمان جمع ہوتے ہیں وہاں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

### شفاعت کون کرے گا :

انبیاء، اولیاء، علماء، مشائخ، حجرا سودا قرآن مجید، خانہ کعبہ، ماہ رمضان اور مسلمانوں کے نابالغ بچے۔۔۔ مقدمہ ہدایہ میں مولوی عبدالحی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو چوم کر فرمایا کہ تو کھن ایک پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان۔۔۔ اُس وقت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت میں اس کی آنکھیں اور منہ ہوں گے اور حایوں کی شفاعت کرے گا (الحاکم) مگر قیامت کے اول وقت جب سب نفسی پکارتے ہوں گے حضور ﷺ ہی شفاعت کی ابتداء فرمائیں گے اور دروازہ شفاعت آپ کے ہاتھ پر کھلے گا اسی لئے آپ کا لقب شفیع المذنبین ہے۔



## شفاعت کی قسمیں :

شفاعت تین طرح کی ہوگی۔ بلندی درجات کے لئے 'معافی سینات' (گناہوں سے معافی) کے لئے اور میدان محشر سے نجات دلانے کے لئے۔ پہلی شفاعت بے گناہوں کے لئے ہے۔ دوسری صرف گنہگار مسلمانوں کے لئے اور تیسری شفاعت سے فائدہ کفار بھی حاصل کریں گے۔ معلوم ہوا کہ سارا جہاں حضور ﷺ کی شفاعت کا حاجت مند ہے۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ تارک ملت شفاعت سے محروم ہے اس سے پہلی شفاعت مراد ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میری شفاعت گناہ کبیرہ والوں کے لئے بھی ہوگی اس سے دوسری شفاعت مراد یعنی غلو سینات (شامی کتاب الصلوٰۃ) جب سب شفیع شفاعت کر چکیں گے تب رب تعالیٰ فرمائے گا کہ شفیع شفاعت کر چکے اور جن کے قلب میں رانی کے برابر بھی ایمان تھا انہیں بھی جہنم سے نکال کر لے گئے۔

**شفاعت کب ہوگی :** بعض گناہگاروں کو تو بغیر عذاب شفاعت پہنچ جائے گی۔ بعض کی مدت عذاب میں کمی ہو جائے گی اور بعض گناہگار اپنی پوری سزا بھگت کر شفاعت پائیں گے بعض جنت میں پہنچ کر شفاعت کی بدولت بلند درجے پائیں گے۔  
الحاصل کفار و شرکین کا بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک جاننا اور اللہ تعالیٰ کے لئے جہراً بتوں کی شفاعت کو ماننے کا عقیدہ رکھنا صریح شرک ہے۔

ملک التحریر علامہ مولانا محمد نجی انصاری اشرفی کی تصنیف

## عورتوں کا حج و عمرہ :

عورتوں کے حج و عمرہ کے خصوصی مسائل اور زیارت بارگاہ نبوی ﷺ کے آداب کو قلم بند کیا گیا ہے۔ زائرین حج کے لئے بہترین گائیڈ ہونے کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کے لئے حج و زیارت بارگاہ رسول ﷺ کا جذبہ پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ کتاب کے مطالعے سے آپ اپنے آپ کو عالم تصور میں حرمین شریفین میں محسوس کریں گے اور حج و زیارت کے ذوقانی لطف سے سرشار ہو سکیں گے۔



## باذن بندہ کا عمل اللہ کا عمل

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (احزاب/۶۴) اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (احزاب/۸۰) جس نے رسول کا حکم مانا ہے شک اس نے اللہ کا حکم مانا

﴿وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم/۵۳-۵۴) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگروچی جو انہیں کی جاتی ہے (یعنی ہمارے نبی اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں فرماتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ رب کی وحی ہوتی ہے)۔

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ (الانفال/۱۲) اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُتَابِعُونَكَ إِنَّمَا يُتَابِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَتَ فَاِنَّمَا يَنْسُكُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَهُمْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَنْ أَتَاكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (الفتح/۱۰-۱۸) وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑا ثواب دے گا۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاحزاب)

اور اللہ کا رسول ان کے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

﴿إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا﴾ میں تمہارے رب کا رسول ہوں آیا ہوں تاکہ تم کو سترایا دوں۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں انما انا قاسم واللہ يعطی (صحیح بخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔



مختصر یہ کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے عہد مآذون ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے حضور ﷺ کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ حضور ﷺ کا فعل مبارک اللہ تعالیٰ کا فعل مبارک ہے حضور ﷺ کا بیچنا اللہ تعالیٰ کا بیچنا ہے حضور ﷺ کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے حضور ﷺ کا دینا اور حضور ﷺ کا لینا اللہ تعالیٰ کا لینا ہے۔ مقرب الہی ہونے کی بنا پر عہد مآذون مقام محبوبیت پر فائز ہے ایک عام انسان اور عہد مآذون میں یہ بنیادی فرق ہوتا ہے کہ عام انسان نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر بغاوت اور سرکشی کی راہ پر چل نکلتا ہے اور ایسے کو قرب خداوندی سے محروم کر دیا جاتا ہے جب کہ عہد مآذون اللہ تعالیٰ کے قرب خاص کی بنا پر بے پایاں انعامات و نوازشات کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ عہد مآذون عالم رنگ و بو کی رعنائیوں اور دلکشیوں میں کھو کر نہیں رہ جاتا بلکہ اس کا مدعا اور انتہائے مقصود محبوب حقیقی کی رضا اور خوشنودی ہوتا ہے جس کے حصول کے پیش نظر وہ قدم قدم پر بچھے ہوئے رنگینیوں اور دلکشیوں سے سالم و محفوظ گزر جاتا ہے۔ اس کی تمام تر زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ہوتی ہے جس کے صلے میں وہ بندگی میں اتنا پختہ اور یگانہ ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ مشیتِ ایزدی کا ترجمان ہوتا ہے۔

حدیث قدسی ہے (اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس پر) فرماتا ہے۔ جب بندہ (فرائض کی تکمیل کے بعد) نوافل کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ سمیع 'بصراءِ قدرت کے الوار بندے کی سمیع بصراءِ قدرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفاتِ البیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نورِ سمیع سے ستا ہے اسی کے نورِ بصیر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نورِ قدرت سے تصرف کرتا ہے۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفاتِ خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفتِ سمیع کی چلیاں اس کی سمیع میں چپکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کیوں کر نہ سن لے گا۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا عکس ہے عکس ہے اور پر تو ہے۔ پر تو اور ظن غیر مستقل ہوتا ہے اور پر تو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل تو حید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔ (حقیقتِ شرک)



## عقیدہ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ کا باہمی تعلق

سیدنا محمد بنی علیہ السلام کی امت نے سیدنا محمد بنی علیہ السلام کے معجزات کو دیکھا مردوں کو زندہ کرتے دیکھا 'کوزیموں کو شفا یاب کرتے دیکھا' مادرِ زانو نابینے کو مہتمد اور توانا کرتے دیکھا' دوسرے معجزات اور تصرفات کو دیکھا' ان کمالات کو دیکھ کر اپنے نبی کو خدا بنا بیٹھے' ظاہر ہے کہ سیدنا محمد بنی علیہ السلام کے معجزات 'معجزات مصطفیٰ ﷺ کا درجہ نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ کے معجزات تو عام انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر حاوی ہیں۔ پہلے امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے کمالات کو دیکھ کر ان کی نسبتِ خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ امتِ مصطفویٰ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فیض ہے کہ اس نے اس امت کو یہ شعور عطا کیا کہ تم قیامت تک ربیع الاول کے مہینے میں اپنے نبی کی ولادت کو مناتے رہنا تاکہ ڈنکا بجاتا رہے کہ اس نبی کی امت اس کو خدا نہیں بلکہ پیدا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی مانتی ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔ تو گویا میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا منانا حضور ﷺ کی نسبتِ خدا نہ ہونے کا اعلان کرنا ہے۔ نصاریٰ کے برعکس امتِ مسلمہ کا یہ عمل دراصل حضور ﷺ کی نسبتِ ہر شرک کے تصور کو توڑ کر پاش پاش کرنے کے مترادف ہے جب کہ میلاد نہ منانے میں شرک کا شائبہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ولادت کو کیوں نہیں منا رہا ہے؟۔۔۔ کہیں یہ تو نہیں سمجھتا کہ حضور ﷺ پیدا نہیں ہوئے؟۔۔۔ تو ثابت ہوا کہ ولادت کا نیز شرک کو قطع کرنے کا نسخہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی امت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے کمالات و امتیازات عظمت و رفعت اعلیٰ و ارفع مقام اور خصائص کے باوجود آپ کو معبودِ والد نہیں سمجھتی اور نہ ہی حضور ﷺ کی عبادت کرتی ہے بلکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہوئے توحید کے پرچم لہراتی ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ سے شرک کے شبہات ختم ہوتے ہیں اور توحید الہی کا اعلان ہوتا ہے۔ بلکہ جشن میلاد النبی ﷺ عین توحید ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ سے حضور ﷺ کی عہدیت کا اظہار ہوتا ہے۔ معبودِ والد کی میلاد نہیں ہوتی ہے۔



جس کی میلاد ہوتی ہے وہ عید کہلاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندہ خاص ہیں جشن میلاد النبی ﷺ میں اس بات کا بیان ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی میلاد مبارک ۱۲ ربیع الاول بروز دو شنبہ مکہ معظمہ میں ہوئی والدہ سیدہ آمنہ والد حضرت عبداللہ اور دارا حضرت عبدالمطلب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زمان و مکان سے پاک ہے۔ وہ یکتا ہے کسی کا محتاج نہیں سب سے بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ ہی وہ جنا گیا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا امتی ہر نماز میں کئی بار اعلان کرتا ہے کہ ﴿اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

## ایمان باللہ

عقائد :

(۱) اللہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ اسماء میں نہ افعال میں نہ احکام میں نہ سلطنت میں۔  
(۲) واجب الوجود ہے یعنی اُس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال۔ وہ قدیم و ازلی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے باقی وابدی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا۔ وہی معبود برحق اور اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت و پرستش کی جائے۔ اس کے سوا کسی اور معبود برحق کا وجود ہی نہیں۔ نہ چھوٹا نہ بڑا نہ اصلی نہ ظلی نہ خدا نہ خدا زادو یہ نہیں کہ وہ تو معبود اعظم ہے باقی چھوٹے چھوٹے معبود اور بھی موجود ہیں۔

(۳) وہ حي و قیوم ہے۔ موت نہ اس پر بھی طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی طاری ہو سکتی ہے۔ وہ اپنی ذات سے قائم ہے اور سب کو سنبھالے ہوئے ہے۔ خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے جسے جب چاہے زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔



(ہذا) وہ الصمد ہے یعنی سب سے بے نیاز اور بے پروا سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا کسی آن کسی لمحہ محتاج نہیں۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے خصوصاً مصیبتوں میں بیمار یوں میں موت کے قریب اکثر یہ فطرتِ اصلہ ظاہر ہو جاتی ہے اور بڑے بڑے منکرین بھی خدا ہی کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں اور ان کی زبانوں پر بھی بے ساختہ اللہ کا نام آتی جاتا ہے۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ قدرت والا ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے سب کچھ دیکھتا ہے سب کچھ سنتا ہے وہی سب کو جلاتا اور مارتا ہے۔ وہی سب کو روزی دیتا ہے وہی جس کو چاہے عزت اور ذلت دیتا ہے اور وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے کوئی اس کے مثل اور مقابل نہیں۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات سے پاک ہے یعنی نہ وہ جسم ہے نہ اس میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو جسم سے تعلق رکھتی ہیں بلکہ یہ اس کے حق میں محال ہیں لہذا وہ زمان و مکان طرف و جہت شکل و صورت وزن و مقدار زیادہ و نقصان (کی و بیشی) حلول و اتحاد (حلول یعنی سما جانا اتحاد یعنی دو چیزوں کا مل کر ایک ہو جانا) توالد و تحاسل حرکت و انتقال تغیر و تبدل وغیرہ جملہ اوصاف و احوال جسم سے مفرد و بری ہے اور قرآن وحدیث میں جو بعض ایسے الفاظ آئے ہیں مثلاً یَدٌ وَجْہٌ رِجْلٌ ضَحْکٌ وغیرہ جن کا ظاہر جسمیت پر دلالت کرتا ہے ان کے ظاہری معنی لینا گمراہی و بد مذہبی ہے۔ اس قسم کے الفاظ میں تاویل کی جاتی ہے کیونکہ ان کا ظاہر مراد نہیں کہ اس کے حق میں محال ہے (جو کبھی کسی طرح نہ ہو سکے) مثلاً یَدٌ کی تاویل قدرت سے اور وَجْہ کی ذات سے استواء کی غلبہ و توجہ سے کی جاتی ہے۔ لیکن بہتر و اسلم یہ ہے کہ بلا ضرورت تاویل بھی نہ کی جائے بلکہ حق ہونے کا یقین رکھے اور مراد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے کہ وہی جانے اپنی مراد۔ ہمارا تو اللہ و رسول کے قول پر ایمان ہے کہ استواء حق ہے۔ یَدٌ حق ہے اور اس کا استواء تخلیق کا سا استواء نہیں۔ اُس کا یَدٌ مخلوق کا سا یَدٌ نہیں۔ اُس کا کلام و یکنہ سنہ مخلوق کا سا نہیں۔



(۶۷) جس طرح اللہ تعالیٰ عالم اور عالم کی ہر چیز کا خالق ہے اسی طرح ہمارے اعمال و افعال کا بھی وہی خالق ہے۔

(۶۸) جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے علاوہ کسی اور چیز کو قدیم مانے یا عالم کے حادث ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔

(۶۹) ذات و صفات الہی کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب حادث ہیں یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔

(۷۰) خیر و شر کفر و ایمان طاعت و عصیان اللہ تعالیٰ ہی کی تقدیر و تخلیق سے ہے۔

(۷۱) حقیقہً روزی پہنچانے والا وہی ہے فرشتہ و غیرہ وسیلہ اور واسطہ ہیں۔

(۷۲) اللہ تعالیٰ کو نہ اُدگھ آئے نہ نیند کہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے۔ تمام جہاں کا نگاہ رکھنے والا نہ تھکنے نہ اُسکنے نہ تمام عالم کا پالنے والا اور نظام عالم کی تدبیر فرمانے والا ہے۔ ماں باپ سے زیادہ مہربان اور بڑا علم والا ہے۔ اسی کی رحمت نولے دلوں کا سہارا اُسی کے لئے بڑائی اور عظمت ہے۔

حکایت : ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ کیا رب تعالیٰ کو نیند اور اُدگھ آسکتی ہے۔ حکم الہی پہنچا کہ تم اپنے ہاتھ میں دو پانی سے بھری ہوئی کچی شیشیاں لو۔ آپ نے اس پر عمل کیا کچھ دیر بعد نیند کا جھونکا آیا تو ہاتھ سے شیشیاں گر کر ٹوٹ گئیں۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ! جب تم نیند میں دو شیشیاں نہ سنبھال سکے تو اگر مجھے نیند آتی تو میں زمین و آسمان کیسے سنبھال سکتا (کبیر و روح البیان) خیال رہے کہ یہ سوال اطمینان قلب کے لئے تھا نہ کہ بدعتیگی سے۔ انبیاء کرام پیدا کتنی عارف باللہ ہوتے ہیں۔

(۷۳) اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں بے شمار حکمتیں ہیں خواہ ہم کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے وہی اچھا ہے خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ علیم و مجیر یعنی بہت زیادہ جاننے والا بہت زیادہ حکمتوں والا ہے اور وہ اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی کام کو بُرا سمجھنا یا اُس پر اعتراض کرنا یا ناراض ہونا یہ کفر ہے۔ (۷۴) اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا مگر اچھے پر خوش ہوتا ہے اور



نہ سے پر ناراض۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ ایسے کام کا حکم نہیں فرماتا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ گناہوں کا بخشتے والا اور توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ ہی ہر ذی روح کو رزق دیتا اور روزی پہنچاتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق کو وہی روزی دیتا اور وہی اس کی پرورش کرتا ہے۔ وہی ساری کائنات کی تربیت فرماتا اور ہر چیز کو آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ بتدریج اُس کے کمال مقدار تک پہنچاتا ہے۔ وہی رب العالمین ہے۔ حقیقت روزی پہنچانے والا وہی ہے۔ ملائکہ وغیرہم وسیلے اور ہمارے اُس کے درمیان واسطے ہیں۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ جسے جو چاہے دے اور جس سے جو چاہے چھین لے۔ کسی کو اس پر قابو نہیں اور نہ کوئی اس کے ارادے سے اُسے باز رکھنے والا۔ اُس پر کوئی حکم نہیں کر سکتا۔ اُس پر ثواب یا عذاب نہیں یا بندے کے ساتھ لطف یا اس کے ساتھ وہ کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو اُس پر کچھ واجب نہیں نہ جو کچھ کرتا ہے وہ اس کا فضل اور اس کی مہربانی ہے۔

(ہذا) کوئی شخص اپنے حقوق کا اظہار کر کے اُس سے کسی چیز کا مستحق اور حقدار بن جائے یہ اُس کی شان ہے نیازی کے خلاف ہے مثلاً کوئی شخص عبادت و ریاضت میں مصروف رہ کر اس کا مدعی نہیں بن سکتا کہ وہ اس کے بدلے میں اُسے جنت دے ہی دے گا۔ ہاں اس نے اپنے کرم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بندوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اجر اس نیک کام کرنے والے کی مرضی کی مطابق ہی ہو۔ اُسے اختیار ہے کہ جس صورت سے چاہے اُسے اجر عطا فرمائے اور اپنی نعمتوں سے نوازے۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا عدل و انصاف ہے اور ظلم و جور سے وہ پاک و صاف ہے۔ ظلم کہتے ہیں حد سے تجاوز کرنے کو خدا کی ذات ایسی ہے جو ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک ہے تو حد سے تجاوز نہیں ہوتا کہ نہ اس کے لئے حد ہے نہ وہ محدود ہادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت زدہ حقوق پر ظلم ہو رہا ہے لیکن اگر دقیق نظر سے دیکھا اور



غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نہ معلوم کیا کیا مصلحتیں اس میں پوشیدہ ہیں اور کون کون سے اعمال کا نتیجہ ہیں اُس نے فرما دیا ہے کہ بمقتضائے عدل کفار کو جہنم میں داخل فرمائے گا اس کے وعدے وعید نہیں بدلتے۔ اُس نے وعدہ فرمایا ہے کہ کفر کے سوا ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جسے چاہے معاف کر دے گا۔

(ہمز) نفع ضرر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مظلوم کی فریاد کو پہنچنا اور ظالم سے بدلہ لیتا ہے۔ ہاں ظالم کو ذلیل دیتا ہے کہ ظلم سے باز آ جائے۔ قہر و غضب فرمانے والا ہے۔ اس کی پکار نہایت سخت ہے جس سے بے اُس کے چھڑائے کوئی چھوٹ نہیں سکتا۔ جس کو چاہے بلند کر دے اور جس کو چاہے پست۔ ذلیل کو عزت دے اور عزت والے کو ذلیل کر دے۔ جس کو چاہے راہِ راست پر لائے اور جس کو چاہے سیدھی راہ سے الگ کر دے۔ جسے چاہے اپنا مقبول بنالے اور جسے چاہے مردود کر دے۔

(ہمز) اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق عالم اسباب میں مسببات کا اسباب سے رہا فرما دیا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے کان سنتا ہے آگ جلاتی ہے پانی پیاس بجھاتا ہے۔ وہ چاہے تو آنکھ سنے کان دیکھے پانی جلائے آگ پیاس بجھائے نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں دن کو پہاڑ نہ سو جھے کروڑوں آگ ہوں ایک تھکے پر داغ نہ آئے کس قہر کی آگ تھی جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کافروں نے ڈالا کوئی پاس بھی نہ جاسکتا تھا اُسے ارشاد ہوا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو ابراہیم پر۔ اور وہ آگ گلزار بن گئی۔

(ہمز) اللہ تعالیٰ کی ذات صفات سلویہ سے مہر اور پاک ہے مثلاً وہ جاہل نہیں بے اختیار و بے کس نہیں کسی بات سے معذور وہ عاجز نہیں اندھا نہیں بہرا نہیں گونگا نہیں ظالم نہیں تمام حوادث سے پاک ہے۔

(ہمز) حیات قدرت سمع بصر کلام اور ارادہ و مشیت اُس کے صفات ذاتیہ ہیں مگر کان آنکھ زبان سے اس کا سننا دیکھنا کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں اور اجسام سے وہ پاک ہے۔ انسان اپنے دیکھنے اور سننے کے لئے بہت سی چیزوں کا محتاج ہے مثلاً کان آنکھ وغیرہ پھر اگر کان آنکھ بھی ہوں اور قوت بصارت یا سماعت نہ ہو تو وہ آلہ بھی بیکار ہے پھر



اگر دونوں متبع ہوں اور کوئی چیز درمیان میں حائل ہو یا آواز بہت پست یا بہت دور کی ہو تب بھی انسان دیکھنے اور سننے سے عاجز رہتا ہے۔ غرض انسان اپنے اوصاف میں محتاج ہے لیکن خدا کسی کا محتاج نہیں۔ ہر پست سے پست آواز کو سنتا ہے ہر باریک سے باریک کو کہ خود دین سے محسوس نہ ہو وہ دیکھتا ہے۔

(ہذا) مثل دیگر صفات کے اس کا کلام بھی قدیم ہے 'حادث و مخلوق نہیں' یوں ہی اس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآن عظیم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے 'مصحف' میں لکھتے ہیں اس کا کلام قدیم بلا صوت (آواز سے پاک) ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور ہماری آواز یہ حادث ہے یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے (کہ پہلے نہ تھا اب پایا گیا) اور جو ہم نے پڑھا وہ قدیم ہے ہمارا لکھنا حادث ہے اور جو لکھا وہ قدیم۔ ہمارا سننا حادث ہے اور جو سنا وہ قدیم ہمارا حفظ کرنا حادث ہے اور جو ہم نے حفظ کیا قدیم یعنی متجلی (تجلی والا) قدیم ہے۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے کو محیط ہے یعنی تمام موجودات 'معدومات' 'ممکنات' 'محالات' کو ازل میں جانتا تھا اور اب جانتا ہے اور اب تک جانے گا۔ لوگوں کے خطروں اور وسوسوں پر اس کی نظر ہے۔ اُسے سب کی خبر ہے اور اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ غیب و شہادت 'غائب حاضر' سب کو جانتا ہے۔ علم ذاتی اس کا خاصہ ہے۔ جو شخص علم ذاتی 'غیر اللہ' کے لئے ثابت کرے کافر ہے۔ علم ذاتی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے بغیر خود حاصل ہو۔

(ہذا) مکتوبین و تخلیق اسی کے لئے ہے یعنی وہی ہر شے کا خالق ہے۔ تمام عالم اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور آئندہ بھی ہر چیز وہی پیدا کرے گا۔ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ اور عالم کا مادہ (آگ پانی ہوا خاک جنہیں اربع عناصر کہتے ہیں) سب اسی کی مخلوق ہے۔ چیزوں کے پیدا کرنے میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اُس کو کسی مدد کی ضرورت ہے اگر وہ چاہتا کہ فلاں کام ہو جائے تو وہ ہو جاتا ہے چنانچہ نص قرآنی کن فیکون سے ظاہر ہے یعنی وہ حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ تخلیق عالم اسی پر ہوئی۔ اور جس کو وہ چاہتا ہے کہ وہ نہ ہو وہ کبھی لباس وجود میں نہیں آسکتا 'کبھی ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ غرض وہی ہر شے کا خالق ہے ذوات ہوں خواہ افعال سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مارنا جلانا 'چلانا' صحت دینا'



بہارِ اہلِ حق، یعنی کرنا، فقیر کرنا وغیرہ صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنہیں صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ فعلیہ بھی کہتے ہیں ان سب کو صفاتِ تخلیق و تکوین کی تفصیل سمجھنا چاہئے۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اور جو چیز محال ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کی قدرت اُسے شامل ہو، محال اُسے کہتے ہیں جو موجود نہ ہو سکے اور جب مقدور اور تحت قدرت ہوگا تو موجود ہو سکے گا پھر محال نہ رہا مثلاً فناءِ باری تعالیٰ محال ہے اگر تحت قدرت ہو تو ممکن ہوگی اور جس کی فکر ممکن ہو وہ خدا نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا اللہ کی الوہیت ہی سے انکار کرنا ہے۔

(ہذا) اللہ تعالیٰ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے اور ہر اس چیز سے جس میں عیب و نقصان کا اس میں ہونا ہو، محال ہے۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہونے نقصان، نہ وہ بھی اس کے لئے محال ہے مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل، بے حیائی وغیرہ عیوب اس پر قطعاً محال ہیں اور یہ سمجھنا کہ محالات پر قادر نہ ہوگا تو قدرت ناقص ہو جائے گی۔۔۔ باطل محض ہے کہ اس میں قدرت کا کیا؟ نقصان تو اس محال کا ہے کہ تعلق قدرت کی اس میں صلاحیت نہیں۔

فائدہ: وہابیہ دیوبندیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قدرت ہے۔ باری معنی کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے یہ محض باطل ہے اور محال کو ممکن ٹھہرانا اور خدا کو بھی بتانا بلکہ خدا سے انکار کرنا ہے جبکہ کذب (جھوٹ) تو ایسا گندہ اور گھنواہ عمل ہے جس سے تھوڑی سی ظاہری عزت والا بھی بچتا چاہتا ہے بلکہ حقیر سے حقیر انسان بھی اپنی طرف اس کی نسبت کرتے شرماتا ہے۔ کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کر سکتا ہے؟ مسلمان تو مسلمان کہ اس کے لئے رب تعالیٰ کی امان ہے۔۔۔ معمولی سمجھ والا یہودی اور نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت لکھنا اور کہنا درکنار سننا گوارہ نہ کرے گا۔ جو خدائے قدوس کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے وہ یہودیوں اور نصرانیوں سے بدتر ہے مگر وہابیہ دیوبندیہ میں شرم و غیرت کہاں۔

العظمۃ اللہ اگر کذب الہی خدائے قادر و قیوم کا جھوٹا ہونا ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن



لازم آئیں کہ اٹھائے نہ اٹھیں اور کافروں لمحوں کو اعتراض و عناد کی وہ راہیں ملیں کہ  
مٹائے نہ ملیں۔ حشر و نشر حساب کتاب 'جنت و نار' ثواب و عذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ  
نہ ملے کہ آخر ان پر ایمان صرف اخبار الہی سے ہے جب اسی میں کذب (جھوٹ) ممکن ہو  
تو عقل کو ہر خبر الہی میں احتمال رہے گا کہ شاید ٹھیک نہ ہو۔۔۔ والہیاء باللہ تعالیٰ

## لقاء الہی (دیدار الہی) پر ایمان

لقاء الہی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کی تصدیق کی جائے کہ آخرت  
میں اللہ عزوجل کا دیدار ہوگا چنانچہ قرآن حکیم نے لقاء الہی کو مومن کے لئے بہترین نعمت  
قرار دیا ہے اور فرمایا ہے ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا  
يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (کہف: ۱۱) کہ جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اسے  
چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے (جو شخص  
آخرت میں دیدار باری تعالیٰ کی تمنا رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ عمل صالح کو اختیار کرے اور  
اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے)۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان والوں کو دیدار خداوندی نصیب ہوگا۔  
حدیث پاک میں ہے کہ انکم سترون ربکم يوم القيامة كما ترون القمر ليلة البدر  
تم عنقریب اپنے اللہ کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودہویں رات کا چاند دکھائی دیتا ہے۔  
اس حدیث میں تشبیہ محض دیکھنے میں ہے چاند اور ذات باری تعالیٰ میں تشبیہ نہیں ہے۔  
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار مواجہہ اور قرب و بعد میں نہ ہوگا اسی آنکھ کو قوت بصیرت  
عطا ہو جائے گی۔ جو لوگ دیدار الہی کو دل کی آنکھ (چشم بصیرت) سے دیکھتے ہیں وہ قیامت  
کے دن چشم نر دیکھیں گے۔ عالم آخرت حقیقت کے ظاہر ہونے کا مقام ہے۔ جو آج باطن  
ہے کل ظاہر ہوگا 'جو آج پوشیدہ ہے وہ کل واضح ہوگا۔ شارع علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے  
اس پر ایمان رکھنا چاہئے۔ ہاں اس کی کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔



﴿وَجُودٌ يُؤْمِنُ بِفَاضِلَةِ إِلَى رَبِّهَا نَافِلَةً﴾ (الغیمہ/۲۳) کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

اہل سنت کا یہ منظر عقیدہ ہے کہ دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن معتزلہ، خوارج اور دیگر بدعتی فرقے اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رویت کے لئے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ذاتِ باری ان سے مبرا ہے۔ اس لئے رویت کا تحقق ناممکن ہے۔ وہ کہتے ہیں رویت کے لئے دیکھنے والے کا دینا ہونا، جس کو دیکھا جا رہا ہے اس کا محسوس ہونا، کسی جہت میں پایا جانا، نہ زیادہ نزدیک اور نہ زیادہ دور ہونا ضروری ہے اور جب اللہ تعالیٰ جہت سے محسوس ہونے سے دوری اور نزدیکی سے پاک ہے تو اس کی رویت کیسے تحقق ہو سکتے ہیں۔

اہل سنت اس کا جواب دیتے ہیں کہ تم عالمِ آخرت کے حقائق کو عالمِ دنیا پر قیاس کر رہے ہو جو سراسر نادانی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ رویت تحقق ہوگی اور ان شرائط کے پائے جانے کے بغیر تحقق ہوگی۔ کیف، جہت اور ثبوت مسافت کے تکلفات کے بغیر آنکھیں رب کریم کا دیدار کریں گی، نیز کثیر احادیث سے جو مجموعی طور پر جہد تو اتر تک پہنچی ہوئی ہیں رویت خداوندی کا ثبوت ملتا ہے۔ اتنی کثیر احادیث کا انکار کیونکر ممکن ہے۔

صحیحین کی حدیث ہے جو جبرائیلؑ سے منقول ہے: قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى وَسَلَّمَ إِذَا نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبِّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا تَضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ هُمْ حُضُورٌ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے اچانک حضور ﷺ نے چودہویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودہویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو۔

زید ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِرَدِّ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةِ النَّظَرِ عَلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقِ اِلَى لِقَاكَ اَلٰهِيْ مِّنْ تَحْتِىْ مَوْتِ كَيْ بَعْدَ اَرَامٍ وَهْ زَمَدَنِيْ كَا سَوَالٍ كَرْتَا هُوْنَ۔ مجھے اپنے ربؐ انور کو دیکھنے کی لذت عطا فرما اور اپنی ملاقات کا شوق بخش!



اہل جنت جب لذت دیدار سے محظوظ ہوں گے تو جنت کی کسی اور نعمت کی طرف وہ توجہ نہ کریں گے۔ عن جابر قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اهل الجنة في نعيمهم اذ سطح عليهم نور فرفعوا رؤسهم فاذا الرب تبارك وتعالى قد اشرف عليهم من فوقهم وقال السلام عليكم يا اهل الجنة وذلك قوله تعالى سلام قولا من رب رحيم . قال فينظر اليهم وينظرون اليه ولا يلتفتون بشئ من النعيم ماداموا ينظرون اليه حتى يجب عنهم ويبقى نوره وبركته في ديارهم ... رواه ابن ماجه والدارقطني (مظہری) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اہل جنت اپنی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اچانک ایک نور چمکے گا وہ اپنے سروں کو اٹھائیں گے پس وہ دیکھیں گے کہ ان کا رب تبارک و تعالیٰ ان کی طرف توجہ فرما رہے اور انہیں سلام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف دیکھے گا اور وہ بندے مشاہدہ جمال الہی میں یوں مستغرق ہوں گے کہ جنت کی نعمتوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی انہیں گوارہ نہ ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے اوپر حجاب عظمت ڈال لیں گے۔ اس کا نور اور اس کی برکت ان میں باقی رہے گی (تفسیر فیما القرآن)

کیا دنیا میں ویدارا الہی ممکن ہے :

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں تعبد اللہ کانک تراہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ حدیث کے الفاظ کانک تراہ کا بعض لوگ یہ مفہوم لیتے ہیں کہ دنیا میں اللہ عزوجل کا دیدار ہو سکتا ہے وہ کہتے ہیں تعبد اللہ کانک تراہ اشارہ ہے مقام فنا کی طرف کہ جب بندہ اپنی ذات کو فراموش کر دے گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں ہے تو اس منزل پر پہنچ کر وہ خدا کو دیکھ لے گا لیکن یہ معنی کرنا صحیح نہیں۔ حدیث کے الفاظ تعبد اللہ کانک تراہ کا مطلب یہ ہے کہ تم عبادت میں اتنا غلو ص خشوع اور خضوع پیدا کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ فان لم تکن تراہ تو اگرچہ تم



اس کو دیکھتے نہیں تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور جب وہ تم کو دیکھ رہا ہے تو پھر عبادت و بندگی ایسی ہونی چاہیے جیسی کہ مالک کی موجودگی میں ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **واعلموا انکم لن تدوا ربکم حتی تموتوا** (مسلم شریف) جان لو تم اس دنیا میں خدا کو نہیں دیکھ سکتے حتیٰ کہ تم مر جاؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دنیا میں دیدار باری تعالیٰ ممکن نہیں! البتہ آخرت میں مومن کو اس کے دیدار کا شرف حاصل ہوگا جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

### دنیا میں دیدار الہی حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے:

دنیا میں بحالت بیداری اللہ تعالیٰ کی زیارت کا شرف صرف حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہ کرام کا یہ ہی مسلک ہے۔ اولیاء اللہ کو بھی بحالت بیداری اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو سکتا۔

### خواب میں دیدار الہی:

دل کی نگاہ سے یا خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار دوسرے انبیاء علیہم السلام بلکہ بہت سے اولیاء کرام کو بھی نصیب ہوا اور آخرت میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ اپنا دیدار دکھائے گا مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار بلا کیف ہے یعنی دیکھیں گے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے؟ اور کس طور پر دیکھیں گے۔ یہ ایمان رکھو کہ قیامت میں ضرور اس کا دیدار ہوگا جو آخرت کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے (جنتی زیور)۔

جس مسلمان کے بھی نصیب جاگیں گے خواب میں اسے دیدار الہی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی کیفیت الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کی جاسکتی۔ قیامت کے روز جو دیدار ہوگا اس کی کیفیت و نوعیت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ فرشتوں کو جنت میں دیدار الہی ہوگا۔ عورتیں بھی آخرت میں دیدار الہی سے مشرف ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار خواب میں صحیح اور حق ہے۔ سلف صالحین سے اس کے متعلق روایات ملتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو



دیکھا ہے اور عرض کیا اے پروردگار! سب عبادتوں میں افضل ترین عبادت کون سی ہے اور تیری بارگاہ میں پہنچنے کا نزدیک تر راستہ کونسا ہے؟ فرمایا قرآن مجید کی تلاوت۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک سو بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تھا۔ ابن سرین رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر تابعین اور خواب کی تعبیر بتانے والوں کے امام مانے جاتے ہیں فرماتے ہیں جو شخص خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہشت میں جگہ پائے گا اور رنج و غم سے نجات پائے گا۔

یہ درحقیقت مشاہدہ قلبی ہے اور ظاہری آنکھ سے دیکھنے سے قاصر ہے۔ اگر کوئی آنکھ سے دیکھے تو وہ دیکھنا مثالی ہے حق تعالیٰ مثل نہیں مگر مثالی ہے۔ قرآن مجید نے اس مثال کو کس انداز میں بیان کیا ہے ﴿مِثْلُ نَوْرٍ كَمُشْكُوٰةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ﴾ اللہ کے نور کی مثال اس نور کی سی ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشے کے فانوس میں روشنی دے رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مصباح و زجاجہ یا چراغ شیشہ اور فانوس کی تشبیہ سے پاک ہے۔ اُسے زجرون کے درخت کی تشبیہ بھی زیب نہیں دیتی۔ ہاں اس کے نور کی مثال میں یوں ہے جس طرح قرآن کو جیل مشین سے مثال دی گئی ہے۔ حقیقت میں ایک ہی قرآن کے مشابہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عالم خواب بھی عالم مثال ہے۔ اس کلام کی پوری تحقیق جیہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل سے معلوم ہوتی ہے۔

**ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف**

**حضور ﷺ کی صاحبزادیاں:** قصر شعیب کی بنیادوں کو ڈھانے والی کتاب حضور نبی کریم ﷺ کی تین صاحبزادیوں کی شان میں لکھا گیا اور تہمت لگانا ان بدعتیوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ روافض قطعاً نمایان اہلیت نہیں ہیں بلکہ وہ گستاخان اہلیت ہیں۔ بدعتیہ روافض کا باطل عقیدہ (تحریف قرآن) یہ ہے کہ سیدہ زینب سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں ہیں بلکہ منہ بولی اور صرف منسوب صاحبزادیاں ہیں۔ روافض صرف سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کو حضور نبی کریم ﷺ کی اکلوتی صاحبزادی مانتے ہیں۔ اس کتاب میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں مدلل و مستوث جواب دیا گیا ہے۔



## عبادت کے معنی

عبادت کے معنی انتہاء تکمیل اور غایت خصوص کے ہیں یعنی انسان اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلت و پستی کے اس آخری درجے میں سمجھے کہ جس کے بعد عاجزی اور ذلت کا کوئی درجہ ہی نہ ہو۔ اس قسم کی عاجزی کرنے والا عابد ہے اور ایسی عاجزی عبادت ہے۔ عبادت کا تعلق نہ تو مافوق الاسباب امور سے ہے اور نہ خائبہ خدا سے بلکہ اس کا تعلق محض اعتقاد سے ہے اور ظاہر ہے ایسی عاجزی اور ایسی ذلت و پستی کا اظہار اس ہستی کے لئے کیا جاسکتا ہے جس کے متعلق صفات مسئلہ کا اعتقاد رکھا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں خود بخود اس میں موجود ہیں کسی نے اس کو کوئی صفت دی نہیں اور یہ صفات ذاتیہ استحقاق عبادت کا مناط و مدار ہیں۔ ان صفات ذاتیہ کا کسی میں ثابت کرنا استحقاق عبادت والویت کا ثابت کرنا ہے اور جو صفت استحقاق عبادت کا مناط ہے خواہ وہ علم ہو یا قدرت، تصرف ہو یا خالقیت اس کا ذاتی اور مستقل ہونا ضروری ہے ورنہ افراد ممکنات کا مستحق عبادت ہونا لازم آئے گا کیونکہ عطائی، غیر مستقل، حادث صفات افراد مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ استحقاق عبادت کے لئے صفات مسئلہ لازم ہیں اور صفات مسئلہ کے لئے استحقاق عبادت لازم ہے۔ کسی کو مستحق عبادت کہنا اس کے لئے استقلال ذاتی کو ثابت کرنا ہے اور کسی کو مستقل بالذات ماننا مستحق عبادت قرار دینا ہے۔

اسلام میں عبادت کا تصور: عبادت کا لفظ دنیا کے ہر مذہب میں موجود ہے۔ ہر مذہب کے بانی نے اپنے پیروں کو عبادت کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بھی ہر مذہب نے علیحدہ علیحدہ مقرر کیا ہے لیکن عبادت کی جو حقیقت و تشریح اسلام نے کی ہے وہ ایسی ہے جس کو معلوم کر کے ہر سلیم العقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ واقعی عبادت یہ ہے اور دیگر مذاہب نے جو عبادت کا طریقہ اور تشریح کی ہے کہیں تو وہ نامکمل ہے اور کہیں اس کی روح ہی مفقود ہے اور کہیں ایسے کاموں کو عبادت میں شمار کر لیا ہے جو فطرتاً و عقلاً عبادت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔



عرب کی عبادت یہ تھی کہ دنیا کے بخش و آرام اور اس کی لذتوں کو چھوڑ کر جنگل اور  
دیرانوں میں بیٹھ جاؤ اور دنیا سے قطع تعلق کر کے مجرد زندگی بسر کرو۔

یہود کی عبادت یہ تھی کہ ہفتہ کے دن چھٹی کی جائے اور اس دن کوئی کام نہ کیا جائے  
اس کے علاوہ جب بھی انھیں موقع ملتا تو ان کے سامنے سر جھکا لیتے۔

عیسائیوں کی عبادت حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصویروں اور مجسموں  
کو پوجنا اور اپنے جسم کو سخت تکالیف پہنچانا تھا۔ انھوں نے اپنے جسم کو تکلیف پہنچانے کے  
بہت سے سخت طریقے ایجاد کر لئے تھے اور اس کا نام انھوں نے عبادت رکھ لیا تھا۔

یونانی اپنے بادشاہوں کے مجسموں اور ستاروں کے پتھروں کے پجاری تھے۔

روم و ایشیا کو چک، یورپ امریکہ، مصر بربر، حبشہ وغیرہ عیسائی ملکوں میں حضرت مریم  
وعیسیٰ علیہما السلام کی مورتیوں کو پوجا جاتا تھا۔

زردشت کی مملکت میں آگ کی پرستش کی جا رہی تھی۔

ہندوستان سے لے کر کابل و ترکستان تک اور چین سے جزائر ہند تک بدھ کی  
مورتیوں، سادھویوں اور سوکھی جلی ہڈیوں کی راکھ کی پوجا ہوتی تھی۔ چین کے کھو شش اپنے  
باپ دادا کی مورتیوں کے آگے خم تھے خاص ہندوستان میں سورج گنگا اور تاروں کی  
عبادت ہوتی تھی۔

غرض کہ یہ تھا دنیا کے مذاہب اور اس کے پیروں کی عبادت کا مختصر نقشہ۔ ایسے وقت  
میں جب کہ دنیا پتھروں، درختوں، جانوروں، دیوتاؤں اور سیاروں کی پرستش کر رہی تھی اور  
ساری کائنات خدائے واحد کو چھوڑ کر آسمان سے زمین تک کی مخلوقات کو پوج رہی تھی۔  
ایک بے آب و گیاہ ملک کے گوشے سے یہ آواز آئی ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ﴾ اے  
لوگو! اللہ واحد کی پرستش کرو۔ اسی ایک اکیلے خدا کی عبادت، عبادت ہے اور مخلوق کو  
پوجنا اور غیر اللہ کی پرستش کرنا عبادت نہیں، جہالت ہے۔

معلوم ہے کہ یہ آواز دینے والا اور مخلوق کو خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کرنے والا کون تھا؟  
ہاں یہ وہی تھے جن کے متعلق عامر ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی واللہ لولا ا



فَت مَّا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلِينَا قسم بخدا اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم راستہ پاتے نہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔۔۔ گو یا اس شعر میں حضور نبی کریم ﷺ کے احسان کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ آپ ہی کی تعلیم تھی جس نے نہ صرف اہل عرب کو بلکہ ساری کائنات کو عبادت کے صحیح طریقوں سے آشنا فرمایا۔ اگر آپ کی ذات ستودہ صفات نہ ہوتی تو آج سارے جہاں کے انسانوں کی پیشانیاں غیر اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہوتیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عبادات کا اصل مفہوم بتایا اور کائنات کے معبودوں (عبادت گاہوں) سے تمام باطل معبودوں کو باہر نکال کر پھینک دیا اور خدا کے سامنے تمام مخلوقات کی گردنیں جھکا دیں اور صاف اعلان فرما دیا ﴿اعبدوا ربکم﴾ صرف ایک خدا کو پوجو اسی کو پوجنا اسی کی پرستش کرنا عبادت ہے۔ پھر آپ نے عبادت اور اس کا صحیح طریقہ پیش کیا اور بتایا عبادت کے لئے کسی خارجی رسم کی ضرورت نہیں ہے۔ آگ جلانا، مورتیوں کے سامنے رکھنا، گھنٹوں اور ناقوں سے عبادت کو دلکش و دلغریب بنانا، ساز و ترنم اور جرس وغیرہ حتیٰ کہ کسی خاص لباس کی بھی قید نہیں ہے اور ان تمام غیر ضروری رسوم سے اسلام کی عبادت پاک ہے۔ اسلام کی عبادت کے لئے تو صرف پاک لباس جو ستر پوشی کر سکے پاک جسم اور پاک دل کی ضرورت ہے۔

ہر مذہب نے اپنی عبادت کو اعلیٰ چوڑے کی چار دیواری میں محدود کر دیا ہے۔ بت خانوں سے باہر اور آتش کدوں سے الگ ان کے ہاں کوئی عبادت نہیں ہے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے دنیا کو بتایا کہ کائنات کا ہر حصہ معبود (عبادت کی جگہ و مقام) ہے اور زمین کا ہر گوشہ عبادت خانہ ہے۔ تم کہیں بھی ہو، سمندر میں یا خشکی میں، ہوا میں یا زمین پر، ہنگامہ کارزار میں یا ریل و جہاز میں، ہر جگہ خداوند قدوس کی عبادت کر سکتے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔۔۔ اللہ نے مجھے بعض ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے پیغمبروں کو نہیں دی گئیں۔ جعلت لی الارض مسجداً روئے زمین کو میرے لئے مسجد گاہ بنایا گیا ہے۔ یعنی سمندر میں، ہوا میں، خشکی میں، ٹری میں، ہر جگہ مسلمان اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو سکتا ہے اور کسی بھی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد کے علاوہ بھی عبادت



کر سکتا ہے کیونکہ ﴿ادعونی استجب لکم﴾ تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔۔۔  
یعنی عرض حال کرنے کے لئے کسی بت، کسی مجسمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس مکان میں  
زمین کے جس گوشہ میں رب کو پکارو گے وہ جواب دے گا۔

بعض مذاہب میں مرغوب عبادت یہ تھی کہ اپنے نفس یا اپنی اولاد کو آگ میں جلا دیا  
ور یا میں ڈبو دیا اور اسی طرح خدا کے حضور تقرب حاصل کیا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم  
ﷺ نے فرمایا: بے وقوف۔۔۔ اس طرح اپنے آپ اور اپنی اولاد کو ہلاک کر دینا بھی کوئی  
عبادت ہے۔ جان و ثنی ہے تو سچائی کی حمایت میں کمزوروں کی مدد کے لئے دیا یہ عبادت  
ہے۔ اپنے ہاتھ سے خودکشی کرنا یہ عبادت نہیں ہے۔

اسی طرح عام خیال تھا کہ اپنے نفس کو تکلیف دینا یہ بھی عبادت ہے چنانچہ یونانی  
فلسفیوں میں اشرافیت، عیسائیوں میں رہبانیت، ہندوؤں میں جوگیت اسی نظریہ کا نتیجہ تھا۔  
یہ لوگ گوشت نہ کھاتے، ننگے رہتے، ایک سال تک کسی مقام پر کھڑے رہتے، اہل و عیال دنیا  
کی نعمتوں کو چھوڑ کر تجرور رہبانیت اختیار کرتے اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے لیکن  
حضور رحمۃ اللعالمین تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: لا یكلف الله نفسا الا وسعها  
ما جعل علیکم فی الدین من حرج خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا اللہ  
نے تمہارے لئے دین میں سہولت کی ہے۔

خدا رب العالمین ہے۔ ماں باپ سے زیادہ بندوں سے محبت فرماتا ہے۔ وہ  
تمہاری ان مشقتوں سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی بات کا حکم فرماتا ہے جو تمہاری وسعت  
قدرت اور اختیار میں نہ ہو۔ دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لینا اور ویرانوں میں جا کر تلاش حق  
کرنا عبادت نہیں ہے۔ لا رہبانیه فی الاسلام اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

عبادت یہ ہے جس میں خالق و مخلوق دونوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے عزیزوں  
رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو، یتیموں، غریبوں، تنکسوں کی  
امداد کرو، حلال کی روزی کھاؤ، دنیا کی نعمتوں سے لذت حاصل کرو، عمدہ اور صاف کپڑے  
پہنو، اچھے اور پاک کھانے کھاؤ اور خدا کے حضور پانچ وقت حاضر ہو جاؤ اور اللہ کے حقوق



بھی ادا کرو یہ ہی عبادت ہے اور یہ ہی انسان کا کمال ہے۔ اسلام نے جو عبادت کا مفہوم پیش کیا ہے وہ دراصل ایک فطری چیز ہے جس کو عظیم طبیعت فوراً قبول کر لیتی ہے۔

بہر حال عبادت کے لغوی معنی عاجزی کے ہیں اور اصطلاح میں عبادت کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو خدا سمجھ کر اس کے حضور عبودیت کا نذرانہ پیش کرنا اور اس کے احکام بجالانا یہ سمجھ کر کہ یہ حکم خدا کا ہے۔ انسان کیسا بھی اچھا کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کی خوشی اور اس کی اطاعت نہ ہو تو وہ ہرگز عبادت نہیں ہے اور نہ ہی اسلام کی تعلیم ہے۔ ﴿ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین﴾ میری نماز میرا حج میری موت اور زندگی سب خدا کے لئے ہے۔

اس سے معلوم ہوا مسلمان جو بھی نیک کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کے حکم کی بجا آوری اور اس کو خوش کرنا ہے تو وہ عبادت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انما الاعمال بالنیات اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں نیت اور اخلاص نہایت ضروری ہے۔ انسان کا ہر وہ کام جس سے مقصود خوشنودی خدا ہے عبادت ہے اور اگر اس کام سے مقصود شہرت اور دنیا کاری ہے تو یہ عبادت نہ ہوگی کیونکہ جو عبادت خلوص نیت سے خالی ہو اس میں تقویٰ کہاں ہوگا اور عبادت کی غرض و غایت تقویٰ بھی ہے۔

تقویٰ انسان کے قلب کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے دل میں نیک کام کرنے کی امنگ اور برائیوں سے نفرت ہوتی ہے اور وہ کام خاص رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿لعلکم تتقون﴾ یہ عبادت اس لئے ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اسی حدیث انما الاعمال بالنیات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صرف نماز روزہ زکوٰۃ اور حج ہی عبادت نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جس سے مقصود خدا کی رضا ہو وہ عبادت ہے مثلاً کسی شکستہ دل کی تسکین کے لئے تسلی و تسخنی کی بات کرنا اور کسی گنہگار کو معاف کرنا بھی عبادت ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿قول معروف و مغفرة خیر۔۔۔﴾ اچھی بات کہنا اور معاف کرنا



اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے ستانا ہو۔ اس آیت کی تشریح حضور نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی کہ کل معروف صدقة تبسمك في وجه اخيك صدقة واماطة الاذى عن الطريق صدقة الصاعى على الارملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔ کسی بھائی کو دیکھ کر اس کو خوش کرنے کے لئے مسکرائنا راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی خیرات ہے، بیوہ غریب کی مدد کرنا، خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے (بخاری)

اسی طرح لوگوں کے درمیان بغض و فساد کے اسباب کو دور کرنا محبت پھیلانا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں روزہ نماز سے بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی فرمائیے یا رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا: اصلاح ذات البین آپس کے تعلقات کا درست رکھنا۔

ان مثالوں سے واضح ہوا اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے۔ اس کا سونا جاگنا کھانا تھارت کرنا وغیرہ سب ہی عبادت ہیں جب کہ اس سے مقصود اللہ رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو۔

**عبادت کے متعلق مودودی صاحب کا نظریہ :** مودودی صاحب

کے نزدیک بہت پرستوں کا چلنا پھرنا سونا جاگنا کھانا بیٹھنا اور کھانا چینا بھی خدا کی عبادت ہے اور ان کی بہت پرستی بھی اسی کی عبادت ہے۔ موصوف نے "عبادت کا تصور" عنوان قائم کر کے اپنی تفہیمات کے صفحہ ۳۴ پر عبادت کی جو تشریح فرمائی ہے وہ یہ ہے:

"انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکر خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پھر کو خدائی کی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لا محالہ وہ بغیر جانے بوجھے بلا عمدہ و احتیاج طوعاً و کرہاً خدا ہی کی عبادت کر رہا ہے۔ اسی کے سامنے سر بسجود ہے اور اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے۔ اس کا چلنا پھرنا سونا جاگنا کھانا بیٹھنا سب اسی کی عبادت ہے"



کیا مودودی صاحب یا دلدادگان مودودی سے کوئی صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ مودودی صاحب سے پہلے بھی کسی نے اسلامی عبادت کی یہ تشریح کی ہے۔ کسی نے بت پرستوں کے سونے چاگنے چلنے پھرنے اور ان کے دیگر حرکات و سکنات کو خدا کی عبادت بتایا ہے؟ اگر کسی اور نے عبادت اسلامیہ کی یہ تشریح نہیں بیان کی تو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی عبادت کی یہ من گھڑت تشریح ہے جس کے ذریعہ انبیاء کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ اور عقیدہ نبیاً مسلمان اللہ بابرہمن رام رام کے علمبردار ہیں۔

### عبادت و تعظیم میں فرق :

عبادت کے معنی معلوم ہونے کے بعد عبادت و تعظیم کا فرق معلوم ہو گیا۔ عبادت میں تعظیم بھی ہوتی ہے اور جس کی تعظیم کی جائے اس کی الوہیت اس کے واجب الوجود اور مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد بھی ہوتا ہے۔ اور تعظیم میں یہ اعتقاد نہیں ہوتا، یعنی ہر عبادت تعظیم ہے مگر ہر تعظیم عبادت نہیں ہے لہذا غیر اللہ کی عبادت شرک ہے تعظیم شرک نہیں بلکہ جائز بلکہ بعض کی تعظیم فرض عین ہے مثلاً قرآن پاک کی، انبیاء کرام علیہم السلام و ملائکہ کی تعظیم و توقیر۔ اور بعض کی تعظیم واجب ہے مثلاً والدین کی، بعض لوگ تعظیم و عبادت میں فرق نہیں کرتے یا ان کے مفہوم سے جا مل ہیں۔ جہاں وہ غیر اللہ کی تعظیم ہوتی دیکھتے ہیں ٹھٹھ شرک کا فتویٰ جزدیتے ہیں حالانکہ یہ بات بدیہی ہے کہ تعظیم کی وہی صورت شرک قرار دی جائے گی جس میں معظم کی الوہیت کا اعتقاد ہو۔ اس کے علاوہ تعظیم کی جتنی بھی صورتیں اور شکلیں ہیں ان میں سے بعض ناجائز و حرام تو ہو سکتی ہیں مگر شرک و کفر ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتیں مثلاً قبر کو سجدہ کرنا اور مقبور کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کا عقیدہ رکھ کر اس کے لئے صفات مسئلہ کو مان کر سجدہ کرنا شرک ہے لیکن اگر یہ اعتقاد نہ ہو اور پھر غیر اللہ کی تعظیم کی جائے۔ اس میں یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس تعظیم کی کچھ صورتیں ناجائز و حرام ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ مذکورہ بالا اعتقاد کے ساتھ جو تعظیم کی جائے وہ شرک قرار پائے۔ سجدہ ہی کو لے لیجئے مطلقاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر شرک مان لیا جائے تو پھر (معاذ اللہ) تمام



ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام بھی مشرک قرار پائیں گے کیونکہ قرآن پاک نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا بلکہ یہ کہنا پڑے گا کہ خود اللہ تعالیٰ نے شرک کا حکم دیا (معاذ اللہ)۔

ظاہر ہے کہ ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور برادران یوسف علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور ان کو واجب الوجود جان کر سجدہ کرنا نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کی حقوق سمجھ کر محض تعظیم کے لئے سجدہ تھا۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو تعظیم منظم کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کے عقیدہ کے ساتھ نہ کی جائے وہ شرک ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔

ہم اہل سنت و جماعت انبیاء کرام و بزرگان عظام کی تعظیم ضرور کرتے ہیں ان سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں مگر انہیں اللہ نہیں مانتے اور نہ استقلال ذاتی ان کے لئے عبادت کرتے ہیں اور نہ انہیں مستحق عبادت جانتے ہیں اور نہ واجب الوجود۔ لہذا ہم پر محض تعظیم کے جرم میں بدعتیہ عناصر کا شرک کا فتویٰ دینا کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ ہم تعظیم کی ان صورتوں کو بھی نہیں اپناتے جو ناجائز و حرام ہیں اور جن کے ناجائز ہونے پر دلائل شرعیہ مل جاتے ہیں جیسے سجدہ تعظیمی ہم اس کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

### عبادت اور استعانت : ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

عبادت کے معنی اقصى غاية الخضوع والتذلل یعنی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری۔۔۔ مفسرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف سجدہ ہی عبادت نہیں بلکہ حالت نماز میں تمام حرکات و سکنات عبادت ہیں۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا رکوع اور رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا سجدہ اور اس کے بعد حالت القیام میں دوڑا نو



بیٹھنا' سلام کے لئے دائیں بائیں منہ پھیرنا۔۔۔ یہ سب عبادت ہیں۔ اگر عبادت صرف تذلل و انکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے تو کیا یہ باقی چیزیں عبادت نہیں؟ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دوڑاؤ ہو کر بیٹھتا ہے یا ان کے آنے پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اُس نے استاد یا باپ کی عبادت کی اور ان کو اپنا معبود بنالیا۔۔۔ حاشا وکھا۔۔۔ پھر وہ کون سی چیز ہے جو ان حرکات و سکنات کو اگر یہ نماز میں ہوں تو عبادت بنا دیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں منہ پھیرنے کو تذلل و انکسار کے آخری مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی امور نماز سے خارج ہوں تو نہ ان میں غایۃ مضموع ہے اور نہ یہ عبادت تصور ہوتے ہیں۔

عبادت کا تعلق عقیدہ و نیت سے ہوتا ہے یعنی جس ذات کے سامنے آپ یہ افعال کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر آپ اس کو اللہ اور معبود یقین کرتے ہیں تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایۃ تذلل و مضموع پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس کو عبد اور بندہ سمجھتے ہیں نہ خدا نہ خدا کا بیٹا نہ اس کی بیوی نہ اس کا اوتار تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلا سکیں گے۔ ہاں آپ ان کو احترام، اجلال اور تعظیم کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا نہیں جس کی عبادت شرعاً یا عقلاً درست ہو۔ سب سے بالا تر اور قوی تر وہ سب کا خالق اور رب (اپنی تربیت سے مرتبہ کمال تک پہنچانے والا) وہ العف و کرم کا پیہم پانی برسانے والا وہ ہزار خطائیں کریں لاکھوں جرم کرنے اپنی رحمت سے معاف فرمانے والا وہ اور قیامت کے دن ہر نیک و بد کی قسمت کا فیصلہ فرمانے والا وہ۔۔۔ تو اُسے چھوڑ کر انسان کسی غیر کی عبادت کرے تو آخر کیوں؟ بلکہ اس کے بغیر اور ہے ہی کون جو معبود اور اللہ ہو اور اس کی عبادت کی جائے؟ اسی لئے قرآن نے ہمیں یہی تعلیم دی اور یہ سبق سکھایا کہ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں کرتے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)



عبادت کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی کو خالق یا خالق کا حصہ دار مان کر اس کی اطاعت کرنا۔ جب تک کہ یہ نیت نہ ہو جب تک اسے عبادت نہیں کہا جائے گا۔ اب نیت پرست نیت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور مسلمان کعبہ کے سامنے۔۔۔ وہاں بھی پتھر ہی ہیں۔۔۔ لیکن وہ مشرک ہے اور ہم مومنہ (اللہ تعالیٰ کو یکتا ماننے والے)۔۔۔ ہندو اپنے دیوتاؤں رام چندر وغیرہ کو مانتا ہے مسلمان نبیوں ولیوں کو۔۔۔ پھر کیا وجہ کہ وہ مشرک ہو گیا اور یہ اللہ کو ماننے والا رہا۔ فرق یہی ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں حصہ دار مانتا ہے اور ہم اُن کو اللہ کا خاص بندہ مانتے ہیں۔ بہر حال عبادت میں یہ قید ہے کہ جس کی اطاعت کرے اُس کو اپنا خالق مانے۔۔۔ عبادت بہت قسم کی ہے۔ نماز روزہ زکوٰۃ حج بلکہ یوں سمجھو کہ جو جائز کام بھی رب کو راضی کرنے کی نیت سے کیا جائے وہ عبادت ہے یہاں تک کہ آدمی رب کو راضی کرنے کے لئے اپنے بچوں کو پالے یہ بھی عبادت ہے اور اس میں ثواب ملتا ہے۔ (تفسیر فیسی)

ایک بزرگ ابن سعود نجدی کے زمانہ میں مدینہ پاک حاضر ہوئے۔ روضہ مطہرہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے کہ نجدی پولیس نے کہا کہ کیا تو نماز پڑھ رہا ہے؟ تو مشرک ہو گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کیوں سپاہی؟ وہ کہنے لگا کہ کسی کے سامنے نماز کی طرح کھڑا ہونا یعنی ہاتھ باندھ کر یہ اُس کی عبادت ہے۔ بزرگ فرمانے لگے کہ کیسے کھڑا ہوں؟ وہ بولا کہ ہاتھ چھوڑ کر۔۔۔ انھوں نے کہا کہ اس طرح کھڑا ہونا بھی مانگی نماز کا قیام ہے۔ پھر بھی نماز سے مشابہت تو ہے۔ اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھوں تو حنفی نماز ہے اور ناف کے اوپر باندھوں تو شافعی نماز ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوں تو مالکی نماز ہے۔ اب بتاؤ کیا کروں؟ وہ خاموش ہو گیا۔ بزرگ فرمانے لگے کہ کسی کام کا عبادت بننا یا نہ بننا نیت پر موقوف ہے۔

غیر خدا کو سجدہ تعظیسی حرام ہے:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کی آیات



چالیس مستند احادیث اور ایک سو دس فقہی نصوص اور بزرگان دین کے اقوال سے سجدہ تعظیسی کے حرام ہونے پر 'الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیۃ' تحریر فرمائی ہے جس میں ارشاد فرماتے ہیں :

'مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان اکہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے نہیں! اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو بھینا اجماعاً شرک معین و کفر معین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔۔۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین' تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدہ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔۔۔ والعیاذ باللہ۔۔۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو سجدہ تحیت کی اجازت چاہی! اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔ معلوم ہوا کہ سجدہ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور اقدس ﷺ کے لئے سجدہ تحیت کا یہ حکم ہے تو پھر اوروں کا کیا ذکر؟ (الزبدۃ الزکیہ)

عالم 'مرشد' ملی یا قبر کو عبادت کی نیت سے سجدہ کرنا بھینا شرک ہے اور عزت احترام اور تعظیم کی نیت سے سجدہ کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ حرام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہو جاتا۔ لہذا 'مسلمانوں کو کبیرہ گناہ کی وجہ سے کافر یا مشرک قرار دینا گمراہی اور بے دینی ہے۔ سجدہ تعظیسی سابقہ شریعت میں جائز تھا لیکن شریعت محمدی ﷺ میں حرام قرار دیا گیا۔ شرک ہر نبی کی شریعت میں شرک ہوتا ہے۔ شرک کسی نبی کی شریعت میں جائز اور کسی نبی کی شریعت میں حرام نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں:

'ابطال شرک کے لئے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر حضرت یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی دلیل کافی۔۔۔ محال ہے کہ اللہ عز و جل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے منسوخ بھی فرمائے۔ اور محال ہے کہ ملائکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے شریک خدا بنائے یا اسے ردا ٹھہرائے' (الزبدۃ الزکیہ)



سجدہ عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی نبی کی شریعت میں کبھی جائز ہوا۔ سجدہ تحیت (سجدہ تعظیمی) پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں منسوخ کیا گیا جیسے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا فضل و شرف ظاہر کرنے کے لئے سجدہ تحیت (سجدہ تعظیمی) کا حکم دیا گیا تھا۔

حضرت بحر العلوم محمد عبداللہ برحسرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”سجدہ غیر اللہ کو اسلام میں حرام کر دیا گیا۔ ہرگز اب کسی کو سجدہ نہیں ہو سکتا۔ نہ سجدہ عبادت نہ سجدہ تعظیمی۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں سجدہ کی اجازت دیتا تو یہودیوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں“

ظاہر ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے سجدہ نہیں لیا اس کی ممانعت کر دی تو دوسرا کیوں کر سجدہ لے سکتا ہے۔ اب غیر اللہ کو سجدہ ہرگز درست نہیں۔ ممنوع ہے حرام ہے اور اس کا مرتکب ماصی ہے۔ (درس القرآن)

وندے ماترم اور سرسوتی وندنا مسلمانوں کے عقیدہ تو حید کے خلاف ہے:

مسلمان صرف اللہ کی عبادت کرتا ہے اللہ کے سوا کسی بھی چیز کی پوجا اسلام میں جائز نہیں۔ وندے ماترم اور سرسوتی وندنا میں زمین اور دیوی کی پوجا ہے جو اسلام کے عقیدہ تو حید کے سراسر خلاف ہے۔ اس لئے یہ دونوں چیزیں کسی بھی صورت میں مسلمانان ہند کے لئے قابل قبول نہیں۔ کسی ایک فرقہ کے طریقہ عبادت کو دوسرے فرقہ پر مسلط کرنا ہندوستان کے جمہوری دستور و آئین کے قطعاً خلاف ہے اور ایسا کوئی بھی اقدام ہندوستان میں اختلاف و انتشار اور بد امنی پھیلانے کی بجائے غلطی ثابت ہوگا۔ فرقہ پرست طاقتیں اس وقت وندے ماترم و سرسوتی وندنا کو لازم قرار دینے کی جارحانہ و انتہا پسندانہ ذہنیت کا لگاتار مظاہرہ ہی نہیں کر رہی ہیں بلکہ اس کے عملی نفاذ کے احکام بھی صادر کر رہی ہیں۔ فرقہ پرست عناصر نے وندے ماترم کا سہارا لے کر مسلم دشمنی کا ایک نیا محاذ کھولا ہے۔ اب تک عبادت گاہ کو نشانہ بنایا گیا تھا اور اب عبادت ہی پر حملے کا آغاز کر دیا گیا۔



عقیدہ توحید کو مجروح کرنے کے لئے شرک کی ایک نئی سرچنگ کا استعمال شروع کیا جا رہا ہے۔ ہندوستانی مسلمان اپنے عقیدہ و مذہب کے معاملہ میں کسی بھی زور زبردستی کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی طاقت و قوت سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ پوری قوت و طاقت کے ساتھ اس جبری حکم کے خلاف آواز بلند کریں اور فرقہ پرستوں پر یہ واضح کر دیں کہ وہ نہ سے با ترم و سرسوتی و نہ نامسلم عقیدہ کے خلاف ہے۔

### حقیقت مقام عبدیت

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں بغایت درجہ عاجزی فروتنی ہے مانگی اور کمال تذلل کا نام بندگی ہے اور مقام عبدیت اس احساس سے بدرجہ اتم سرشار ہونا ہے بندہ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرط عجز و نیاز سے جھکتا چلا جاتا ہے تو اس کا جو ہر زندگی کھلنے لگتا ہے اور وہ مقام عبدیت میں پختہ سے پختہ تر ہوتا جاتا ہے جب بندہ خود کو عاجز بے بس تصور و ار و خطا کا ر سمجھ کر انفعال و عداست کی کیفیت میں ڈوب جاتا ہے تو بارگاہ الہی میں سر بسجود ہوتے ہی اس کے قلب و باطن میں عبدیت کا نور بھردیا جاتا ہے اور انوار الہیہ اس کی باطنی کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اس کی جبین بندگی جس قدر فرط و بجز و انکساری سے خالق کائنات کے حضور خم ہوتی ہے اس کا مقام عبدیت نئی بلندیوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہونے لگتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: وما تواضع احد لله رفعه الله (مسلم شریف) جو کوئی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔

کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ ہم خدا کی زمین پر اکثر اکثر کر چلتے ہیں اور مخلوق خداوندی کو حقیر و ادنیٰ سمجھتے ہیں؟ کیا اس غرور و عنوینیت پر مبنی طرز عمل اپنا کر ہم اس حقیقت سے نا آشنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہم کتنے گر چکے ہیں اور دنیا میں ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں



بارگاہِ خداوندی میں حقیقی عزت اس کی بارگاہ ہے ہمتا کے آگے جھکنے اور بندگانِ خدا سے تواضع خاکساری اور عجز و انکسار کا انداز اختیار کئے رکھنے میں مضمر ہے۔ جو درخت جتنا قمر دار ہوتا ہے وہ اتنا ہی جھکا ہوا ہوتا ہے۔ (دیکھیں ہماری کتاب اللہ تعالیٰ کی کبریائی)

### حضور نبی کریم ﷺ کا مقام عہدیت :

مقام عہدیت تمام مقامات میں اعلیٰ و بالا ہے اور بلاشبہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اس صفت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں کامل ترین اور سب پر غائق ہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جن کمالات و امتیازات سے نوازا اُن میں سب سے بڑا امتیاز و کمال عہدیت کا ملہ کا مقام ہے حضور ﷺ اس لئے افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں۔ حضور ﷺ کا مثل ازل سے ابد تک کائنات کی سب مخلوق میں کوئی نہیں ہے آپ ﷺ ایسے مہتمم بائشان اور کمال کی انتہاؤں کو چھونے والے مقام عہدیت کے حامل ہیں جو انتہائی نیاز مندی، فرد جی اور احساسِ بندگی سے عبارت ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی اتنی ایسے خیالات کو حضور ﷺ کے بارے میں اپنے گوشہ دل میں جگہ دے جو آپ ﷺ اپنے اظہار عہدیت کے طور پر زبانِ مبارک پر لاتے تھے تو وہ اپنے ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا مقام بندگی اس انتہا درجے کو پہنچا ہوا تھا کہ آپ ﷺ عبادت میں ساری رات گریہ کی وہ کیفیت طاری ہوتی کہ آپ ﷺ کا رواں رواں کا پنے لگتا۔ ایک دفعہ اسی کیفیت کا غلبہ تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے توسط سے اپنے محبوب کے پاس یہ پیغام بھیجا۔

﴿طهٓ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ﴾ (طہ/۲) (اے محبوبِ مکرم) ہم نے تم پر قرآن مجید اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جائیں۔

یہ تو محبت کا اپنے محبوب سے اظہارِ محبت کا معاملہ تھا۔ مگر حضور ﷺ کا شغف عبادت اس کمال درجے کا تھا کہ بارگاہِ عہدیت میں دعا مانگتے کہ مولیٰ مجھے اپنی یاد میں روئے والی آنکھیں اور محبت میں لگن رہنے والا دل عطا فرما۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے



کثرت گریہ کو دیکھ کر عرض پرداز ہوتے کہ: آقا آپ ﷺ تو محبوب خدا ہیں اور آپ ﷺ کی ذات تو وہ ہے جس کے دامن میں گناہ گار امتیں کو بھی مڑ رہے مغفرت عطا ہوتا ہے پھر آپ ﷺ کے اضطراب اور کثرت گریہ کا سبب کیا ہے؟

حضور سید المصومین ﷺ احساس عہدیت سے مرشار ہو کر فرماتے 'افلا اکون عبداً شکوراً' کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ ہوں (صحیح البخاری)

حضور نبی کریم ﷺ بندگی کے بلند ترین مقام پر نظر آتے ہیں عبادت گزاری خشوع و خضوع عاجزی اور تقرب و زاری میں جو درجہ حضور ﷺ کی ذات گرامی کو حاصل ہے عالم زیریں و بالا میں موجود کوئی عام مخلوق اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ گویا آپ ﷺ کی عہدیت پر خود عہدیت کو ناز ہے عہدیت کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہو کر حضور ﷺ کثرت عبادت اور مجاہدے میں اس قدر منہمک اور مشغول رہتے تھے کہ کوئی مخلوق اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ طویل قیام اللیل کے دوران قدم مبارک کا متوارم ہو جانا تبلیغ و دعوت دین اور جہاد کے میدان میں دشمنوں کے ہاتھوں جسم اقدس کا لہو لہان ہو جانا فاقہ کشی کرنا پے در پے صعوبتیں اور تکلیفیں اٹھانا غاروں میں جا کر رونا اور کثرت گریہ و زاری سے ریش مبارک کا آنسوؤں سے تر ہو جانا حضور ﷺ کے کمال عہدیت کی آئینہ دار ہیں اور یہ آپ ﷺ کی شان عہدیت کی دلیل ہے۔

حضور ﷺ کی شان عہدیت اس درجہ کی ہے کہ ساری ساری رات بارگاہِ صمدیت میں کھڑے ہو کر مصروف عبادت رہنے کے باوجود عرض پرداز ہوتے ہیں کہ: ما عبدتك حق عبادتك (اے اللہ تعالیٰ) میں تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا!

اس مقام عہدیت پر فائز ہو کر جہاں آپ ﷺ کے تعلین پاک سے عرفاء و صلحا کو معرفت عطا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت جو حضور ﷺ کو حاصل ہے وہ صرف آپ ﷺ کا ہی خاصہ ہے اس کے باوجود بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں: ما عرفتك حق معرفتك (اے اللہ تعالیٰ) میں تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکا!

جب حضور ﷺ عہدیت کے تقاضوں کو کما حقہ بجالانے کے لئے بارگاہِ خداوندی میں



مصرف عبادت ہوتے ہیں تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ رات کی ساتتیں پھیل کر دامن قیامت تک دراز ہو جائیں لیکن باری تعالیٰ کی ذات چاہتی ہے کہ اس کا محبوب رات کا کچھ حصہ آرام بھی کرے۔

یہ نکتہ محبت ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ روح اسلام اور معرفت دین سے بے بہرہ نام نہاد بد عقیدہ بد باطن مبلغین اکثر و بیشتر اس نکتہ محبت کو فراموش کر بیٹھتے ہیں اور وہ دین اسلام کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں جو خشک اور جہد پر محبت سے عاری ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا حاصل اور توحید کا سب سے اونچا مرتبہ یہ ہے جہاں انسان کھڑا ہو کر یہ اعلان کرتا ہے کہ میری سجدہ و ریزہ یوں کا مقصد اور میری ہر طرح کی نیاز مند یوں اور عبادتوں کا مدعا صرف اللہ تعالیٰ ہے میری زندگی اور میری موت صرف اسی کی رضا جوئی کے لئے ہے میں اس کے ہر حکم کے سامنے سرفگندہ ہوں اور اس کے ہر فیصلہ پر راضی اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں۔ ارشادِ باری ہے: ﴿قُلْ إِنْ ضَلَّيْتُ وَأَنْتَ الْغَافِلُ﴾ (الانعام/ ۱۶۴) آپ فرمائیے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضور ﷺ عہدِ کامل ہیں جہاں عہدیت کی انتہا ہو جاتی ہے عہدیت کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسائی ہے۔ کوئی کلمہ گو حضور ﷺ کو معبود وال نہیں سمجھتا اور نہ حضور ﷺ کی عبادت کرتا ہے بلکہ ہر نماز میں کئی بار وہ اعلان کرتا ہے کہ اشہد ان محمداً عبداً ورسولہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تمام بنی آدم کے مقابلے میں عہدِ کامل کے مقام و مرتبہ پر قائم ہے اسی لئے کلمہ شہادت میں حضور ﷺ کی رسالت کے اقرار و اعلان سے پہلے مقام عہدیت کے تقدم کو جزو ایمان ٹھہرایا گیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان سے پہلے آپ کی عہدیت کی شہادت ان



کلمات کو اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے دے۔ اشہدان محمد عبده ورسوله  
 میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔  
 اللہ کی سزا بقدم شان ہیں یہ ان ما نہیں انسان وہ انسان ہے یہ  
 قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ  
 اگر خموش رہو میں تو تو ہی سب کچھ ہے  
 جو کچھ کہا تو تیرا لحسن ہو گیا محمد و

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له . له الملك وله الحمد وهو على كل  
 شيء قدير . واشهد هو الله احد . الله الصمد . لم يلد ولم يولد ولم يكن له  
 كفوا احد . واشهد ان سيدنا ومولانا وحبيبنا وحبیب ربنا محمدا رسول  
 الله . اللهم صل من الصلوات اطيبها وسلم من التسليمات ازكها وبارك من  
 البركات استنھا علی حبیبی وشفیعی وقرۃ عینی وسرور قلبی عبدك ونبیک  
 محمد وعلی اله الطیبین الطاهرین وعلی ازواجه الطاهرات امهات المؤمنین  
 وعلی سائر الصحابة والتابعین وعلی اولیاء امتہ الکاملین وعلی علماء  
 شریعتہ الربانیین وعلینا معهم اجمعین . فاطر السموات والارض انت ولی  
 فی الدنيا والاخرة توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین ..  
 آمین بجاہ طه ونسین ﷺ .

العبد

محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی (مکتبہ انوار کھٹکی)

مغل پورہ حیدر آباد 23-2-75/6